ایمان خالص

مسعود الدین عثمانی
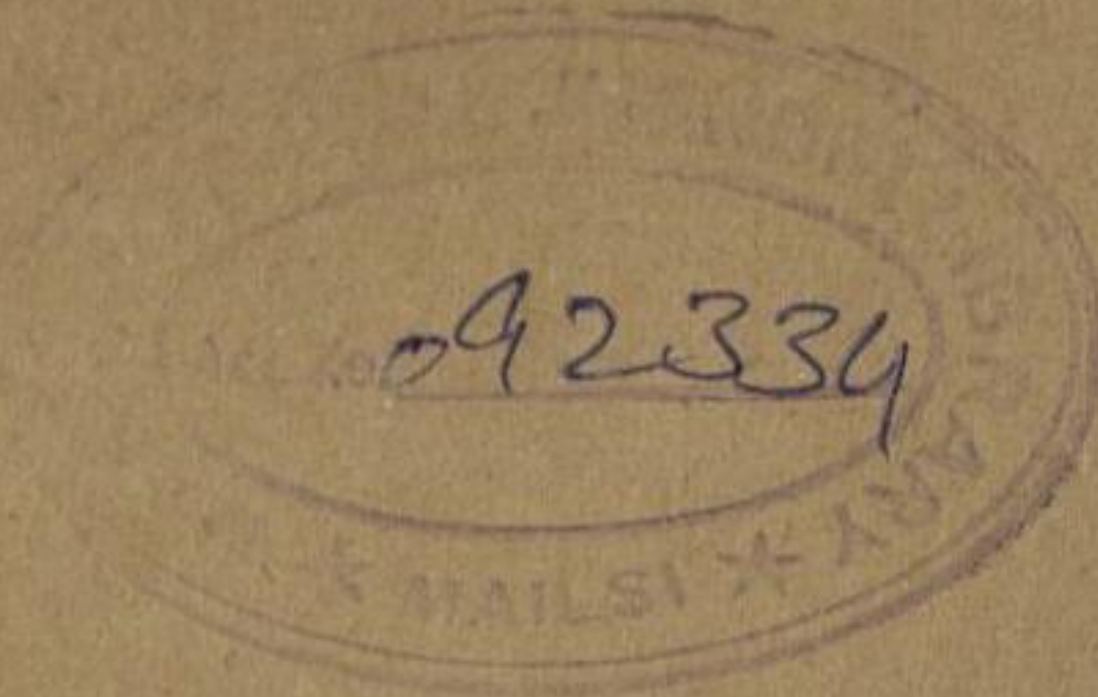
ایمانِ خالص

پہلی قسط

گھر کے چراغ

کیپٹن (ایکس) ڈاکٹر مسعود الدّین عُثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ایم۔بی۔بی۔ایس (لکھنؤ)

فاضل علوم دینیہ (وفاق المدارس مُلتان)

رابطہ کیلئے پتہ:۔

محمد حنیف، پوسٹ بکس نمبر ۷۰۲۸ کراچی

ٹیلی فون نمبر:۔ ۲۷۰۵۳۲

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون

مضمون	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

امّا بعد۔

گذشتہ اٹھارہ سال سے تمنا تھی کہ اللہ تعالیٰ وُہ دن بھی لے آئے جب دُنیا والوں کے سامنے مَیں توحیدی اور اِتحادی دین کا فرق واضح کر دوں۔

اُس اکیلے مالک کی صد ہزار مہربانیاں کہ اُس نے اِس کا موقع عنایت فرمایا اب ایسی زبان کہاں سے لاؤں جو شُکر و سپاس کا حق ادا کر دے۔

ایک خط اور اس کا جواب

خط محترم عالمِ دین ڈاکٹر عثمانی صاحب اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ
جنابِ عالی۔ کراچی میں مسلم قوم کی بڑی اکثریت حضرت یوسف بنوری صاحب کو ملک کے بڑے عالموں میں شمار کرتی ہے اور میرے علم کے لحاظ سے وہ آپ کے بھی استاد ہیں۔ اپنے ماہانہ رسالہ "البیّنات" ماہ اگست ۱۹۷۵ء کے شمارے میں انہوں نے اپنے والد کی وفات پر "بصائر و عبر" کے عنوان کے ماتحت اُن کے کمالات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ کمالات کچھ ایسے عجیب و غریب ہیں کہ میں سخت خلجان میں پڑ گیا ہوں اور حیرت پر حیرت کا عالم طاری ہے۔ آپ کی خدمت میں اُس مضمون کی فوٹو کاپی بھیج رہا ہوں اور امید وار ہوں کہ آپ اس سارے مضمون کے مندرجات کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں گے کہ یہ سب کچھ آخر ہے کیا؟ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ اس معاملہ میں حق کے علاوہ کچھ اور نہ لکھئے گا اور جواب دیتے وقت یاد رکھئے گا کہ۔ وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ۔ والسلام

جواب مکرمی و محترمی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ معذرت خواہ ہوں کہ آپ کے حسبِ ارشاد جلد جواب نہ دے سکا آپ نے جو ذمہ داری مجھ پر ڈالی ہے اُس کے بار کو شدت کے ساتھ محسوس کر رہا ہوں مزید براں آپ نے ازراہِ عنایت مجھے اس بات سے بھی ہوشیار کر دیا ہے کہ کسی قسم کی لچک یا مداہنت کا انجام اللہ کے یہاں کیا ہو سکتا ہے اس یاددہانی کا بھی شکریہ۔

پہلے میں اس پورے مضمون کا فوٹو پیش کر رہا ہوں جو آپ نے مجھے بھیجا ہے اُس کے بعد اپنی حد تک قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا جائزہ لوں گا۔ اللہ سے میری دعا ہے کہ وہ مجھے صحیح راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بصائر و عبر

آہ میرے والد محترم ! انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

رفتم واز رفتن من عالمے تاریک شد
من مگر شمعم چو رفتم بزم برہم ساختم

۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ ۵ جون ۱۹۷۵ء یوم الخمیس ماہ اور کا یوم الخمیس کی تاریخ میری زندگی کا دوسرا بڑا عظیم
حادثہ ہے اس ستر سالہ زندگی میں پہلا حادثۂ کبریٰ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ ۳ صفر ۱۳۵۲ھ کا سانحۂ
وفات تھا یہ دوسرا حادثۂ کبریٰ میرے والد حضرت مولانا سید محمد زکریا صاحب کا وصال ہے۔ یوں تو زندگی میں بے شمار حوادث
اور حوصلہ شکن واقعات صبر آزما سوانح پیش آئے لیکن یہ دو عظیم حادثے بلاشبہ ایسے پیش آئے کہ صبر و شکیبائی جواب
دے چکی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ پہلا حادثہ اس وقت پیش آیا کہ عالم شباب تھا برداشت کی طاقت تھی لیکن حضرت والد کے
وصال کا یہ دردناک سانحہ اس وقت پیش آیا کہ جوانی کی طاقتیں جواب دے چکی ہیں سیدہ فاطمہ مرحومہ کی جدائی کے زخم
مندمل نہ ہونے پائے تھے نیز اس دو اڑھائی سال میں یکے بعد دیگرے مخلصین و احباب علماء و فضلاء کی رحلت رفیقۂ
ـت کی جدائی غرض مسلسل صدمات نے نڈھال کر دیا تھا۔ حقائق اور وجدانی کیفیات کے لئے الفاظ و تعبیرات کا
ن بہت تنگ ہوتا ہے۔ حقائق کی تعبیرات سے الفاظ ہمیشہ قاصر رہتے ہیں۔ اور پھر اس مبالغہ آمیز دنیا میں کسی حقیقت
ی صحیح ترجمانی کا حق ادا ہونا بجد مشکل ہے۔

یوم الخمیس ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ دن کے پونے دس بجے چند روز کی شدید کرب و بے چینی کے بعد میرے
لد محترم میرے آقا میرے آغا جی میرے مربی، دنیا میں میرے ہادی میرے ملجأ دنیائے اسلام کا متاع گرانمایہ جہاں
علم و عمل کے جوہر آبدار علم ایمان و عرفان کی عظیم ترین شخصیت اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئی جس
کے لئے مہینوں سے بیتاب تھے اور آخر چشم زدن میں عالم غیب کی طرف روح لطیف نے پرواز کی انا للہ وانا الیہ راجعون
ان کا وجود ہمارے لئے سایہ رحمت الٰہی تھا، حق تعالیٰ کی ایک عظیم ترین نعمت تھی، دعوات نیم شبی اور مناجات
سحری کا ایک سرچشمہ تھا جو خشک ہوگیا ہمارے سکون قلب کا ذریعہ تھا جس سے ہم محروم ہوگئے، والد محترم کی وفات
حسرت آیات صرف ایک والد کی مرثیہ خوانی نہیں بلکہ علم و عرفان کا مرثیہ ہے ایک صاحب کرامات و خوارق عارف باللہ

کا ماتم ہے ۔ ایک محقق روزگار کا نوحہ ہے ایک فیلسوف عصر کا غم ہے ۔ ایک اولوالعزم وجود کی جدائی پہ اظہار حزن ہے مجاہدات وریاضات میں مصروف رہنے والی عظیم شخصیت کا درد والم ہے ایک صاحب کمال معبّر کا نوحہ ہے ایک باخدا صاحب مکارم اخلاق جود وسخا، ہمت وشجاعت کا نالہ وشیون ہے ایک گوشہ نشین صوفی صاحب صدق وصفا کی جدائی وفراق کا درد وغم ہے، ایک عاشق رسول کا درد واضطراب ہے اسرار کائنات کے درد نے راز وزاری ہے گویا لوح بیت کے اسرار واقف حقائق ومعارف کے عالم کی مرثیہ خوانی ہے۔ شریعت اسلامیہ کے یگانۂ روزگار فاضل کے لئے نالہ وفریاد ہے طریقت وحقیقت کے واقف رموز کا حزن وغم ہے ۔

والد ماجد کیا تھے ایک گمنام ہستی جس نے ایک عالم اپنے اندر سمیٹ رکھا تھا شفیق بلخی ابراہیم ادھم بایزید بسطامی سری سقطی معروف کرخی جنید بغدادی کے احوال ومواجید تو دنیا نے پڑھے ہیں لیکن اس فقیر بے نوا کی شاہانہ پرواز کی کس کو خبر؟ تقلیل کلام تقلیل منام تقلیل اختلاط مع الانام کے واقعات تو آپ سن چکے ہوں گے لیکن اس نادرۂ زمانہ کے احوالِ حیرت افزا کی دنیا کو کیا خبر؟ عنفوان شباب ہی میں تقلیل خوراک کی جب ریاضت شروع کی تو روزانہ صرف ایک مثقال خوراک یعنے ۴½ ماشے غذا پر سالہا سال زندگی بسر کی پندرہ دن میں بمشکل اجابت کی ضرورت پڑتی تھی رویائے صادقہ ومبشرات کا جب سلسلہ شروع ہوا تو سولہ سال کی عمر سے بیس سال تک سو مرتبہ سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت سے شرف یابی ہوئی ۔ اور ہر دفعہ زیارت مبارکہ میں ارشادات وہدایات وتلقین اذکار و نصائح عالیہ سے سرفرازی ہوتی تھی، اویسی نسبت کے وہ کمالات نصیب ہوئے کہ عقل حیران ہے۔ رویائے صادقہ اور مبشرات کا سلسلہ آخری عمر تک جاری رہا۔ اذکار واشغال ومجاہدات کا اتنا غلبہ ہوا کہ عہد کیا کہ تمام زندگی اپنے پروردگار کی عبادت ومناجات میں گذاروں گا۔ آپ کے والد مرحوم حضرت سید میر مزمل شاہ رحمہ اللہ کا تو وصال ہوگیا تھا والدہ مکرمہ حیات تھیں جن کا اصرار تھا کہ ازدواجی زندگی اختیار کریں لیکن عزم عبادت وطاعت کے منافی سمجھ کر انکار کرتے رہے یہاں تک کہ ایک خواب میں یہ حقیقت واضح کردی گئی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ عرش پر فلاں بی بی سے فلاں خاندان میں عقد نکاح باندھ رہے ہیں اس رویائے صالحہ کے بعد انکار ختم ہوگیا اور ازدواجی زندگی میں قدم رکھ ہی لیا اور اس رویائے صادقہ کی تعبیر اس طرح صادق آگئی، مرشد کامل کی تلاش وجستجو کے لئے جب استخارہ کیا تو خواب دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اچھا تم ٹھیرو میں حق تعالیٰ شانہٗ سے پوچھ کر آتا ہوں. چنانچہ یہ ساری حقیقت کا معائنہ خواب میں ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ہیں ۔ اور تشریف لاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جس شخصیت کو تم چاہتے ہو وہ نہیں ملے گی لیکن تمہیں صبر نہیں آئے گا جاؤ تلاش کرو چنانچہ ۱۹۲۰ء کے آخر میں یہ سفر

شروع ہوا بتور و سرہند ہوتے ہوئے دہلی بارگاہ سلطان الاولیاء اور اجمیر خواجہ چشتی کی بارگاہ سے گذرتے ہوئے شاہ جیلانی کے دربار بغداد پہنچے اور ہر جگہ ہر مقام پر چلّے اور اعتکاف و مراقبات و مکاشفات کا سلسلہ جاری رہا۔ مہینوں اس طرح بادیہ پیمائی کی اس درمیان عجیب و غریب واقعات حیرت انگیز بشارات پیش آتے رہے واپس آکر تمام ہندوستان کی بادیہ پیمائی کرکے ناسک (صوبہ بمبئی) کے جنگل میں شیروں اور چیتوں کے درمیان تکمیل ریاضات کے لئے ڈیرہ ڈال دیا ایک مرتبہ ۸ ماہ اور دوبارہ ۹ ماہ کی گوشہ نشینی اختیار کرکے چنوں اور پتوں پر گذارہ کیا۔

لا یزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل
حتی کنتُ سمعہ الذی یسمع بی وبصرہٗ
الذی یبصر بی الخ

کبھی بندہ بارگاہ ربوبیت میں عبادت کرتے
کرتے اس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ حق تعالیٰ
کے کان سے سنتا ہے اور اسی کی آنکھ سے دیکھتا ہے

صحیح بخاری کی یہ حدیث پڑھی ضرور تھی لیکن اپنے زمانہ میں اس کا مصداق اپنے والد کو پایا، چنانچہ ان ریاضات و مجاہدات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انعام و اکرام سے مالامال فرمایا قلب میں بے پناہ قوت ودیعت کردی گئی شدید بارش کے وقت قلب کی طرف توجہ فرماتے اور بارگاہ ایزدی میں دعا کرتے ایسا معلوم ہوتا کہ ایک مربع میل میں موسلا دھار بارش نہیں ہو رہی ہے کہ آفتاب کی شعاعوں کی تمازت جب ناقابل برداشت ہوتی قلب کی طرف توجہ فرماتے معلوم ہوتا کہ بادل سایہ فگن ہیں۔ شیروں اور چیتوں کی آوازوں سے جب جنگل گونجنے لگتا قلب کی توجہ کانوں کی طرف مبذول ہو جاتی اور ایسا محسوس ہوتا کہ کان کسی آواز کو نہیں سن رہے ہیں، ان مجاہدات و ریاضات نے دل کی دنیا یکسر بدل کر رکھ دی تھی، علم و آگہی فکر و شعور کا ایک بحر بیکراں قلب میں موجزن تھا جب کسی مسئلہ پر غور شروع کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ میلوں طویل کاغذات سامنے پھیلے ہوتے ہیں اور ابتداء سے لے کر آخر تک ساری تحقیقات آنکھوں کے سامنے ہے، فرماتے تھے کہ ان دنوں ایسا محسوس ہوتا کہ اللہ رب العزت کا خاص فضل میرے شامل حال ہے۔ جو دعا زبان سے نکلتی بارگاہ ایزدی سے خلعت قبول لیکر آتی۔ مسائل کے سلسلہ میں جو حق ہوتا وہی دل میں راسخ ہو جاتا۔ غرض فطرت کی اس تربیت گاہ میں جو حالات وواردات پیش آئے قلم کو یارائے بیان نہیں۔

جب علم توجہ اور علم استحضار ارواح "اسپرچو ولیزم" میں قدم رکھا تو روحانی قوت کے وہ کرشمے دیکھے اور عالم ارواح کے وہ عجائبات منکشف ہوئے کہ عقل حیرت میں ہے جب سلب امراض کا ارادہ کیا تو اس درجہ کمال حاصل ہوا کہ بمجرد ارادہ مریض بالکل تندرست ہو کر بیٹھ جاتا تھا کہ جیسے کوئی مرض ہی نہیں۔ جب علم اسرار الحروف و عملیات و تعویذات کی وادی میں قدم رکھا تو اس فن کی ادق کتابیں "شمس المعارف" وغیرہ ازبر تھیں۔ طب کی طرف جب توجہ ہوئی تو افغانستان

ایسے محیر العقول علاج کئے کہ جرمنی فرانس لندن وامریکہ سے مایوس العلاج مریض آتے اور ان کے علاج سے شفایاب ہوتے ——— ہنچے ہوئے مریضوں کا علاج کیا اور حیرت انگیز مسیحائی دکھائی تجارت کا شوق ہوا تو چین سے سبز چائے اور جاپان سے مینا کاری گری اور کٹلیری کا سامان منگوا کر پشاور شہر بازار گھنٹہ گھر میں، ہول سیل کی دکان کر کے تاجروں کو پیچھے دھکیل دیا، ٹھیکیداری کا خیال ہوا تو کابل میں بڑے بڑے ٹھیکے لئے یہاں تک کہ امیر امان اللہ خاں والی افغان کے لئے سب سے پہلے جس نے ہوائی جہاز خریدے وہ حضرت والا ہی تھے جس کا پانچ لاکھ روپیہ آج بھی ہمارا قرض افغان گورنمنٹ کے ذمے باقی ہے جو امیر امان اللہ خان تخت سلطنت سے محروم ہونے کے بعد طوائف الملوکی کی نذر ہو گئے یہ واقعہ ۱۹۲۸ء کا ہے

حیدر آباد دکن اور بہاول پور میں بڑے بڑے ٹھیکے لئے بہاول پور میں آج بھی متعدد نہروں کے پل ان کی یادگار ہیں زراعت کا شوق ہوا تو افغانستان کے مشرقی علاقے مقام گجہ خوگیانی ضلع جلال آباد میں جہاں حضرت والد ماجد کی نہیال سرداران محمد زئی آباد تھے زمین خرید کر اپنے ہاتھ سے انار بیدانہ کے شاخیں اور پودے لگاتے جو بعد میں اس علاقے میں بیدانہ انار کا اعلیٰ ترین باغ شمار کیا گیا لیکن چھ ماہ کے اندر سب کو ختم کر کے کابل میں اقامت گزیں ہو گئے جب کبھی کچھ کما اور ہزاروں کمایا گھر آ کر بیٹھ گئے دو چار ماہ میں سب مال و دولت ٹھکانے لگا دیا کسی کا مکان بنوا دیا کسی کی شادی کرادی جب سب کچھ خرچ ہوا دوبارہ فکر کرنے لگے الغرض اتنی انقلاب انگیز اور ہنگامہ خیز زندگی کسی کی نہ دیکھی نہ سنی اور کمال یہ ہے کہ ان کمالات میں سے کسی بھی کمال کو نہ پیشہ بنایا نہ ذریعہ معاش اور نہ کوئی اہمیت دی سیلاب آیا اور گزر گیا اکثر زندگی فقیرانہ گزاری لیکن مہمانداری اور مہمان نوازی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت تھی جو ورثہ میں ملی تھی ہزاروں لاکھوں کمائے لیکن میرے علم میں نہیں کہ کبھی زکوٰۃ واجب ہونے کا موقع آیا ہو ؎

قرار در کف آزدگان نگیرد مال
نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال

بے شمار مخلوق خدا کے ساتھ احسانات کئے مگر کیا مجال کہ کبھی دل میں اس کا خطرہ بھی گزرا ہو یا زبان پر کبھی ذکر آیا ہو ان سب کمالات و کرامات میں سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپ نے اپنی ہستی کو ایسا مٹا کے چھوڑا کسی کو ان باتوں کی ہوا بھی نہ لگنے دی آخری زندگی میں کوئی معاش کا ذریعہ اختیار نہیں کیا سب چیزوں کو بالکلیہ ترک کر دیا اور یاد خدا میں مسلسل تیس برس گزارے اور حق تعالیٰ نے راقم الحروف کو خدمت کی سعادت نصیب فرمائی۔ ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون

اصحاب کمال کے بڑے قدر دان تھے کسی کی بات پسند آجاتی تو اتنی داد دیتے کہ حیرت ہوتی تھی باوجودیکہ مزاج جلالی تھا لیکن ہر وقت خوش مزاج خوش طبع نظر آتے تھے جس مجلس میں موجود ہوں سکون و وقار کے ساتھ پوری مجلس کی رونق ان سے ہوتی تھی مزاج آخر تک علمی تھا اور علمی موشگافیوں کی بڑی قدر دانی فرماتے تھے ابتدائی عہد تعلیم کی کتابوں پر تعلیقات وحاشیہ نویسی کا شغل رہا میر ایساغوجی جدیدہ اور شرح حاجی گلستاں بوستان پر ان کی تعلیقات دیکھ کر تعجب ہوتا ہے خط اتنا پاکیزہ کہ موتی ٹنکے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ خوش نویس ایسے کہ بسا اوقات ان کے خطوط پر خصوصاً ابتدائی دور کے خطوط پر کسی ایرانی خوشنویس کا شبہ ہونے لگتا ہے حساب میں اتنی مہارت کہ حیرت ہوتی تھی حالانکہ تعلیم جدید مڈل سے زیادہ نہ تھی لیکن مہارت ایسی کہ آج کل کے ایم اے کو نہ ہو علمی مشغلہ عرصے متروک و مہجور تھا لیکن معلومات تازہ ایک دفعہ ۱۳۳۳ھ میں دیوبند حضرت امام العصر مولانا انور شاہؒ کی زیارت کی غرض سے تشریف لائے ان دنوں حضرت شیخ مجھے اپنی کتاب "ضرب الخاتم علی حدوث العالم" پڑھاتے تھے درس میں بیٹھ گئے اور تقریر سنتے رہے اس وقت اتفاق سے علم کلام کا مسئلہ "خلق افعال عباد" جو مشکل ترین مسائل ہے زیر بحث آیا شیخ نے تقریر فرمائی اور مشکلات سلجھاتے رہے درمیان میں حضرت والد صاحب سوالات کرتے رہے حضرت شیخ جوابات دیتے رہے فراغت درس کے بعد حضرت شیخ نے دریافت فرمایا: حضرت! علمی مشغلہ کب سے متروک ہے؟ فرمایا پچیس برس ہوئے حضرت شیخ نے بہت تعجب سے سنا اور پھر مختلف مجالس میں بارہا فرمایا کہ ان کے والد کا علمی مشغلہ پچیس سال سے متروک ہے لیکن معلومات عمدہ اور تازہ، امام العصر جیسے علمی سمندر کی یہ داد کتنی وزنی ہے۔

امام غزالی و امام رازی کے عاشق تھے ابن تیمیہ و ابن القیم کی قدر دان تھے اور ان کی تبحر علمی کی داد دیا کرتے تھے۔ شیخ ابن عربی شیخ اکبر کے انتہائی مدح سرا تھے مولانا روم کے مثنوی کی علمی مشکلات کی تمثیلات کے بیحد قدر دان تھے اور کشف حقائق میں ان کو بے نظیر سمجھتے تھے۔

عربی فارسی اردو تینوں زبانوں میں عمدہ مصنف تھے "مطالع الانوار فی فضائل اہل بیت النبی المختار" عربی میں اور "ایضاح المشکلات" اردو میں جس میں وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہ مشکلات تصوف اور مشکلات کلام پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں دو ضخیم جلدوں میں تحریر فرمائی اپنے خوابوں کو جمع کیا ہے "المبشرات" نام رکھا اور تعلیقات میں ان کی تعبیرات "عبیر المسرات" کے نام سے لکھی ہیں روح و نفس کا مقالہ مجلس علمی نے طبع کرا دیا ہے فرماتے تھے کہ مجھے صرف تین چیزوں سے محبت ہے (۱) اللہ تعالیٰ سے (۲) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (۳) اپنی خوابوں سے یہ فرماتے تھے کہ خوابوں سے اس لئے ہے کہ ان میں حق تعالیٰ کا دیدار یا ان کا کلام ہے اور یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یکا دیدار ہے۔ فرماتے تھے اگر شرعاً جائز ہوتا تو میں اپنے ان خوابوں کو اپنے ساتھ قبر میں دفن کرنے کا حکم دیتا پھر بھی ان کی حفاظت کی انتہائی وصیت فرمائی، الغرض دنیا میں نہ کسی کمال کو چھوڑا نہ کسی پیشے کو چھوڑا اور سب سے بڑا کمال یہ کہ کسی کمال کو کمال نہ سمجھا نہ دل اس میں لگایا البتہ فرمایا کرتے تھے کہ جو احسانات حق تعالیٰ نے مجھ پر کئے وہ کہ بعد میں کس پر کئے ہیں وہ بہت سے اور ادا ہیں۔ سچ عربی شاعر نے کہا ہے کہ:

أتزعم انك جرم صغير — وفيك انطوى العالم الاكبر

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم چھوٹے سے جسم ہو حالانکہ تم میں تمام عالم اکبر سمٹ گیا ہے

کوئی اور عربی شاعر یوں گویا ہوا :-

ليس على الله بمستنكر — ان يجمع العالم في واحد

حق تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں کہ تمام عالم کو کسی ایک فرد واحد میں جمع کرے

امام بخاری سے خواب میں پوری صحیح بخاری پڑھ کر اجازت لی اور حافظ بدرالدین عینی سے عمدۃ القاری اور حافظ ابن حجر عسقلانی سے فتح الباری پڑھ کر اجازت لی ہے ایک دفعہ افغانستان میں امیر نصر اللہ خان نائب السلطنۃ کابل کا ترکہ فروخت ہو رہا تھا اس میں حضرت والا نے ایک "سمور" کے پوستین کو ۱۴ ہزار افغانی روپیہ سے خریدا (مساوی ۱۰ ہزار روپیہ ضرب برطانوی) رات کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ محبت آمیز لہجہ میں عتاب فرمایا کہ جب تمہارے پاس دولت ہوتی ہے تو ایسا اسراف کرتے ہو کہ ہزاروں کا پوستین خریدتے ہو ایک شخص آئے گا تمہارے پیٹ میں چاقو مار کر تمہاری آنتیں نکالے گا۔ اور صاف دھو کر پھر رکھ دیگا اور سینہ سیدیگا یہ شخص نورانی ہوگا اور اس کا چاقو بھی نورانی ہوگا ایک دفعہ ایک بلی پال رکھی تھی اسے جگہ ناپاک کی اس کو مار گھر سے نکال دیا رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی عتاب فرمایا کہ تم نے کیوں بلی کو مارا کیا وہ عقل و شعور رکھتی ہے خبردار دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ صبح جا کر بلی کو تلاش کیا اور گھر لائے۔ پڑوس میں ایک نادار نے پانچ روپیہ قرض مانگا اتفاق سے قرض دینے سے انکار کیا شب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی عتاب فرمایا کہ تم نے سائل کو کیوں روپے نہیں دیئے جا کر اس کے گھر پہنچا دو غرض اس طرح عجیب وغریب روحانی تربیت و عظیم ترین تعلق کا سلسلہ قائم تھا کتنے مبشرات ایسے ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے انتہائی محبت اور وہ تعلق تھا جس کی نظیر عالم میں کم ملے گی خواب دیکھا بیمار ہو گئے تھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکریا: جب تم بیمار ہوتے ہو تو میں بھی بیمار ہوتا ہوں جب تمہارے سر میں درد ہو تو میرے سر میں بھی درد ہوتا ہے اس قسم کے حیرت انگیز منامات اور مبشرات کتنے ہیں! وسوسہ دل میں آیا کہ سکرات موت میں کیا حالت ہوگی شیطان بہت پریشان کرے گا۔

(فرمایا کہ) جہاں میں ہوں شیطان کا کیا کام ! آخر چند دن حیات کے باقی تھے میں حسب معمول اذان فجر سے کچھ قبل یا بوقت اذان رات کی حالت معلوم کرنے پہنچا تھا۔ فرمایا آ گئے میں نے عرض کیا کہ جی ہاں فرمایا آج حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی پادشاہ خاں (خادم خصوصی جو آخری وقت شب و روز خدمت کرتا تھا اور بے انتہا راحت پہنچاتا تھا) کو فرمایا اے پادشاہ خان جو خدمت تم کر رہے ہو میں بھی کرتا ہوں۔ سبحان اللہ کیا مقام تھا ! حق تعالیٰ کی زیارت کا شرف تو بیشمار مرتبہ حاصل ہوا ایک دفعہ جب دیدار پر انوار کی سعادت نصیب ہوئی حق جل ذکرہ نے فرمایا ، زکریا : تمہاری مثال میرے سامنے ایسی ہے جیسے کہ ایک ماں کے گود میں دو تین دن کا بچہ ہو بچہ نہیں جانتا کہ ماں اس کے ساتھ کیا کیا کر رہی ہے ان ہی ایام میں خواب دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ امی وابی سے کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں نے خواب دیکھا کہ حق تعالیٰ کرسی پر جلوہ گر ہیں اور میں ان کا طواف کر رہا ہوں جب یہ بیان شروع کیا وہی صورت و حالت سامنے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواب کی تعبیر دے رہے ہیں مجھے تو معلوم نہیں کہ آج تک کبھی کسی نے اس انداز کے مبشرات کی سعادت عظمیٰ حاصل کی ہو۔

بچپن سے دادی اور پھوپی سے سُنا کرتا تھا کہ تمہارے والد کی عمر سو سال ہوگی جبکہ راقم الحروف کی عمر پانچ برس کی تھی یعنی اب سے ٹھیک ۶۵ برس قبل گھر میں سُنا اور ایک دفعہ خود بھی فرمایا کہ میری چھوٹی ہمشیرہ مریمؒ نے ایک دفعہ جب اس پر حالت طاری ہوئی میری پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ زکریا تمہاری عمر سو سال ہے سو سال۔ وہ صاحب خوارق و کرامات تھی واردات و احوال غریبہ طاری ہوتے تھے اس حالت میں جو بات کہتی تھی یقینی ہوتی تھی بچپن سے دونوں بھائی بہن کا آپس میں خونی رابطہ سے زیادہ روحانی رابطہ تھا مکاشفات و واردات میں جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی ایک دوسرے کے لئے سفارش کرتے تھے اُن کا معاملہ فطری تھا بغیر سابقہ ریاضات کے حالات طاری ہوتے تھے والد صاحب کا معاملہ ریاضات کے بعد شروع ہوا دوسری بڑی ہمشیرہ یعنی میری عمہ نے مجھ سے فرمایا کہ ایک دفعہ شب قدر نصیب ہوئی اور اس کا علم بھی ہوا کہ شب قدر ہے اٹھیں وضو کیا نماز پڑھی سب سے پہلے دُعا اپنے بھائی کے لئے کی کہ ان کی عمر سو سال ہو یہ باتیں سُن چکا تھا بہر حال اس انقلاب آفرین زندگی کے تمام نشیب و فراز دیکھ کر آخری حیات طیبہ یاد خدا میں بسر کی اور ٹھیک سو سال اپنی حیرت انگیز زندگی کے پورے کرکے اپنی جان کو جان آفرین کے سپرد کر گئے مسکراتے ہوتے نور کے شعلوں میں واصل بحق ہوئے بلا شبہ یہ صدمہ میری زندگی میں عظیم ترین صدمہ ہے جب سید البشر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جن سے بڑھ کر استقامت و صبر کا پہاڑ مادر گیتی نے نہیں دیکھا نہ کبھی دیکھیگا سیدنا ابراہیمؑ اپنے جگر گوشہ کی وفات پر یوں نغمہ سرا ہیں : العین تدمع والقلب یحزن وانا بفراقک یا ابراھیم

لمحزونون حضرات صحابہ کرام کی حالت جو صبر واستقامت کے پہاڑ تھے حبیب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کیسی کیا کیفیتیں طاری ہوئی تھیں۔ اے اللہ ہم تو ضعیف وناتواں ہیں ہمیں صبر عطا فرما اور اے اللہ اس حادثہ جانکاہ اور روح فرسا میں ہماری اعانت فرما کر احسان فرما۔

اور اے اللہ میرے والد محترم کے مرقد مبارک کو روضۃ من ریاض الجنۃ بنا اور ان کی روح پاک کو اعلیٰ علیین میں پہنچا کر اکرام واعزاز فرما۔ اور اے اللہ ان کا مسکن وماوی جنت الفردوس کو بنا اور اے اللہ ان سے وہ معاملہ فرما جو تیری شان ارحم الراحمین کے شایان شان ہو اور اے اللہ آپ کا معاملہ جو محبوبان بارگاہ رحمت سے ہے اور جو مقربین بارگاہ قدس سے ہے وہ معاملہ فرما۔ اے اللہ جس طرح آپ نے اپنی ذات سے اور اپنے حبیب پاک سے دنیا میں جو نسبت اُن کو عطا فرمائی تھی آخرت میں اسی کے شایان شان رفع درجات وعلو مقامات نصیب فرما جن کے بارے میں یہ کہا جائے "ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر"

اور اے اللہ جس طرح ان کا آپ پر حُسن ظن تھا اس کے مطابق معاملہ فرما۔ اور اے اللہ جس چیز کو ہم نہ جانتے ہیں اور نہ اسے اپنی جہل سے مانگ سکتے ہیں ان کو وہ نعمتیں نصیب فرما کر سرفراز فرما۔

اور اے اللہ جس طرح آپ نے ہمیں ان کی حیات طیبہ میں دعوات سحر گاہی اور نیم شبی کی برکات سے سرفراز فرمایا تھا بعد ممات ان کی روح پر فتوح کی برکات سے مالا مال فرما کر سرفراز فرما تیری رحمت بہت وسیع ہے اور تیری قدرت بہت محیط ہے اور اے اللہ پشاور سے لے کر کراچی تک اور کراچی سے لے کر افریقہ تک اور افریقہ سے لے کر لندن ویورپ تک جن مخلصین ومحبین نے ایصال ثواب کر کے احسان فرمایا ہے اور جو محبین ایصال ثواب فرما رہے ہیں ان سب کو اجر عظیم عطا فرما کر احسان فرما اور جن کے بیشمار تعزیت کے ٹیلیگرام و بے شمار خطوط تعزیت آئے ہیں ان سب حضرات کو رفع درجات فرما۔ اور اے اللہ ہمارے قلب حزیں اور پسماندگان کے قلوب محزونہ کو صبر وسکون عطا فرما کر احسان عظیم فرما فما العیون دامعۃ والقلوب فاجعۃ ونحن بفراقہ لمحزونون ولا نقول الا ما یرضی بہ ربنا تبارک وتعالی ھذا! وصلی اللہ علی خیر البشر اصبر من جاء ومن غیر حب القبر الا طہر الانور ومن تسکن قلوب المحبین بحبہ وبذکرہ وبفکرہ کلما ذکرہ ذاکر وخطر

نامناسب نہ ہوگا کہ اگر ان خطوط تعزیت میں سے دو تعزیت نامے شائع کروں ایک تعزیت نامہ برادرم محترم مولانا محمد اشرف صاحب صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج کا ہے۔ دوسرا تعزیت نامہ برادر محترم مولانا عبدالقدوس صاحب قاسمی کا جو شعبہ اسلامیات کے سابق صدر پشاور یونیورسٹی کے ہیں وجزاھما اللہ خیراً بحسن عزائہما

یہ ہے وہ پورا مضمون جو مولانا بنوری صاحب نے اپنے والدِ محترم کی وفات پر لکھا تھا۔

اس مضمون کی پہلی بات جس کی وضاحت ہونی چاہیئے یہ عبارت ہے کہ:

> والدِ ماجد کیا تھے ایک گمنام ہستی جس نے ایک عالم اپنے اندر سمیٹ رکھا تھا شفیق بلخی، ابراہیم ادھم، بایزید بسطامی، سری سقطی معروف کرخی، جُنید بغدادی کے احوال اور مواجید تو دُنیا نے پڑھے ہیں لیکن اس فقیرِ بے نوا کی کس کو خبر؟

میرا خیال ہے کہ آپ ان بزرگوں کے متعلق جن کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے ضرور معلوم کرنا چاہیں گے کہ یہ حضرات کون اور کیا تھے۔ کوشش کروں گا کہ مشہور حضرات کی کتابوں کے حوالوں سے اُن کی شخصیات پر روشنی ڈالوں۔

حضرت ابراہیم ادہم

آپ کا پورا نام ابواسحٰق ابراہیم بن ادھم بن منصور تھا حضرت علی ہجویری صاحبِ کشف المجوب لکھتے ہیں کہ آپ خضر علیہ السلام سے بیعت تھے اور شروع میں بلخ کے امیر تھے۔ ایک دن شکار کو گئے اور ایک ہرن کے پیچھے لگ کر لشکر سے بچھڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہرن کو قوتِ گویائی عطا فرمائی۔ اُس نے بزبان فصیح آپ کو مخاطب کیا اور کہا۔ اَلِھٰذا خُلِقْتَ اَدبِھٰذا اُمِرْتَ یعنی کیا تم اسی لئے پیدا کئے گئے ہو، یا کیا اسی کام کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی دل میں خیال آیا اور توبہ فرما کر سب سے ہاتھ اُٹھا لیا اور زہد و ورع کے پابند ہو گئے آپ ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جب میں جنگل میں گیا تو ایک ضعیف العمر بزرگ صورت ملا وہ مجھ سے کہنے لگا اے ابراہیم تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون سی جگہ ہے تم بغیر

زاد و راحلہ کے جا رہے ہو۔ میں سمجھ گیا کہ یہ ضعیف العمر بزرگ نہیں بلکہ شیطان ہے میری جیب میں چار درم نقری پڑے ہوئے تھے جو میں نے کوفہ میں زنبیل بیچ کر جیب میں ڈال لئے تھے۔ ....

میں نے انہیں نکال کر پھینک دیا اور عہد کیا کہ ہر میل پر چار سو رکعت نفل پڑھوں گا۔ چار سال متواتر صحرانوردی میں رہا۔ میرا رازقِ مطلق بلا کسی تکلیف کے مجھے روزی پہنچاتا رہا۔ اسی اثنار میں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ اُن کے فیضِ صحبت میں مَیں نے اُن سے اللہ کا نام سیکھا۔ بس اس کے بعد میرا دل ماسواء اللہ سے قطعًا فارغ ہو گیا۔"

(کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب صد۲۲۹ و صد۲۳۱ مصنفہ علی ہجویری صاحب المعروف بہ داتا گنج بخش)

یہ تو صاحبِ کشف المحجوب کا بیان ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری صاحب نے اپنے پیر خواجہ عثمان ہارونی صاحب کے ملفوظات پر مشتمل جو کتاب "انیس الارواح" مرتب فرمائی ہے اس میں ابراہیم ادہم صاحب کے زہد و ورع کا وہ حال لکھا ہے کہ عقل حیران و ششدر رہے۔

فرمایا کہ ایک وقت حضرت خواجہ ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ راستہ مین چلے جاتے تھے کہ آواز نوحہ کی ایک طرف سے آئی فوراً رانگ گرم کرکے اپنے کانون مین ڈال لیا اور بہرے ہوگئے۔

(فوٹو: انیس الارواح صد۳۱ ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی مرتبہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری)

یہ واقعات لکھے ہوئے موجود ہیں اب اگر کسی کو یہ وسوسہ ستائے کہ ہرن فصیح عربی کیسے بولنے لگا۔ اور جنگل میں ہر میل طے کرنے پر چار سو رکعات نماز کیوں؟ یا یہ مسلسل صحرانوردی کیسی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کی تعلیم نہیں دی۔ اور اس ساری مدت میں بغیر کسی سبب کے رزق کا مہیا ہو جانا عجیب بات ہے۔ اور عجب تر یہ کہ خضر

علیہ السلام سے ملاقات اور بیعت کیسی اور وہ کون سا اللہ کا نام ہے کہ جس کے سیکھ لینے کے بعد ماسواء اللہ سے دل فارغ ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابی عبد اللہ بن عمرؓ نے تو گانے بجانے کے موقعوں پر کانوں میں انگلیاں دے لینے پر ہی اکتفا کی تھی یہ گرم رانگ ڈال کر بہرا ہو جانا کیا معنی؟ کیا یہ اللہ کی عطا کردہ ایک عظیم نعمت کے ساتھ ظلم نہیں ہے؟ اور کیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ظلم سے منع نہیں کیا ہے؟ تو بھائی میں اس کا کیا جواب دوں اور اگر کچھ جواب دینے کی کوشش بھی کروں تو اس کے بعد جو اس سے بھی زیادہ عجیب بات آ رہی ہے اُس کو کیا کروں گا۔ بہر حال ایسی بزرگی کے حاملین کو اولیاء اللہ کی صف میں کھڑا کرنا سخت مشکل نظر آتا ہے ان کے لئے تو کوئی اور ہی مقام ہونا چاہئے جو خدائی کے مقام کے ہم پلہ ہو۔

اسی کتاب میں خواجہ معین الدین صاحب چشتی لکھتے ہیں کہ خواجہ عثمان ہارونی نے

> فرمایا کہ جس روز حضرت **خواجہ ابراہیم ابن ادہم** بلخی رحمہ اللہ حکومت اور سلطنت سے تائب ہوئے تو جس قدر غلام تھے سب کو اپنے روبرو آزاد کیا اور بارادۂ حج خانہ کعبہ کی راہ لی اور فرمایا کہ حج کو ہر شخص پیروں کے بل جاتا ہے مجکو چاہیے کہ سر کے بل اس راہ کو طے کروں چنانچہ وقت سفر حج جو قدم کہ رکھتے ایک دوگانہ نفل شکرانہ ادا فرماتے تھے حتی کہ چودہ برس کی مدت مین بلخ سے خانہ کعبہ تک پہونچے تو اس مقام پر خانہ کعبہ کو نہ پایا نہایت متحیر ہوئے اسی حال مین ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اے ابراہیم ٹھیرو اور صبر کرو کہ خانہ کعبہ ایک ضعیفہ کی زیارت کو گیا ہے ابھی آیا جاتا ہے خواجہ یہ آواز سُن کر متحیر ہوئے اور عرض کیا کہ الٰہی وہ ضعیفہ کون ہین حکم ہوا کہ جنگل مین ایک ضعیفہ ہے خواجہ علیہ الرحمۃ روانہ ہوئے تاکہ ان ضعیفہ کی زیارت سے مشرف ہوں جب جنگل مین پہونچے تو حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمۃ کو دیکھا اور دیکھا کہ خانہ کعبہ اُن کے گرد طواف

گھر رہا ہے حضرت ابراہیم ابن ادہم علیہ الرحمۃ کو غیرت معلوم ہوئی اور حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمۃ
کو پکارا اور کہا کہ یہ کیا شور تم نے ڈالا ہے رابعہ بصری علیہا الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ شور میں نے
نہیں اُٹھایا ہے یہ شور تم نے جہان مین برپا کیا ہے کہ چلتے چلتے چودہ برس مین خانۂ
کعبہ تک پہونچے اور پھر بھی اُس کو آرزو کے ساتھ نہ پایا جب حضرت ابراہیم ادہم نے
یہ سُنا فرمایا کہ اے رابعہ رح تم کو آرزو خانۂ کعبہ کی تھی سو تمہارے پاس موجود ہوگیا اور
ہم کو آرزوئے ملاقات صاحب خانہ کی ہے لہذا وہ ہم سے محجوب کیا گیا

(فوٹو: انیس الارواح ص۱۸-۱۷ ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی مرتبہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری)

اس عظیم الشان واقعہ سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے ابراہیم ادہم صاحب اور رابعہ
بصری صاحبہ جیسے بزرگ کس عظیم الشان بڑائی کے مالک تھے وہاں یہ بات بھی سامنے آتی
ہے کہ خواجہ ابراہیم ادہم کو بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح ندائے غیب سے نوازا گیا اور
کیوں نہ ایسا کیا جاتا جبکہ وہ ۱۴ سال میں ہر ہر قدم پر دو رکعت نفل شکرانہ پڑھتے ہوئے
خانۂ کعبہ تک پہنچے تھے۔ پھر خانۂ کعبہ کا وہاں موجود نہ ہونا اور آواز کا آنا کہ کعبہ جنگل میں
ایک ضعیفہ کی زیارت کو گیا ہے ابھی آیا چاہتا ہے صبر کرو، پھر آپ کا کعبہ کی تلاش میں جنگل
میں جاکر دیکھنا کہ خانۂ کعبہ رابعہ بصری کے گرد طواف کر رہا ہے، غیرت کا آنا اور رابعہ بصری
کو پکار کر کہنا کہ یہ کیا شور تم نے ڈال رکھا ہے، اس کے جواب میں رابعہ بصری کی ان پر
فضیلت اور غیب دانی کہ ابراہیم ادھم کی ۱۴ سال کی ریاضت اور انجام کا ان کی ناکامی
کا راز اُسی وقت فاش فرما دیا۔ ہاں، یہ بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ خواتین کا اکیلے جنگل میں
کیا کام؟ اور یہ کہ کیا یہ ولیہ پردہ نہیں کرتی تھیں؟ چاہے اس کا جواب میرے پاس ہو
مگر اس واقعہ سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ خانۂ کعبہ ایک جامد چیز نہیں ہے۔ یہ اور بات کہ کسی
اپنی مصلحت کی بنا پر وہ صلح حدیبیہ کے موقع پر چند میل آگے بڑھ کر "حدیبیہ" تک نہ آیا ورنہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو عمرہ سے محروم واپس مدینہ

لوٹنا نہ پڑتا۔

خواجہ نظام الدین اولیاء صاحب کے ملفوظات المسمّٰی بفوائد الفواد میں بھی حضرت ابراہیم ادہم کی ایک بہت بڑی بزرگی کا ذکر ہے۔

دو شنبہ ۲۹ ماہ ذی الحجہ ۷۰۸ھ

دولت پابوسی حاصل ہوئی مناقب و مراتب ابراہیم ادہمؒ کا ذکر فرما رہے تھے کہ وہ نو برس تک غار میں رہے اور اُس غار میں ایک چشمہ بھی جاری تھا آپ اُس چشمہ پر مقیم تھے اور خدا کی بندگی کیا کرتے تھے ایک رات ایسی سردی پائی کہ ہلاک ہونے کا خوف ہوگیا۔ ناگاہ اُس تاریکی میں ایک پوستین پر ہاتھ جا پڑا آپ نے اُسے اوپر ڈال لیا ذرا گرما گئے جب صبح ہوا تو وہ پوستین آپ نے اتار دیا جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اژدھا تھا آنکھیں کھولے ہوئے سر ہلا رہا تھا آپ بہت متحیر ہوئے کہ اتنے میں ایک آواز سنی نَجَّیْنَاکَ مِنَ التَّلَفِ بِالتَّلَفِ یعنی ہم نے تجھے تلف کرنے والی شئے یعنی (سرما) سے اُس تلف کرنے والی شے یعنی (اژدھے) کے ساتھ نجات دیدی۔

(فوٹو: صد۱۵۴ فوائد الفواد ملفوظات نظام الدین اولیاء صاحب مرتبہ خواجہ حسن دہلوی۔ ترجمہ بریاں اور صد۱۰۹-۱۱۰ ترجمہ پروفیسر محمد سرور)۔

حضرت بایزید بسطامی

آپ کا پورا نام ابو یزید طیفور بن عیسیٰ بسطامی تھا آپ نے ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ خواجہ جنید بغدادی اُن کے بارے میں فرماتے تھے کہ "ابو یزید مِنّا بمنزلۃ جبرئیل فی الملائکۃ" یعنی بایزید بسطامی ہم میں ایسے معظم ہیں جیسے جبرئیل امین ملائکہ میں۔

یہی وہ حضرت ہیں جو اس قدر بزرگ ہو گئے تھے کہ فرماتے تھے سُبْحَانِی مَا اَعْظَمَ شَانِی۔ میں پاک ذات ہوں میری بلندیٔ شان کا کیا پوچھنا۔

علی ہجویری صاحب یہ لکھ کر فرماتے ہیں کہ یہ کہنا اُن کی گفتار کا نشانہ ہے

درحقیقت یہ کہنے والا حق تعالیٰ ہی پردۂ عبد میں ہے۔ (ص ۲۴۳ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب)

اللہ اللہ فنا فی اللہ کی کیا انتہا ہے۔

آپ کا یہ قول بھی ہے کہ خُضتُ بحرًا وَقفَ الانبیاء بساحِلِه۔ یعنی میں نے تو بحر (معرفت) میں غوطہ لگا لیا اور انبیاء اس کے ساحل پر کھڑے رہے۔ اور مُلکی اعظمُ من ملكِ الله۔ میری بادشاہی خدا کی بادشاہی سے عظیم ہے۔ یہ بھی کہ ما فی جُبّتی اِلّا الله میرے جُبّہ میں اللہ کے علاوہ کچھ نہیں اور لوائی اَرفعُ من لواءِ محمّد (میرا جھنڈا احمدؐ کے جھنڈے سے بلند ہے)

اسی بزرگی کی وجہ سے امیر بلخ کی بیٹی اور حضرت احمد بن خضرویہ کی بیوی جو بہت بڑی ولیہ تھیں، جب حضرت بایزید بسطامی کی زیارت کو آئیں تو انہوں نے اپنا نقاب ہٹا دیا اور حضرت کے ساتھ بے حجابانہ گفتگو شروع کر دی۔

حتیٰ کہ ایک بار حضرت احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ کو حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شوق ہوا۔ حضرت فاطمہ بھی حضرت بایزید کے دربار میں ہمراہ حاضر آئیں۔ جب حضرت بایزید کے سامنے دونوں آگئے حضرت فاطمہ نے نقاب ہٹا دیا۔ اور حضرت بایزید کے ساتھ بے حجابانہ گفتگو شروع کر دی۔ حضرت احمد خضرویہ کو اُن کی اس حرکت پر تعجب ہوا اور غیرت زوجیت آپ پر مستولی ہوگئی۔ فرمانے لگے فاطمہ جس بے حجابی سے تم بایزید کے سامنے باتیں کر رہی ہو اس کی وجہ مجھے بھی معلوم ہونی چاہیئے۔

حضرت فاطمہ نے فرمایا۔ احمد تم محرم طبیعت ہو۔ اور بایزید محرم طریقت۔ تمہارے ذریعہ میری اَنس حرص وہوا کا علاج ہوتا ہے اور اُن کے ذریعہ خدا رسی ہوتی ہے۔ اور اسکی دلیل یہ ہے کہ بایزید مجھ سے بے نیاز ہے اور تم میرے محتاج ہو۔

غرضکہ حضرت فاطمہ ہمیشہ حضرت بایزید کے سامنے بے حجاب رہتیں اور نہایت بے تکلفی سے کلام فرماتیں۔

ایک روز حضرت بایزید کی نظر حضرت فاطمہ کے ہاتھ پر پڑی۔ دیکھا مہندی لگی ہوئی ہے فرمایا فاطمہ! ہاتھوں میں مہندی لگا رکھی ہے۔ آپ نے فرمایا بایزید! جبتک کہ تمہاری نظر میرے ہاتھ پر نہ پڑی تھی۔ میرا آپ کے ساتھ رابطہ بے حجاب تھا۔ اب جبکہ تمہاری نظر مجھ پر پڑنے لگی۔ اب آپ سے بیحجابی حرام ہے۔ بس اسی روز واپس ہوگئیں اور نیشاپور تشریف لا کر قیام فرمایا۔

(فوٹو: کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب ص۲۵۵-۲۵۶ مصنفہ علی ہجویری صاحب المعروف بہ داتا گنج بخش)

یہ واقعہ صاف بتا رہا ہے کہ آپ پر ایسے اوقات بھی آتے تھے جب آپ کے اوپر سے اور آپ کے وابستگان کے اوپر سے پردے کے شرعی احکام اٹھ جایا کرتے تھے اور جب آپ احاطہ بشریت میں واپس آجاتے تھے تو وہ احکام بھی واپس آجاتے تھے یہی وہ بزرگی ہے جس کی وجہ سے علی ہجویری صاحب لکھتے ہیں :-

اور مجھے بھی (یعنی حضرت علی بن عثمان جلابی رحمۃ اللہ علیہ کو) ایک دفعہ ایسا واقعہ گذرا میں نے اس امید پر بہت کوشش کی کہ کسی طرح یہ واقعہ حل ہو مگر حل نہ ہوا۔ اور ایک دفعہ اس سے بھی قبل ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ تو میں مزار حضرت شیخ بایزید رحمۃ اللہ کا اس وقت تک مجاور بنا رہا۔ جبتک وہ حل نہ ہوا۔ آخر حل ہو گیا۔
اس دفعہ بھی وہاں کا قصد کیا۔ اور تین بار مزار پاک کی مجاورت کی تاکہ حل ہو مگر نہ ہوا۔ ہر روز تین بار غسل کئے تیس بار وضو کئے اور امید کشف میں رہا۔ مگر بالکل انکشاف نہ ہوا۔ آخر اُٹھا اور خراسان کا سفر اختیار کیا۔

(فوٹو: ص۱۷۱ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب مصنفہ حضرت علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش)

یہ واقعہ آپ کی ذات ہی کی نہیں بلکہ آپ کے مزار کی بزرگی کی بھی روشن دلیل ہے کہ علی ہجویری صاحب کو "حلِ مشکل" کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے علی الرغم ان کے مزار کی مجاورت کرنا پڑی اور پہلی مرتبہ اُن کو کامیابی بھی حاصل ہوئی اور عقدہ حل ہو گیا۔ اس

واقعہ میں قبر پرستی کی بیماری کی نشان دہی کرنے کی کوشش مناسب نہیں ہے کیونکہ معاملہ عوام کا معاملہ نہیں ہے۔

حضرت بایزید بسطامی کے عشق و محبت الٰہی کے غلبہ کا یہ واقعہ سننے کے لائق ہے اس واقعہ کو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری صاحب کی زبان سے سنیئے:۔

اسکے بعد عشق مین گفتگو ہونے لگی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا
کہ عاشق کا دل محبت کا آتشکدہ ہی پس جو کچھ اس آتشکدہ ز بھٹی، مین پڑتا ہی جلکر خاک اور نابود ہو جاتا ہی کسواسطے کہ
کوئی آگ عشق و محبت کی آگ سے بڑکر نہین ہی اسکے بعد فرمایا کہ ایک وقت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ مقام قرب مین
تشریف لیگئی ہاتف نے آواز دی کہ ای بایزید آج تمہاری خواستگاری اور ہماری بخشش و عطا کا وقت ہی مانگو کیا مانگتے ہو مین
تمکو دونگا خواجہ نے فوراً سجدہ مین سر جھکایا اور کہا کہ بندہ کو خواستگاری سے کیا کام بادشاہ کی بخشش و انعام و اکرام
جسقدر ہو بندہ اُس مین راضی ہی پھر آواز آئی کہ اے بایزید ہم نے تجکو آخرت کی خوبی اور رستگاری عطا کی۔ بایزید
نے عرض کیا کہ الٰہی آخرت تو دوستوں کا بندی خانہ ہے پھر آواز آئی کہ اے بایزید اچھا ہم نے بہشت اور دوزخ
اور عرش اور کرسی جو کچھ ہماری مملکت ہی تجکو دی۔ عرض کیا خیر پھر ندا آئی کہ اچھا تمہارا کیا مطلب ہے کچھ مانگو
تو ہم دین عرض کیا کہ الٰہی جو میرا مطلب ہے وہ تو خود جانتا ہے آواز آئی کہ اے بایزید تو ہم کو ہمسے مانگتا ہے اگر ہم
تجکو تجھسے مانگین تو تو کیا کریگا۔ جیسے ہی یہ آواز آئی خواجہ نے قسم کھا کر عرض کی کہ قسم ہے تیرے عزت اور جلال
کی اگر تو مجکو کل قیامت مین طلب کریگا اور آتش دوزخ کے سامنے کھڑا کریگا تو حاضر ہون گا اور کھڑا ہو کر ایسی آہ
سرد کھینچون گا کہ دوزخ کی حرارت زائل ہو جائیگی حتیٰ کہ کچھ نہ رہیگی کیونکہ آتش محبت کے سامنے اُسکی کیا اصل ہی
جب بایزید نے یہ فرمایا ندا آئی کہ اے بایزید ہر چہ جستی یافتی (یعنی جس چیز کی تجھ کو تلاش تھی تو نے پائی)

(فوٹو: صـ ۹۷ ترجمہ دلیل العارفین، ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی مرتبہ خواجہ بختیار کاکی)

ہو سکتا ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ عرش و کرسی کا دیا جانا کوئی شاعرانہ قسم کی بات ہے جیسے ع یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں۔ تو ایسے خیالات کو دل سے نکال دیجئے کیونکہ یہ اُن مقامات قرب و محبت کا معاملہ ہے جہاں خالق و مخلوق کے درمیان فرق

باقی نہیں رہتا اور ایک ذات مرکب وجود میں آتی ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ بندہ جو چاہے سو کر سکتا ہے ایک آہِ سرد سے آتشِ دوزخ کو ٹھنڈا کر دینا کیا بڑی بات ہے یہ فنا فی اللہ کا وہ مقام ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی نے فرمایا کہ عارفوں کے لئے ایک مرتبہ ہے کہ جب عارف اس مرتبہ پر پہنچتا ہے تو تمام جہان کو اور جو کچھ کہ تمام جہان میں ہے سب کو درمیان شگاف دو انگلیوں کے دیکھتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی کے متعلق حکایت بیان کرتے ہوئے حضرت معین الدین چشتی نے فرمایا:-

بیرخواجم

بایزید رحمۃ اللہ نے اسی مقام پر فرمایا کہ مین تون خانہ کعبہ کا طواف کرتا رہا جب مجکو قرب وحضوری عطا کی گئی اسوقت خود خانہ کعبہ نے میری گرد طواف کیا پھر یہ فرمایا کہ حالت عاشقی مین ایک رات مین شدت اضطراب وقلق کے سبب اپنے دل کا اطمینان چاہتا تھا اور اُسکے لیے دعا کرتا تھا صبح کے وقت ندا آئی کہ اے بایزید ہمارے سوا اور چیز کی خواہش کرتا ہے۔ اور دل مانگتا ہی دل سے تجھکو کیا کام۔ اسکے بعد اسی محل مین فرمایا کہ عارف وہ شخص ہے کہ جہان کہین رہے جو چیز چاہے وہ اُسکے آگے حاضر ہو اور جس سے کچھ کلام کرے وہ اس کو جواب دے لیکن ان عارفون کے مسلک مین وہ شخص عارف نہین ہے کہ کسی چیز کے درپے اور طالب ہو۔ اسکے بعد فرمایا کہ عارفون کے لیے ایک مرتبہ ہے کہ جب عارف اُس مرتبہ مین پہنچتا ہی تو تمام جہان کو اور جو کچھ کہ تمام جہان مین ہی سب کو درمیان شگاف دو انگلیون کے دیکھتا ہے۔ چنانچہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ سے لوگون نے پوچھا کہ آپنے طریقت مین اپنا سلوک کہان تک پہنچایا ہی فرمایا کہ مین نے یہان تک اپنا سلوک پہنچایا ہے کہ جب مین اپنی دو انگلیون کے درمیان نظر کرتا ہون تو تمام دنیا و مافیہا کو انھین دیکھتا ہون

(فوٹو: ص ۹۹-۱۰۰ ترجمہ دلیل العارفین ملفوظات معین الدین چشتی مرتبہ بختیار کاکی)

آپ کی وفات کا واقعہ خواجہ نظام الدین اولیا ملفوظاتِ خواجہ فرید الدین گنج شکر میں یوں تحریر فرماتے ہیں:-

پھر آپ نے اسکے مطابق یہ حکایت فرمائی کہ ایکدفعہ شیخ علی کی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب مین دیکھا کہ عرش اُٹھائے لیے چلا جارہا ہون جب صبح ہوئی تو جی مین خیال کیا کہ مین یہ خواب کسکے سامنے بیان کرون جو تعبیر پاؤن ۔ پھر جی مین کہا کہ بایزید بسطامی رح سے چل کے دریافت کر۔ اسی فکر مین جب گھر سے باہر نکلا دیکھا تو بسطام مین ایک شور برپا تھا اور خلق رورہی تھی مین حیران ہوکر کھڑا ہوگیا پوچھا کیا حال ہے کہا خواجہ بایزید علیہ الرحمۃ نے انتقال کیا۔ شیخ علی رح نے سنتے ہی ایک نعرہ مارا اور زمین پر گر پڑے۔ پھر نعرہ مارتے ہوئے بایزید کے جنازہ کے پاس تک پہونچے مگر خلق کے اژدحام سے وہانتک پہونچ نہین سکتے تھے مگر شیخ علی ہزار حیلہ و دشواری سے جنازہ تک آئے اور کندھا دیا۔ بایزید رح نے آواز دی کہ اے علی جو تونے خواب دیکھا تھا اُسکی یہی تعبیر ہے یہی جنازہ بایزید عرش خدا ہے کہ جو سر پر لیے جارہا ہے۔

(فوٹو : ص ۲۱۵ ترجمہ راحت القلوب ملفوظات خواجہ فرید الدین گنج شکر مرتبہ نظام الدین اولیاء)

آپ شاید تعجب فرمائیں کہ بایزید بسطامی نے مرنے کے بعد کیسے شیخ علی کیؒ سے گفتگو کی اور یہ بات آپ شاید ماننے پر کبھی تیار نہ ہوں اس لئے میں آپ سے استدعا کروں گا کہ آپ تھوڑا صبر کریں۔ آگے کے مضمون میں انشاء اللہ اس بات کی اصل سامنے آجائے گی اور پھر آپ کی ساری پریشانیوں کا حل نکل آئے گا اور آپ اس بات کے قائل ہوجائیں گے کہ یہ اولیاء اللہ مرتے نہیں ہیں صرف نقل مکانی کرجاتے ہیں۔

حضرت بایزید بسطامیؒ یہ بھی طاقت تھی کہ نگاہ ڈالیں اور جان نکال لیں، جیسے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب "انفاس العارفین" میں اپنے تایا ابوالرضا محمد صاحب کی بزرگی کے سلسلہ میں ذکر فرمایا ہے، یہ اور بات کہ اُن کے تایا صاحب حضرت بُسطامی سے بھی زیادہ بزرگ تھے کیونکہ وہ جان نکالنے کے بعد واپس بھی لوٹا سکتے تھے، ملاحظہ ہو :-

رحمت اللہ کفش دوز حکایت میکرد کہ حضرت ایشان در ان زلا

کہ در مسجد نشستہ بودند و من در مقابلۂ ایشان زیر درختی ایستادہ بحضور حضرت ایشان گفت کہ بایزید بسطامی در بعض احیان نظر میکردند بسوی کسی وی میمرد از قوت جذب حدت نظر شیخ آن امروز ما غلغلۂ شیوخ بسیار می شنوم و در ہیچکس قوت باطن باین مثابہ نبی یابم حضرت ایشان را غیرت آمد فرمودند بایزید جذب ارواح میکرد و ردّ آنہا نمیکرد و دل مرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بر دل خود تربیت فرمودہ است و آں قوت دادہ کہ اگر خواہم جذب کنم روح کسی را اگر خواہم رد کنم او را نگاہ حضرت ایشان بسوی من نظر کردند و روح مرا جذب فرمودند بر زمین افتادم و مردم و ہیچ شعور این عالم مرا نماند الّا آنکہ خود را غریق در بحر عظیم می یافتم پس بطرف سائل متوجہ شدند کہ این را بین مُردہ است یا زندہ تامل کرد و گفت مُردہ است فرمودند اگر خواہی مُردہ گذارم و اگر خواہی زندہ کنم گفت اگر زندہ شود کمال رحمت است حضرت ایشان دیگر بار توجہ کردند پس زندہ شدم و بایستادم حاضران ہمہ از قوت حال حضرت ایشان متعجب شدند

ترجمہ:

کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک

رحمت اللہ کفش دوز نے بیان کیا کہ ایک موقع پر حضرت شیخ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اور میں ان کے سامنے ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے کہا، کہ حضرت بایزید بسطامیؒ بعض اوقات کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے تو قوت جذب اور شیخ کی گرمی نگاہ سے اس کی روح پرواز کر جاتی تھی۔ آج کل ہم مشائخ کا شور سنتے ہیں مگر کسی کی قوت باطنی میں یہ تاثیر نہیں دیکھی۔ یہ سن کر حضرت شیخ نے جوش میں فرمایا کہ بایزید روحیں نکال تو لیتے تھے مگر جسم میں واپس نہیں لوٹا سکتے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دل کو اپنے قلب اطہر کے زیر سایہ ایسی تربیت اور وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ جب چاہوں کسی کی روح کھینچ لوں اور جب چاہوں اسے واپس لوٹا دوں اعین اسی وقت شیخ نے مجھ پر نظر کر کے میری روح کھینچ لی اور میں زمین پر گر کر مر گیا اور مجھے اس عالم کا کوئی شعور نہیں رہا۔ سوائے اس کے کہ مَیں نے اپنے آپ کو،

ایک بہت بڑے دریا میں غرق پایا۔ آپ نے سائل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسے دیکھو مرا ہے یا زندہ؟ اس نے سوچ کر کہا کہ مردہ ہے۔ فرمایا اگر تو چاہے تو اسے مردہ چھوڑ دوں اور اگر پسند کرے تو اسے زندہ کر دوں! کہنے لگا اگر زندہ ہو جائے تو یہ انتہائی رحمت ہوگی۔ آپ نے مجھ پر دوبارہ توجہ ڈالی تو میں زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تمام حاضرین مجلس حضرت شیخ کی قوت حال سے متعجب ہوئے۔

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین اصل فارسی صہ ۹۵-۹۶ اور اُردو ترجمہ صہ ۲۰۶ و ۲۰۷ شائع کردہ المعارف" لاہور۔ مصنف شاہ ولی اللہ دہلوی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بیان کردہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ کچھ ایسے بزرگ بھی ہوتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست تربیت حاصل کر کے خدائی صفات سے متصف ہو جاتے ہیں اور مارنا اور جلانا ان کے قبضۂ اختیار میں آجاتا ہے کیونکہ یہ تو اللہ ہی کے کام ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ توحید کے انکار کرنے والوں کے مقابلہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ ان کے سامنے یہ اعلان کیجئے کہ آپؐ صرف اُس مالک کی بندگی کرتے ہیں جو اکیلا ہی تم کو (اے کافرو) موت دیتا ہے گویا یہ لوگ بھی اس بات کے قائل تھے کہ مارنا اور جلانا تو صرف ایک آسمان والے ہی کے ہاتھ میں ہے۔ آیت یوں ہے۔

فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ (یونس)

ترجمہ: پس میں بندگی نہیں کرتا اُن کی جن کی بندگی اللہ کو چھوڑ کر تم کرتے ہو بلکہ میں تو صرف اُس اللہ کی بندگی کرتا ہوں جو تم کو موت دیتا ہے۔ (یونس آیۃ ۱۰۴)

حضرت جنید بغدادی اور سریؒ سقطی

حضرت جُنید بغدادی کا پورا نام ابوالقاسم جُنید بن محمد بن جُنید تھا

کشف المحجوب میں لکھا ہے

اور مشہور ہے کہ زمانہ حیات سری سقطی رحمۃ اللہ میں پیروں نے حضرت جنید بن محمد سے عرض کی ہمیں کچھ فرمایئے۔ تاکہ ہمارے دل سکون و راحت پائیں۔ آپ نے صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا جب تک میرے شیخ حضرت سری جلوہ آرائے مسند ظاہر ہیں میں کوئی بات کہنے کا مجاز نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ ایک رات خواب استراحت میں تھے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آراء سے مشرف ہوئے۔ دیکھا کہ حضور فرما رہے ہیں۔ جنید لوگوں کو کچھ سنایا کرو اس لئے کہ تیرے بیان سے اللہ تعالٰی ایک عالم کی نجات فرمائے گا۔

جب بیدار ہوئے تو دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ میں اپنے مرشد کے درجہ سے اتنا بلند ہو گیا ہوں کہ حضور نے مجھے حکم دعوت فرمایا۔ جب صبح ہوئی حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرید بھیجا اور حکم دیا کہ جب جنید نماز سے فارغ ہوں تو کہو کہ میرے مریدوں کی رجوع اسعد نے رد کر دی اور انہیں کچھ نہ سنایا۔ اشیاخ بغداد نے سفارش کی اسے بھی تم نے رد کر دیا۔ میں نے پیغام بھیجا پھر بھی آمادہ وعظ نہ ہوئے۔ اب جبکہ پیغمبر عالم سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تمہیں ملا ہے۔ لہذا اس حکم کی تعمیل کرو۔

حضرت جنید بن محمد نے یہ حکم سنتے ہی جواب میں کہلا بھیجا کہ حضور جو میرے دماغ میں افضلیت کا سودا سمایا ہے وہ جاتا رہا ہے اور میں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ سری سقطی میرا مرشد کامل میرے تمام حالات ظاہر و باطن سے مشرف ہے۔ اور آپ کا درجہ ہر حال میں میرے درجہ سے بلند۔ اور آپ یقیناً میرے اسرار پہ مطلع ہیں۔ اور میں آپ کے منصب جلیل کی بلندی سے محض بے خبر ہوں۔ اور اپنی اس غلطی سے استغفار کرتا ہوں جو میں نے اس خواب کے بعد اپنے متعلق سوچا تھا۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی حضور آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نے خواب میں حضور کی زیارت کی۔ فرمایا میں نے اللہ تعالٰی کے

جمال سے خواب میں شرف حاصل کیا۔ مجھے جناب باری تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ میں نے اپنے حبیب پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنید کے پاس بھیجا کہ اُسے حکم دو تاکہ وہ وعظ کہے تاکہ اہلِ بغداد کی مراد بر آئے۔

یہ حکایت دلیل واضح ہے کہ پیرانِ کامل ہر صورت میں مرید کے حالات پر واقف ہوتے ہیں

(فوٹو: صـ ۲۶۸ و ۲۶۹ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب مصنفہ حضرت علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش)

علی ہجویری صاحب کے بیان کئے ہوئے اس واقعہ سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ ماموں بھانجے کس پایہ کے لوگ تھے۔ ایک کا اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست تعلق تھا تو دوسرے کا اللہ العالمین سے وہ رابطہ کہ وہ اُن کو بتا دیتا ہے کہ میں نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے بھانجے کے پاس اس حکم کے ساتھ بھیجا ہے۔ شاید اس بات کے ماننے میں آپکو کچھ تردّد ہو کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اگر کسی کا چھوٹا اس کی بات نہ مانے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنی بات منوالے تو بھائی آپ کے اس تردّد کا علاج میرے پاس نہیں ہے۔ ہاں یہ سب کچھ کیوں اور کس طرح ہوتا ہے، آنے والے صفحات میں اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کروں گا کیا عجب کہ بات دل کو لگ جائے۔ لیکن اس بات کو یاد رکھئے کہ یہ واقعہ ایسا واقعہ ہے کہ جس کی تائید عبد القادر جیلانی صاحب نے بھی کر دی ہے اور ان کی کتاب فتح الربانی کے ترجمہ فیوض یزدانی صـ ۲۴۹ شائع کردہ مدینہ پبلشنگ کراچی میں موجود ہے۔

اس واقعہ میں اہل تصوّف کے اس بنیادی تصور کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ :۔
یہ حکایت دلیلِ واضح ہے کہ پیرانِ کامل ہر صورت میں مرید کے حالات سے واقف ہوتے ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے یہ تو پیروں کو خدائی کا درجہ دینا ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہ حال نہیں تھا وہ بھی صحابہ کرامؓ کے حالات سے واقف نہ ہوتے

تھے ، اور انہیں بھی ان کے احوال جاننے والوں سے دریافت کرنا پڑتے تھے۔ یہاں پھر میں اپنی مجبوری کا اعتراف اور آپ سے صبر کا تقاضہ کروں گا۔

اسی کشف المحجوب میں ایسے اور واقعات بھی ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ اپنے ماموں اور پیر حضرت سری سقطی کی طرح خواجہ جنید بغدادی بھی دل کی باتوں سے واقف ہوتے تھے۔

ایک واقعہ ہے کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ سے آپ کا ایک مرید کچھ بداعتقاد ہوا اور اس غلط فہمی میں پڑا کہ اب میں بھی کسی درجہ پر فائز ہو چکا ہوں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ اعراض کر لیا۔ چند روز بعد اس غرض سے آیا کہ تجربہ کرے اور دیکھے کہ میرا خیال جنید پر منکشف بھی ہوا یا نہیں۔ اور حضرت جنید اپنے نور فراست سے اس کی حالت ملاحظہ فرما رہے تھے۔ جب وہ مرید آیا آپ سے کچھ سوال کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ کیسا جواب چاہتا ہے۔ الفاظ و عبارات میں یا حقیقت معنی میں۔ مرید نے عرض کی دونوں طرح آپ نے فرمایا عبارتی جواب تو یہ ہے کہ اگر میرا تجربہ کرنے کی بجائے اپنا تجربہ کر لیتا تو میرے تجربہ کا محتاج نہ ہوتا۔ اور اس جگہ تجربہ کی غرض سے نہ آتا۔

اور معنوی جواب یہ ہے کہ میں نے تجھے منصب ولایت سے معزول کیا۔ یہ فرمانا تھا کہ مرید کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ چیخنے لگا اور پکارا کہ حضور راحت یقین میرے دل سے جاتی رہی توبہ کرنے لگا۔ اور پہلی بکواس سے ہاتھ اٹھایا۔ اس وقت حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ تو نہیں جانتا کہ اللہ کے ولی والیان اسرار ہوتے ہیں۔ تجھ میں ان کی ضرب کی برداشت نہیں۔ پھر ایک پھونک اس پر ماری۔ وہ پھر اپنے پہلے درجہ پر متمکن ہوا۔ اس دن سے خاصان بارگاہ کے معاملات میں دخل دینے سے بھی توبہ کی اور پختہ عہد کر لیا۔

(نوٹ: صفحہ ۲۷۰-۲۷۱ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب مصنفہ علی ہجویری صاحب المعروف بہ داتا گنج بخش)

دل کے حالات سے واقفیت اور ولایت سلب کر کے پھونک مار کر واپس کر دینا کیا معمولی بات ہے

حضرت جنید بغدادی کی طاقت اور دل کے حالات سے واقفیت کا حال کشف المحجوب کے ایک دوسرے واقعہ سے سنیئے۔

> اور کہتے ہیں کہ خیر نساج رحمۃ اللہ علیہ پر ایک خاطر رونما ہوئے کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ دروازہ پر ہیں۔ آپ نے اس خطرہ کو اپنے سے دور کرنا چاہا کہ دوسرا خطرہ خاطر مبارک میں آیا۔ آپ اس کے دفع میں مشغول ہوئے کہ پھر تیسری بار خطرہ ہوا کہ حضرت جنید دروازہ پر تشریف فرما ہیں جا کر دیکھا تو حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو دروازہ پر کھڑا پایا۔ حضرت جنید نے فرمایا۔ اے خیر نساج اگر تو پہلے خطرہ کو خاطر میں لے آتا اور سیرت مشائخ پر عمل پیرا ہو جاتا تو اتنی دیر میں دروازہ پر کھڑا نہ رہتا۔
> مشائخ فرماتے ہیں کہ اگر خطرہ خاطر خیر میں آیا تو اس میں جنید کو کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جنید شیخ خیر نساج تھے اور شیخ لامحالہ احوال مرید سے واقف ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کا فرمانا صحیح تھا۔

(فوٹو: ص ۵۹۲-۵۹۳ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب)

جنید بغدادی صاحب نے خیر نساج کو بتا دیا کہ تمہارے دل میں پہلا خیال یہ آیا تھا کہ میں دروازہ پر کھڑا ہوں لیکن تم نے پرواہ نہ کی۔ یہاں بھی وہی بات ہے کہ پیر کامل ہمیشہ اپنے مرید کے دل کے خیالات سے واقف ہوتا ہے۔

"کشف المحجوب" کی عبارت کے بعد جنید بغدادی صاحب کی بزرگی اعلحضرت احمد رضا خاں بریلوی کے ملفوظات میں دیکھئے۔ ایک صفحہ کا عکس آپ کے سامنے ہے:

> **عرض**۔ حضور یہ واقعہ کس کتاب میں ہے کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یا اللہ فرمایا اور دریا میں اتر گئے۔ پورا واقعہ یاد نہیں۔
> **ارشاد**۔ غالباً حدیقہ ندیہ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیدی جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دجلہ پر تشریف لاتے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین

کی مثل چلنے لگے بعد کو ایک شخص آیا۔ اُسے بھی پار جانے کی ضرورت تھی کوئی کشتی اس وقت موجود نہ تھی جب اس نے حضرت کو جاتے دیکھا عرض کی میں کس طرح آؤں فرمایا یا جنید یا جنید کہتا چلا آ اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا میں پہنچا شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکارا حضرت میں چلا فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید جب کہا دریا سے پار ہوا۔ عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی آپ اللہ کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں فرمایا ارے نادان ابھی تو جنید تک تو پہنچا نہیں اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔ اللہ اکبر

(فوٹو: صہ ۱۱۷ ملفوظات مجدد مائتہ حاضر اعلیحضرت احمد رضا خان بریلوی حصہ اول)

پانی پر زمین کی طرح چلنے کی شان ملاحظہ فرمائیے اور یہ بھی کہ اپنے پیچھے آنے والے کو یا جنید یا جنید کا ورد بتلایا اور پھر یہ بھی ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنا بغیر کسی بزرگ کے واسطہ کے ممکن نہیں ہے اور قرآن میں جو براہِ راست و بلا واسطہ رجوع کا ذکر ہے وہ محلِّ نظر ہے۔ اس سے زیادہ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ شیخ اکبر ابن عربی نے اپنے رسائل میں لکھا کہ عالم تجلیات میں جب جنید بغدادی سے ملاقات ہوئی تو وہ میری غیر معمولی قابلیت سے بہت زیادہ مرعوب ہو گئے لیکن میں نے اُن کو اطمینان دلایا کہ جب آپ کو میرا جیسا جانشین ملا ہے تو پھر کس بات کا ڈر ہے۔ (رسائل ابن عربی جزء ثانی کتاب تجلیات صہ ۳۵)

یہ اور بات کہ جنید بغدادی اور ابن عربی کے زمانوں میں ۳۴۰ سال کا فرق ہے جنید بغدادی کی وفات ۲۹۸ھ اور ابن عربی کی ۶۳۸ھ میں۔ کچھ ہو بہر حال یہ بات

تو واضح ہوگئی کہ بزرگ حضرات کے سامنے "برزخ" کی آڑ کوئی آڑ نہیں جب چاہیں اس کو پار کرلیں۔

حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے حضرت جنید بغدادی کی عظمت کا جو واقعہ حاجی امداد اللہ صاحب کے ملفوظات کی کتاب" امداد المشتاق" میں لکھا ہے وہ آپ کے سامنے ہے

(۲۲۸) فرمایا حضرت جنید بغدادی بیٹھے تھے ایک کتا سامنے سے گزرا آپکی نگاہ اُسپر پڑگئی مقدر صاحب کمال ہوگیا کہ شہر کے کتے اس کے پیچھے پھرے وہ ایک جگہ بیٹھ گیا سب کتوں نے اُسکے گرد حلقہ باندھ کر مراقبہ کیا (حاشیہ) قولہ اس قدر صاحب کمال ہوگیا اقول کمال خاص مراد ہے نہ کہ کمال مطلوب ۱۲

(فوٹو: صہ ۱۰۲ امداد المشتاق مؤلفہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب)

کمال خاص اور کمال مطلوب کے فرق کو باقی رکھنا بہت ضروری تھا مبادا......

یہ ہیں ہمارے بزرگوں کے وہ کارنامے جو ان کے بعد آنے والوں بزرگوں نے تحریر فرمائے ہیں

اِتّحادِ ثلٰثہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی مقام پر آپ کی خدمت میں یہ بات رکھدوں کہ اس سلسلہ میں آپ کا مجھ سے قرآن اور حدیث کی دلیلیں طلب کرنا انصاف نہیں ہے، کیونکہ یہ شریعت کا معاملہ نہیں، یہ تو دینِ طریقت کا میدان ہے اور ان دونوں چیزوں میں مشرق و مغرب کا بُعد اور زمین و آسمان کی دوری ہے۔ شریعت کی بُنیاد جس طرح تین چیزوں پر ہے قرآن، حدیث و اجماع اور اس کے بعد کہیں قیاس کا نمبر آتا ہے۔ اُسی طرح اس دینِ طریقت کی بھی تین بنیادیں ہیں جن کو "اِتّحادِ ثلٰثہ" کا نام دیا جاتا ہے۔ میری خواہش یہ ہے

کہ شروع ہی میں آپ کے سامنے مختصر ترین الفاظ میں دینِ طریقت کا لبِّ لباب رکھ دوں
جس سے واقف ہو جانے کے بعد آپ نہ صرف حضرت بنوری صاحب کی باتوں کی تہ تک
پہنچ جائیں گے بلکہ تصوّف کے سلسلہ کی ہر مشکل کو چٹکیوں میں حل کر لیں گے۔ اسی
"اتحادِ ثلاثہ" کا پہلا اصول :

(۱) حلول ہے

اس نظریہ کی بنیاد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غیر معمولی ریاضتوں کے ذریعہ نفس کی
صفائی اور روح کی بالیدگی پیدا کر لے یا کسی کو ورثہ میں یہ چیزیں ملی ہوں تو ذات
خداوندی اُس کے اندر حلول کر جاتی ہے۔ یعنی لاہوت ناسوت میں اور موجد موجود میں
اُتر آتا ہے اسی لئے ہندوؤں کے رِشی مُنی اور بُدھ مت کے پیرو جنگلوں اور پہاڑوں
میں گوشہ نشین ہو کر سخت ریاضتیں کرتے ہیں۔ یہی نظریہ عیسائیوں کا بھی ہے اور قرونِ
وسطیٰ میں اُن کی غیر معمولی ریاضتیں تاریخ کا جُز بن چکی ہیں۔ ان کے ریاضت کرنے والے
اپنے بدن کو رسّیوں کے ذریعہ ستون سے باندھ کر ایک ہی حالت میں قائم رہنے کی کوشش
کرتے تھے یہاں تک کہ دن گذرتے جاتے اور رسّی اُن کے گوشت کو کاٹ کر اندر اُترتی چلی
جاتی اور زخم پیدا ہو کر اُن میں کیڑے پڑ جاتے لیکن یہ لوگ اپنی یہ ریاضت ختم نہیں کرتے تھے
بلکہ اس میں اضافہ کے لئے برابر کوشاں رہتے۔ زخم کے کیڑوں میں سے کوئی کیڑا اگر گر کر
الگ ہو جاتا تو وہ اس کو پھر اٹھا کر زخم پر ڈال دیتے اور کہتے کہ "کھا جو تجھ کو تیرے مالک
نے دیا ہے۔"

بہت سے یہ بزرگ جنگلوں میں مارے مارے پھرتے اور گھاس پھوس پر گذارا
کرتے اُسی طرح جیسے کہ بنوری صاحب کے والد صاحب کے واقعات میں پیچھے گزر چکا ہے
کچھ حضرات جانوروں کے بھٹوں میں، کچھ پرانی قبروں اور مقبروں میں اور بعض کنوؤں میں اپنا
گھر بنا لیتے تھے۔ کوئی سالوں چُپ رہتا اور کوئی ہاتھوں اور پیروں میں لوہے کی زنجیریں ڈالے

دکھائی دیتا تھا۔

اس آخری اُمّت میں اس نظریہ کی ابتداء عبداللہ بن سبا (یہی یہودی جو خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں منافقانہ طور پر اسلام میں داخل ہوا تھا) کے پیروؤں سے ہوئی۔ اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں اور ان کی اولاد میں حُلول کر آیا ہے اور اس طرح یہ حضرات اللہ کے "اوتار" ہیں۔ پھر حلول کا یہ عقیدہ عبداللہ بن سبا کے ماننے والوں، نصیریہ۔ کیسانیہ۔ قرامطہ اور باطنیہ سے ہوتا ہوا صوفیاء کے اندر داخل ہوگیا۔ اور یہاں پہنچکر وہ اصلی برگ و بار لایا۔ علی رضی اللہ عنہ کی خدائی کا عقیدہ خود علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہوگیا تھا۔ "قومِ زط" کے ستّر آدمی جو عبداللہ بن سبا کے چیلے تھے علی رضی اللہ عنہ کو اعلانیہ "اِلٰہ" پکارتے تھے۔ علی رضؓ نے اُنہیں بہت سمجھایا لیکن جب وہ اپنا یہ عقیدہ بدلنے پر تیار نہ ہوئے تو آپؓ نے ان کو آگ میں جھونک دیئے جانے کا حکم دیا۔ لیکن یہ لوگ اپنے "اُلوہیّت علی" کے اس عقیدہ میں اس قدر پختہ تھے کہ آگ میں جل کر بھی پکارتے رہے کہ علیؓ یقیناً خدا ہیں کیونکہ لَا یُعَذِّبُ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ یعنی آگ کا عذاب کوئی نہیں دیتا مگر وہ جو آگ کا رب ہے۔ اس طرح یہ لوگ اپنے آخری لمحات میں بھی علی رضؓ کی خدائی کی گواہی دے مرے۔

یہی عقیدہ فرقۂ سبائیہ نصیریہ کا بھی ہے کہ علیؓ کے اندر اللہ تعالیٰ حلول کر گیا ہے اور اس لئے علی رضؓ خدا ہیں۔ بنوری صاحب نے اپنے والد صاحب کے عقدِ نکاح کے سلسلہ میں علی رضؓ کو عرش پر بٹھا کر اسی عقیدہ کو رُونمائی کا موقع دیا ہے۔ اور اسی لئے خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی فرما گئے ہیں کہ ؏ دل مرا بندہ نُصیری کے خدا کا ہو گیا

اسی عقیدہ کے زیرِ اثر یہ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر جو آواز سنی تھی وہ علی رضؓ کی آواز تھی۔ صوفیاء میں حسین بن منصور حلاج اس عقیدہ کے پہلے علمبردار سمجھے جاتے ہیں اُن کا عقیدہ یہی تھا کہ لاہوت، ناسوت میں حلول کر جاتا ہے خاص کر اپنے متعلق تو اُن کا صریح

دعویٰ تھا کہ مجھ میں اللہ حلول کر گیا ہے اور اسی وجہ سے وہ "انا الحق" کا نعرہ لگاتے تھے 'حلولِ مطلق' کا یہ عقیدہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ ساری کائنات میں حلول کئے ہوئے ہے جو پہلے جہمیہ کا عقیدہ تھا، حسین بن منصور حلاّج اور ان کے ساتھیوں کے ذریعہ اس امت میں در آیا، اور آج یہ دینِ تصوف کی رگوں کا خون بنا ہوا ہے۔

حسین ابن منصور حلاّج کے اس سلسلے کے چند اشعار بہت ہی مشہور ہیں:۔

(۱)	سبحان من أظهر ناسوته	سِرّ سَنا لاهوته الثاقب
(۲)	ثم بدا فی خلقه ظاهرا	فی صورة الآکل والشارب
(۳)	حتی لقد عاینه خلقه	کلحظة الحاجب بالحاجب

(فوٹو: ص۱۲۹ جلد ۸ تاریخ بغداد۔ للخطیب بغدادی)

ترجمہ: (۱) پاک ہے وہ جس نے اپنے ناسوت کو چمکتے ہوئے لاہوت کا روشن بھید بنا کر ظاہر کیا۔

(۲) پھر وہ اپنی مخلوقات میں کھانے پینے والے کی شکل میں آشکارا ہوا۔

(۳) یہاں تک کہ اس کو اس کی مخلوق نے اس طرح دیکھا جیسا ایک دیکھنے والا دوسرے کو دیکھتا ہے۔

انہی حسین بن منصور حلاج کا شعر ہے کہ

عقد الخلائق فی الإله عقائدا وانا اعتقدت جمیع ما اعتقدوه

ترجمہ: مخلوق کے اِلٰہ کے بارے میں بہت سے عقیدے ہیں اور میں ان کے تمام عقیدوں پر عقیدہ رکھتا ہوں۔

مُرادیہ ہے کہ ہر چیز میں اللہ حلول کئے ہوئے ہے جس کو بھی پوجو وہ اللہ ہی ہے کوئی اور نہیں اور

کفرتُ بدین اللهِ والکفر واجب لدیّ وعند المسلمین قبیح

ترجمہ: "میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور میرے نزدیک یہ انکار واجب ہے، اور دوسرے مسلمانوں کے نزدیک یہ بہت بُرا ہے" ــ اس نظریہ حلول پر ان کا اصرار رہا اور آخر کار خلیفہ بغداد المقتدر باللہ نے اُن کو اپنے وزیر حامد بن العباس کے حوالہ کر دیا لیکن جب انہوں نے توبہ نہ کی اور اپنے اس عقیدہ پر جمے رہے تو ۲۴ ذوالقعدہ ۳۰۹ھ میں انہیں بغداد میں قتل کر دیا گیا اور ان کی لاش کو جلا کر راکھ دریا میں پھینک دی گئی

ان خیالات کے باوجود صوفیوں کی اکثریت نے ان کے حق پر ہونے اور ان کے سزا دینے والوں کو باطل پر ہونے کا فیصلہ دیا اور کہا

روا باشد انا الحق از درختے   چرا نبود روا از نیک بختے

ترجمہ: اگر ایک درخت سے "انا الحق" کی آواز بجا و درست ہو سکتی ہے تو ایک نیک بخت کی طرف سے یہ آواز کیوں درست نہیں۔ گویا ان صوفی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ یہ جو کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آواز سنائی دی تھی وہ درخت کی آواز تھی)

صوفیوں نے "حلول" کے اس فلسفہ کو درست اور بجا ہی نہیں بلکہ اصل رازِ توحید گردانا اور فرمایا

من باح بالسرّ کان القتل شیمته   بین الرجال ولم یوخذ لهٗ ثار

ترجمہ: جو راز فاش کر دے اس کا انجام قتل کے سوا اور کیا ہے اور ایسے مقتول کا بدلہ بھی نہیں لیا جا سکتا۔ کہنا یہ ہے کہ انہوں نے اپنے وصل کے راز کو فاش کر دیا اور راہِ عشق میں یہ افشاءِ راز بہت ہی شدید جرم ہے۔ اس لئے اُن کو یہ سزا ملی اور خوب ملی۔

ابن حجر عسقلانی "لسان المیزان" میں لکھتے ہیں کہ ابن عربی فصوص الحکم کے لکھنے والے اُن کی عظمت کا بہت تذکرہ کرتے ہیں۔ اس نظریہ کے مقابلہ میں قرآن کا ارشاد تو یہ ہے کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (سورۃ طٰہٰ ۵) ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ (رحمٰن) عرش پر مستوی ہے۔ (طٰہٰ ۵) ظاہر فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ ان معنوں میں حاضر و ناظر نہیں ہے کہ وہ اپنی ذات کے لحاظ سے ہر ہر جگہ موجود ہو بلکہ وہ علم۔ اقتدار اور تصرّف کے لحاظ سے حاضر و ناظر ہے لیکن حلول کے یہ دعویدار اُس کو عرش سے اُتار کر کسی کی ذات میں داخل کر دینے سے کم پر بس نہیں کرتے۔ اسی نظریہ کے زیر اثر کہنے والے نے کہا ہے کہ

وہی جو مستویِ عرش تھا خدا ہو کر   اُتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

اور....

اپنا اللہ میاں نے ہند میں نام   رکھ لیا خواجہ غریب نواز

خواجہ نظام الدین اولیاء حسین بن منصور حلاج کی بزرگی کے اس قدر قائل تھے کہ آپ نے فرمایا:۔

روز چہار شنبہ ۴۔ ماہ صفر ۷۲۲ھ

دولت پابوسی حاصل ہوئی۔ ذکر مشائخ ہو رہا تھا۔ بندہ نے عرض کیا کہ سیدی احمد کیسے تھے آپنے فرمایا وہ بزرگ شخص تھے۔ عرب تھے۔ عرب کا قاعدہ ہے کہ جب کسیکو بزرگی سے یاد کرتے ہین تو اُسے سیدی کہتے ہین۔ وہ شیخ حسین منصور حلاج رہ کے زمانے مین تھے جبکہ اُنکو جلایا گیا اور اُنکی خاک دجلہ مین ڈالی گئی سیدی احمد صاحب نے ذرا سی خاک اُس مین سے تبرکاً اُٹھا کر کھالی تھی۔ یہ ساری برکتین اُسی سبب سے اُنہین حاصل تھین۔

(فوٹو: فوائد الفواد ملفوظات نظام الدین اولیاء صاحب مرتبہ خواجہ حسن دہلوی ص ۱۷۴ ترجمہ پروفیسر محمد سرور صاحب، شائع کردہ محکمۂ اوقاف پنجاب اور ص ۲۴۸ ترجمہ بریاں صاحب مکتبہ مجتبائی)

حلول کا عقیدہ رکھنے والے اور خدائی کے دعویدار کی جلی ہوئی لاش کی راکھ کی برکت کا جب یہ حال ہے تو خود اس کی بزرگی کا عالم کیا ہوگا جس کی یہ راکھ تھی۔ اور..... ذرا اُس دولت پابوسی کی بھی داد دیتے جائیے گا جو ہمارے بزرگوں کی محفلوں کا بہترین نذرانہ ہے۔

حضرت حسین بن منصور حلاج

انہیں میں سے مستغرق معنیٰ ابو المغیث حضرت حسین بن منصور حلاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ سرمستان بادۂ وحدت اور مشتاقِ جمالِ احدیت گذرے ہیں اور نہائیت قوی الحال مشائخ میں تھے۔

(فوٹو: کشف المحجوب ص ۳۰۰ مصنفہ علی ہجویری صاحب المعروف بہ داتا گنج بخش)

حضرت علی ہجویری نے تصدیق فرمادی کہ حسین بن منصور حلاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرمستان وحدت اور اور مشتاق جمالِ احدیت تھے اس طرح سے ان پر جو زندیقیت اور الحاد کے الزام لگائے گئے ہیں ان کا رد ہوگیا۔ پھر حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں کہ:۔

دیکھتے نہیں کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ حضرت حسین بن منصور کی شان میں کیا فرماتے ہیں۔

آپ کا اعلان ہے۔ اَنَا وَالحَلَّاجُ فِی شَیْئٍ وَاحِدٍ فَخَلَّصَنِی جُنُونِی وَاَھْلَکَہٗ عَقْلُہٗ
میں اور حسین بن منصور حلاج ایک ہی طریق پر ہیں۔ مگر مجھے میرے دیوانہ پن نے آزاد کرا دیا اور
حسین بن منصور کو اس کی عقلمندی نے ہلاک کرا دیا۔
اگر (معاذ اللہ) وہ بیدین ہوتے تو شبلی رحمۃ اللہ علیہ یہ نہ فرماتے کہ میں اور حلاج ایک چیز
ہی ہیں۔ حضرت محمد بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ھُوَ عَالِمٌ رَبَّانِیٌ حسین بن منصور حلاج
عالم ربانی تھے۔ اور ایسے ہی اوروں نے بھی بہت کچھ تعریف کی اور انہیں بزرگ بتایا۔

(فوٹو: کشف المحجوب صد ۳۰۲)

حضرت جنید بغدادی کے شاگرد اور مرید شبلی نے بھی انہیں اپنا ساتھی قرار دیا اور اپنے سے زیادہ عقلمند ٹھہرایا۔ بہرحال کچھ ہو اُن میں جرأت ضرور تھی کہ اپنے عقیدہ پر جمے رہے اور سر دیدیا آج بھی یہی عقیدہ ہے مگر خوف کی وجہ سے تدلی اور تجلی کے نام سے اس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہ اتحادِ ثلثہ میں سے ایک نظریہ کی کار فرمائی ہے۔ رہا اس اتحاد کا دوسرا جزء تو وہ اس سے بھی زیادہ عظیم الشان ہے۔

وحدۃ الوجود

"اتحادِ ثلثہ" کا دوسرا جزء جس نے قرآن وحدیث کے بتلائے ہوئے خالق و مخلوق کے فرق کو بدل ڈالا۔

ہے وحدۃ الوجود کا نظریہ ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز ایک ذات کے پھیلے ہوئے حصول میں سے ایک حصہ ہے کسی ایک چیز میں دوسرے سے غیریت نہیں یعنی خالق و مخلوق میں وحدت ہے اور دونوں ایک ہیں۔ اس نظریہ کے لحاظ سے کافر و مشرک، فاسق و فاجر، مومن و مسلم، شیطان وجن کتا و بلی، نجاست و غلاظت، یہ سب اللہ کے عینِ وجود ہیں۔ انہیں ذاتِ الٰہی سے الگ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان میں اور ذاتِ الٰہی میں کوئی غیریت ہے، اور کائنات میں جو مختلف چیزیں نظر آتی ہیں، یہ حس و ادراک کا ظاہری پہلو ہے۔ ابن عربی جو صوفیا میں شیخ اکبر کے نام سے پکارے جاتے ہیں اس نظریہ کے موجد سمجھے جاتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ "ہند و مت" سے لیا ہوا یہ نظریہ شروع ہی سے فنِ تصوف کی جان بنا رہا ہے ہاں ابن عربی اس امّتِ مسلمہ کے اندر اس کے علمبردار بن کر ضرور اٹھے ہیں۔ فتوحاتِ مکیہ

ور فصوص الحکم جیسی مشہور کتابیں لکھ کر اس کو حق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اپنی پوری زندگی اس نظریہ کو پھیلانے میں لگادی ہے۔ ان کی اس کوشش کا ثمرہ یہ ہے کہ آج ہر صوفی کے یہاں اس بات کی کسی نہ کسی شکل میں نمائش ضرور ہے۔ ابن عربی کہتے ہیں:۔

الرب حق والعبد حق　　یا لیت شعری من المکلّف

ترجمہ: پروردگار بھی حق ہے اور بندہ بھی حق۔ کاش میں معلوم کرسکتا کہ ان میں سے مکلّف کون ہے

ان قلت عبد فذاك میت　　او قلت رب أنّیٰ یکلّف (فتوحات مکیہ جلد ا

ترجمہ: اگر تم کہو کہ مکلّف بندہ ہے تو بندہ تو مردہ اور میت ہے اگر تمہارا کہنا یہ ہے کہ "رب" تو وہ کیسے مکلّف ہوسکتا ہے

ور لکھتے ہیں:۔

فیا لیت شعری من یکون مکلفا　　وما ثم الا الله لیس سواہ

(رسائل ابن عربی کتاب الجلالۃ ص۱۳)

ترجمہ: کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ مکلف کون ہے درآنحالیکہ یہاں اللہ کے علاوہ کسی کا وجود ہی نہیں ہے

اپنی کتاب فُصوص الحکم کی فص ہارونیہ میں لکھتے ہیں:۔

فان العارف من یری الحق فی کل شیٔ بل یراہ عین کل شیٔ

ترجمہ: پس عارف وہ ہے جو ہر چیز میں حق کو دیکھے بلکہ حق تعالیٰ کو ہر چیز کا عین دیکھے۔

ور فصّ ہود میں لکھا:۔

انہ عین الاشیاء (ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ اشیاء کا عین ہے)

سی بات کو فتوحات مکیہ میں یوں فرمایا:۔

فھی الحق عین الخلق ان کنت ذا عینٍ　　وفی الخلق عین الحق ان کنت ذا عقلٍ

ترجمہ:۔ پس حق میں عین الخلق ہے اگر تو چشم بینا رکھتا ہے۔ اور خلق میں عین الحق ہے اگر تو عقل والا ہے۔

فان کنت ذا عین وعقل معًا فما　　تری غیر شیٔ واحد فیہ بالفعل

ترجمہ:۔ پس اگر تو آنکھ اور عقل دونوں کا مالک ہے تو تُو ایک شیٔ واحد کے علاوہ کسی اور چیز کو بالفعل نہ دیکھے گا

اپنے اس نظریہ ہمہ اوست کے ثبوت میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک توحید عقل والے کی ہے اور ایک توحید عارف صاحبِ تجلیات کی۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ صاحبِ عقل توحید کا شعر یوں پڑھے گا:

وفی کل شیءٍ لہ آیۃٌ تدل علیٰ انہ واحدٌ

ترجمہ:۔ اور ہر چیز میں اس کی نشانی ہے۔ جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہے

اور صاحبِ تجلی کا شعر یوں ہوگا:

وفی کل شیءٍ لہ آیۃٌ تدل علیٰ انہ عینہٗ

ترجمہ:۔ اور ہر چیز میں اس کی نشانی ہے۔ جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اس کا عین ہے

ہر چیز اللہ ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں

یہ اشعار لکھنے کے بعد ابن عربی لکھتے ہیں کہ ان دونوں میں وہی فرق ہے جو صاحبِ عقل کے لفظ واحد اور صاحبِ تجلی کے لفظ عین میں ہے پس وجود کسی کا نہیں ہے سوائے اللہ کے اور اللہ کو اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا اور اسی حقیقت کی بنیاد پر کہنے والے نے کہا ہے کہ میں اللہ ہوں جیسے ابو یزید (بایزید بسطامی) نے کہا و سبحانی (ما اعظم شانی) (یعنی میری ذاتِ پاک کی قسم میری شان کتنی عظیم ہے) اور اُن کے علاوہ دوسرے اہل اللہ نے بھی جو پہلے گذر چکے ہیں یہی بات کہی ہے، اور یہی بات اُن کے اُن قولوں میں ملتی ہے جو دوسروں نے ان کے اقوال سے نکال کر نقل کئے ہیں۔ عبارت کا عکس یہ ہے:۔

> فصاحب العقل ينشد
>
> وفی کل شیء له آیة ٭ تدل علی انه واحد
>
> وصاحب التجلی ینشد قولنا فی ذلك
>
> وفی کل شیء له آیة ٭ تدل علی انه عینه
>
> فبینهما ما بین کلتیهما فما فی الوجود الا الله ولا یعرف الله الا الله ومن هذه الحقیقة قال من قال انا الله کابی یزید وسبحانی کغیره من رجال الله المتقدمین وهی من بعض تخریجات اقوالهم رضی الله عنهم۔

(فوٹو: فتوحات مکیہ جلد ۱ صـ ۲۷۲)

٭ اس نظریہ کے لحاظ سے ہر چیز ذاتِ الٰہی کا جزء اور حصہ ہے، کوئی چیز دوسری چیز سے غیریت نہیں رکھتی صرف

فرق مراتب کی وجہ سے صورتیں بدل گئی ہیں، کوئی انسان نظر آتا ہے کوئی جانور۔ کوئی درخت نظر آتا ہے کوئی پہاڑ کوئی ولی اور کوئی نبی لیکن ایک فاسق و فاجر بھی دراصل ذاتِ خداوندی کا ایسا ہی حصّہ ہے جیسا ایک بزرگ ولی اسی طرح ایک جانور بھی ذاتِ حق کا ایک جزء ہے اور ایک پرندہ بھی۔ اسی لئے اس فن کے کاملین کبھی کتے کے بھونکنے پر لبیک۔ لبیک کا نعرہ لگاتے ہیں اور کبھی کوے کی آواز پر۔ اور اگر دریافت کیا جاتا ہے کہ حضرت یہ کیا، یہ تو کتے اور کوے کی آواز ہے، تو جواب ملتا ہے کہ مجھے تو ہر آواز "آوازِ خداوندی معلوم ہوتی ہے اسی لئے میں لبیک لبیک کا نعرہ لگاتا ہوں۔

ابن عربی کے اس نظریہ نے قرآن اور حدیث کی ساری قدروں کو بدل ڈالا ہے عالم دنیا حادث کے بجائے قدیم بن گیا۔ اللہ تعالیٰ معطل کر ڈالا گیا۔ خیر و شر کی تمیز باقی نہ رہی۔ تکلیف اٹھالی گئی۔ جنت و جہنم بے معنی چیزیں بن گئیں۔ آخر وہ کون سا اللہ ہے جو اپنی ذات کو جہنم کے سپرد کر دے گا۔ ابن عربی کا ارشاد ہے کہ جہنم کی آگ ٹھنڈی ہو کر لطف و لذت کا سامان مہیا کرے گی۔ ابن نظریہ نے اس قدر زور پکڑا کہ ساری دنیا میں اس کے حامی اس کے علمبردار پیدا ہو گئے کہیں مولانا جلال الدین رومی نے اس کا نعرہ لگایا اور کہیں خاندان ولی اللہی نے اس کے جھنڈے اٹھائے۔ اور آج اسلام کی جو صورت بنی ہے اس میں سب سے بڑا ہاتھ اس نظریہ کا ہے۔ "اتحادِ ثلاثہ" کے مجموعہ کا تیسرا جزء:

(۳) وحدۃ الشہود "اتحادِ ثلاثہ" کا تیسرا ٹکڑا "وحدۃ الشہود" ہے۔ اس کو "فنا فی اللہ" ہونا بھی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنی محبت اور ریاضت کو اس قدر فروغ دے کہ حلولیوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو عرش سے اُتار کر کسی ذات میں داخل کرنے کے بجائے خود عروج کرے اور بلند ہو کر ذاتِ الٰہی میں داخل ہو جائے اور اس طرح اپنی ذات کو فنا کر کے بقا حاصل کرلے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نظریہ ابن عربی کے وحدۃ الوجود کے مقابلہ میں شیخ علاء الدولہ سمنانی المتوفی ۷۳۶ھ نے ایجاد کیا ہے اور برِ صغیر ہند و پاک میں مجدد الف ثانی سرہندی نے اسے اوج کمال تک پہنچایا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ نظریہ شروع ہی سے تصوف کے ہر سلسلہ میں موجود رہا ہے۔ ابو اسمٰعیل ہروی (وفات ۴۸۱ھ) اس کے مبلغ اعظم اور حضرت علی ہجویری کشف المحجوب کے مصنف (وفات ۴۶۵ھ)

اور شیخ عبدالقادر جیلانی غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب، الفتح الربانی کے مصنف (وفات ۵۶۱ھ)
نے اس نظریہ کے جھنڈے اٹھائے ہیں چاہے کسی کو یہ نام نہ دیا ہو۔ ان تینوں نظریوں کی ایجاد کا مقصد یہ تھا
کہ خالق و مخلوق، عبد و معبود کا وہ فرق باقی نہ رہے جو ذوقِ خدائی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے
اور جس کو قرآن و حدیث نے ہر جگہ، ہر مرحلہ پر، ہر وقت، ہر آن بیان کیا ہے اور انجام کار ایسی ذاتیں
وجود میں آئیں جو خالق و مخلوق، عبد و معبود، دونوں کی صفات کی حامل ہوں۔ کبھی خالق نہیں کبھی مخلوق،
کبھی عبد کبھی معبود اور زمانہ گواہ ہے کہ اس معاملہ میں ان حضرات کو پوری کی پوری کامیابی حاصل ہوئی۔
اور عبد و معبود دونوں کی صفات سے مرکب ایسی بے شمار مخلوط ذاتیں وجود میں آئیں جو کبھی مشکل کشا بنائی
گئیں اور کبھی داتا و دستگیر کہلائیں۔

"اتحادِ ثلاثہ" کے ان تینوں اجزاء پر نگاہ ڈالی جائے تو پہلی بات یہ سامنے آئے گی کہ یہ تینوں
کے تینوں قرآن و حدیث کے یکسر خلاف ہیں لیکن ان تینوں نظریات میں صرف وحدت الوجود کے
نظریہ میں یکسانی و ہم رنگی پائی جاتی ہے کیونکہ اس کے مطابق ہر چیز ذاتِ الٰہی کا ایک ٹکڑا ہے اور اس لئے
ہم جنس۔ اور اگر اتحاد ہوتا ہے تو ہم جنس میں اتحاد ہوتا ہے۔ باقی دو نظریے حلول اور وحدت الشہود کے
تو وہ بالکل غیر معقول ہیں کیونکہ ان میں غیر جنسوں میں اتحاد کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ حلول ذاتِ الٰہی کو ذاتِ
انسانی میں داخل کرتا ہے مگر عرش سے اتار کر اور وحدت الشہود ذاتِ انسانی کو ذاتِ الٰہی میں سموتا ہے
اوپر اٹھا کر۔ لیکن اتنی بات تو بہرحال کہنی پڑے گی کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے اور یہ بھی کہ ؎

یہ دھوپ چھاؤں حسب ضرورت بھی خوب ہے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دین کے علمبرداروں کی اپنی کتابوں سے نمونہ کے طور پر چند اقتباسات آپ کے
سامنے آجائیں۔ یاد رکھئے کہ بہت ہی اختصار سے کام لوں گا ورنہ قرآن اور حدیث کے مقابلے کے لئے اس قدر
مواد ان حضرات نے جمع کر رکھا ہے کہ اس کے لئے ہزاروں اور لاکھوں صفحات بھی کم ہیں۔ سب سے پہلے میں
شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب کے اپنے ملفوظات سے جو اُن کے صاحبزادہ نے مرتب کئے تھے اور کتاب کا
نام "الفتح الربانی" رکھا تھا۔ ایک عکس آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ یہاں بھی وہی "اتحادِ ثلاثہ"

کا فلسفہ کام کر رہا ہے۔ دیکھئے اور اولیاء اللہ اور ابدال کا مقام پہچانئے۔ اس کا کچھ خیال نہ کیجئے کہ قرآن کریم اولیاء اللہ کے لئے صرف یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ (ترجمہ) اولیاء اللہ تو وہ لوگ ہیں جو ایمان لائیں اور تقویٰ اختیار کریں۔ لیکن یہاں کچھ اور ہی بات معلوم ہو رہی ہے۔
(رہے ابدال تو ایک جھوٹی روایت کے علاوہ کوئی صحیح روایت ابدال کی موجودگی کے اثبات کیلئے موجود نہیں ہے)

٭ یَا ضَعِیْفَ الْیَقِیْنِ لَا دُنْیَا عِنْدَکَ وَلَا اٰخِرَۃَ ٭ وَذٰلِکَ بِسُوْءِ اَدَبِکَ الْحَقِّ عَزَّ وَجَلَّ وَتُھْمَتِکَ لِاَوْلِیَائِہٖ وَاَبْدَالِ اَنْبِیَائِہٖ الَّذِیْنَ اَقَامَھُمُ الْحَقُّ عَزَّ وَجَلَّ مَقَامَھُمْ ٭ حَمَّلَھُمْ مَا حَمَّلَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ ٭ سَلَّمَ اِلَیْھِمْ اَعْمَالَھُمْ وَعُلُوْمَھُمْ ٭ اَفْنَاھُمْ عَنْ نُفُوْسِھِمْ وَاَھْوِیَتِھِمْ وَاَوْجَدَھُمْ بِہٖ وَاَقَامَھُمْ بَیْنَ یَدَیْہِ ٭ طَھَّرَ قُلُوْبَھُمْ عَمَّا سِوَاہُ وَجَعَلَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ وَالْخَلْقَ فِیْ اَیْدِیْھِمْ ٭	اے ضعیف الیقین! نہ تیرے پاس دُنیا ہے نہ آخرت اور یہ تیری حق تعالیٰ کی جناب میں بے ادبی اور اس کے ان اولیاء و ابدال پر الزام رکھنے کی وجہ سے ہے جن کو حق تعالیٰ نے انبیاء کا قائم مقام بنایا ہے کہ نبیوں اور صدیقوں پر (اصلاحِ اُمت کا) جو بوجھ رکھا تھا وہی ان پر رکھ دیا ہے۔ انبیاء کے (مقدس) اعمال اور اُن کے (پاکیزہ) علوم اُن کے حوالہ کئے۔ انکے نفوس خواہشات سے ان کو فنا کر دیا اور اپنے ساتھ بقا عطا فرما کر اپنے سامنے کھڑا کر لیا۔ اپنے ماسویٰ سے ان کے دلوں کو پاک کیا اور دُنیا و آخرت اور ساری مخلوق ان کے ہاتھ میں دیدی

(فوٹو، مجلس ۱۵ فیوضِ یزدانی ترجمہ الفتح الربانی ملفوظات شیخ عبدالقادر جیلانی مترجم عاشق علی میرٹھی صاحب ص ۲۶۵ - مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی و ص ۳۵۷ ہلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ)

یہ ہے مقام اولیاء اور ابدال کا۔ ہماری دنیا اور آخرت ان کے ہاتھوں میں ہے لیکن جنس انسانیت کی مجبوری ملاحظہ فرمایئے کہ ابدال اور اولیاء کا یہ درجہ کر دیا، آخرت اور ساری مخلوق ان کے ہاتھ میں پھر خود اتنے بڑے ولی کرامی کتاب کی مجلس ۲ ص ۲۱ میں لکھا ہے کہ فرمایا:-

٭ لَوْلَا	اگر علم کا پابند نہ ہوتا تو میں بتا دیتا جو
الْحُکْمُ لَتَکَلَّمْتُ بِمَا فِیْ بُیُوْتِکُمْ ٭	کچھ تمہارے گھروں میں ہے

(فوٹو: ص ۲۱ مجلس ۲ فیوض یزدانی ترجمہ الفتح الربانی - مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

مگر افسوس کہ وفات کے بعد عبید اللہ بن یونس وزیر بغداد کے ایک نہایت ناخوشگوار سلوک سے اپنے آپکو نہ بچا سکے۔

وفيها توفي عبيد الله بن يونس بن أحمد الوزير جلال الدين أبو المظفر الحنبلي ، ولي حجابة الديوان ثم استوزره الخليفة ، وكان إماما عالما في الأصلين والحساب والهندسة والجبر والمقابلة ، غير أنه شان أمره بأمور فعلها ، منها : أنه أخرب بيت الشيخ عبد القادر [الجيلاني] (۲) وشتت أولاده ، ويقال : إنه بعث في الليل من نبش على الشيخ عبد القادر ورمى عظامه في اللجة ، وقال : هذا وقف ما يحل أن يدفن فيه أحد .

۱ نوٹ: النجوم الزاہرہ ص۱۴۲ جلد ۶ !

ترجمہ :۔ اسی سال (۵۹۳ھ میں) عبید اللہ بن یونس بن احمد الوزیر جلال الدین ابو المظفر الحنبلی نے وفات پائی وہ شروع میں سرکاری دفاتر کا نگراں تھا بعد کو خلیفہ نے اسے وزیر مقرر کر دیا۔ وہ قرآن و حدیث و فقہ، حساب، انجینری، الجبرا اور علم الانساب کا عالم اور امام تھا مگر اس نے چند اعمال سے اپنے معاملہ کو لوگوں کی نگاہ میں گرا لیا اور ان چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے الشیخ عبد القادر جیلانی کے گھر کو مسمار کر کے ان کی اولاد کو دربدر کر دیا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے رات کے وقت آدمی بھیجا جس نے شیخ عبد القادر جیلانی کی قبر کھود ڈالی اور ان کی ہڈیاں دریا (دجلہ) کی لہروں میں پھینک دیں اور کہا کہ یہ وقف کی زمین ہے اس میں کسی کا دفن کیا جانا حلال نہیں ہے۔

(النجوم الظاہرہ جلد ۶ ص۱۴۲ الذیل علی روضتین تراجم رجال القرنین السادس والسابع ص۱۳ و شذرات الذہب جلد ۴ ص ۳۱۳/۳۱۴)

معلوم ہوا کہ جوش و جذبہ کی فراوانی کی حالت میں انسان بہت کچھ کہہ جاتا ہے مگر آخر کار پتہ چلتا ہے کہ حق صرف یہ ہے کہ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (الاعراف آیۃ ۱۸۸)

ترجمہ۔ کہدیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا ہوں وہی ہے جو میرا اللہ چاہتا ہے (الاعراف آیۃ ۱۸۸) سچی بات یہ ہے کہ حلول۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود سے بنے ہوئے "اتحاد ثلاثہ" کے اس نظریہ کو ایجاد کر کے ابن عربی اور دوسرے صوفیاء نے توحید، رسالت، آخرت، نیکی و بدی، عذاب و ثواب،

جنت وجہنم، عبد ومعبود، خالق ومخلوق کے سارے قرآنی مفہوم بدل ڈالے، اور اپنی اصل منزل متعین کرلی۔ وہ منزل ذاتِ خداوندی سے اتّصال پیدا کرکے مقامِ اُلوہیت کے حصول کے علاوہ کوئی اور نہیں۔ اس سے کم پر اُن کے کسی حوصلہ مند کی نگاہ نہیں ٹھیری اور اس سیر وسلوک کے مرحلہ میں اگر کوئی مقام صحابیت یا مقامِ نبوّت پر رُکا بھی تو اُس کو نشانِ راہ سمجھ کر۔ عزم یہی رہا کہ "اور آگے چلیں گے دم لے کر" یہ تو اُن حوصلہ مندوں کا معاملہ ہے جو آگے بڑھے اور بڑھتے گئے لیکن جو کم ہمّت آگے نہ بڑھ سکے انہوں نے بھی اپنے اندازِ نگاہ کو نہیں بدلا۔ معیار ایک ہی رہا اور وہ یہ کہ بزرگ وہی ہے جو مقامِ خدائی تک پہنچ کے رہے اور بس

علی ہجویری صاحب نے کشف المحجوب نامی کتاب میں اسی "اتحادِ ثلاثہ" کے ایک جزء "وحدة الشہود" (فنا فی اللہ) کی ترجمانی کی ہے (حالانکہ دوسرے دونوں جزء بھی نام بدل کر اس کتاب میں موجود ہیں) اور اپنی کتاب اس نظریہ کی ایسی حکایات سے بھر دی ہے جن کا وجود قرآن وحدیث کے لئے بالکل اجنبی ہے۔

یہ بات دین تصوّف کے اماموں کی زندگیوں کے بیان میں پہلے گذر چکی ہے کہ بزرگانِ دین کس قدر عالم الغیب و متصرّف فی الامور ہوا کرتے ہیں اب ایک اور واقعہ کا عکس آپ کے سامنے ہے اس کو بھی پڑھیے اور صاحب واقعہ کی بڑائی کی داد دیجئے!۔

۱۵- حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ کشتی میں سوار ہوکر مصر سے جدہ روانہ ہوا۔ ہمارے ساتھ ایک جوان خرقہ پوش بھی سوار ہوا۔ میرے دل میں اس کے پاس بیٹھنے کی خواہش ہوئی مگر اس کی ہیبت سے ہمت نہ پڑتی تھی۔ اس وجہ سے میں اس سے کلام بھی نہ کر سکا۔ اس لئے کہ وہ بڑا بزرگ تھا۔ اس کی ایک ساعت بھی یادِ الٰہی سے غفلت میں نہ تھی۔ ایک روز کشتی میں لوگوں میں سے کسی کی تھیلی سے ایک جوہر گم ہوگیا۔ تھیلی والے نے اس جوہر کا الزام اس جوان خرقہ پوش کے سر لگایا اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرنے پر آمادہ ہوئے۔ میں نے لوگوں کو روکا اور اس بہانے سے میں ان کے قریب ہوگیا اور گفتگو شروع کی۔ جب میں نے لوگوں کی بدگمانی ان پر ظاہر کی اور بتایا کہ ان کا گمان یہ ہے کہ وہ جوہر تھیلی سے آپ نے لیا ہے۔ اب فرمائیں کیا کرنا چاہئے۔ یہ سُن کر اس جوانِ باخدا نے آسمان کی طرف منہ کرکے

کچھ فرمایا کہ میں نے دیکھا۔ سمندر کی تمام مچھلیاں سطح سمندر پر آ گئیں اور ایک ایک جوہر منہ میں لئے ہوئے تھیں۔ آپ نے ایک جوہر لے کر اس کو دے دیا جس کی تھیلی کا جوہر گم ہوا تھا۔ کشتی کے سب لوگوں نے یہ کمال دیکھ کر آپ کی طرف عقید تمندی کا مظاہرہ شروع کرنا چاہا۔ انھوں نے اس کشتی سے پاؤں دریا میں ڈال دیا اور سطح آب پر چلنے لگا۔ یہ جوہر چرانے والا ملاحوں میں سے ایک تھا۔ اس نے گھبرا کر وہ جوہر دے دیا اور اہالیانِ کشتی شرمندہ ہوئے۔

(فوٹو: صفحہ ۴۲ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب مصنف حضرت علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش)

کاملین کے تصرّفات کا جب یہ عالم ہو تو کیوں نہ دنیا میں ان کی بڑائی کی دھوم مچے اور دلوں میں ان درجات کے حصول کی تمنائیں مچلیں۔ اس واقعہ کے بعد دوسرا واقعہ بھی پیشِ نظر رہے جو خاص علی ہجویری صاحب کے ساتھ پیش آیا ہے۔

ایک دفعہ میں نے دمشق کے درویشوں کے ساتھ ابن المعلا کی زیارت کے لیے جانے کا قصد کیا۔ یہ رملہ کے ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ راستہ میں ہم نے آپس میں باتیں کیں کہ کچھ دل میں سوچ کر چلو تاکہ وہ حضرت ہمیں ہمارے باطن سے مطلع کریں۔ اور ہماری مشکل حل ہو۔

میں نے دل میں سوچا کہ مناجات ابنِ حسین کے اشعار ان سے سنوں۔

دوسرے نے سوچا مجھے طحال کا مرض ہے یہ اچھی ہو جائے۔

تیسرے نے کہا مجھے حلوہ صابونی ان سے لینا ہے۔

جب ہم ان کی خدمت میں پہنچے تو انھوں نے ایک جزو کاغذ جس میں اشعار مناجات ابن حسین لکھے تھے میرے آگے رکھ دیئے اور دوسرے کے طحال پر ہاتھ پھیرا دھاتی رہی۔ تیسرے کو کہا۔ حلوہ صابونی سپاہیوں کی غذا ہے اور تو اولیاء کا لباس رکھتا ہے اور اولیا کے لباس والے کو سپاہیوں کا مطالبہ درست نہیں۔ دونوں سے ایک بات اختیار کر۔

(فوٹو: کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب صفحہ ۴۴۵ مصنف حضرت علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش)

عناصر اور عناصر میں زندگی بسر کرنے والی چیزوں پر حکمرانی کی اس حکایت کے بعد پیرِ کامل کی عیب دانی اور اس کے دستِ شفا پر نگاہ ڈالئے۔ آپ کو یقین آئے یا نہ آئے بہرحال ایسی سینکڑوں حکایات صاحبِ کشف المحجوب نے لکھ کر ثابت کر دکھایا ہے کہ اللہ کی ذات میں فنا ہو کر وہ درجہ ملتا ہے کہ مالک و مملوک، عبد و معبود اور غیب و شہادۃ کا فرق باقی نہیں رہتا کیونکہ اس ملاپ سے ایک ایسی "قدرِ مشترک" وجود میں آتی ہے جو کبھی بلند ہو کر خدائی کرتی ہے اور کبھی نزول فرما کر بندگی کا حق ادا کرنے میں لگ جاتی ہے یہی وہ بات ہے جو یوں کہی گئی ہے کہ "گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی" (یعنی ہر چیز ہے تو ایک ہی ذات) مگر مرتبہ مرتبہ کی بات ہے اگر تو نے اس فرق کو ملحوظ نہ رکھا تو یہ زندیقی ہو گی۔) دراصل یہ "قدرِ مشترک" ہی وہ چیز ہے کہ خدائی جس کو سزاوار اور الوہیت جس کا حق ہے اسی لئے اس دین کے ماننے والوں کا ایک مقصد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ذاتِ الٰہی سے اتصال پیدا ہو جائے۔ جنت اور جہنم کی ان کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں ہوتی بلکہ یہ تو جنت میں آگ لگانے اور جہنم کی آگ کو بجھا دینے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُهَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الحدید آیۃ ۲۱) ترجمہ:- دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس کی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے (سورۃ الحدید آیت ۲۱)

یاد رہے کہ اتحادِ ثلاثہ کا یہ نظریہ تسامح یا کسی لغزش کی وجہ سے وجود میں نہیں آیا بلکہ یہ ایک سوچا سمجھا، بنایا سنوارا نظریہ ہے جو ان چار مشہور سلسلوں ہی کی نہیں، سارے سلسلوں کی اصل اور صوفیا کی طرف سے قرآن و حدیث کی توحید کا کھلا جواب ہے اسی لئے حسین بن منصور حلاج سے جب شیخ ابو عمرو بن عثمان مکی نے دریافت کیا کہ یہ تم کیا لکھ رہے ہو تو جواب ملا کہ قرآن کا جواب لکھ رہا ہوں یا جیسے شیخ عفیف الدین تلمسانی نے کہا کہ قرآن میں توحید کہاں ہے وہ تو پورے کا پورا شرک سے پُر ہے اور جس شخص نے قرآن کی پیروی کی وہ کبھی توحید کے بلند مرتبہ تک نہ پہنچ سکے گا کیونکہ قرآن و حدیث کی توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کوئی دوسری چیز شریک نہیں ہے اور تصوف کی توحید یہ کہ کائنات کی ہر چیز ذاتِ خداوندی کا حصہ ہے (لا موجود الا اللہ) چاہے وحدت الوجود کے نظریہ کے ماتحت یا حلول اور وحدۃ الشہود کے اتصال و اتحادِ الٰہی کے ذریعہ۔ اس طرح سے تصوف کی توحید کا مطلب اتحادِ خالق

ومخلوق کے ذریعہ ایک ایسی ذاتِ مرکب اور قدرِ مشترک کا وجود میں آنا ہے جو خالق ومخلوق دونوں کی صفات کی حامل ہو جب چاہے کبریائی کے تخت پر جلوہ افگن ہو اور جب مرضی میں آئے بندگی کے تقاضے پورے کرنے لگ جائے۔

ظاہر ہے کہ توحید کے اس تصور میں قرآن وحدیث کی توحید کا شائبہ تک نہیں۔ قرآن کا "اللہ" ایک۔ یکتا ویگانہ اور اس دینِ طریقت میں "اقدارِ مشترکہ" کی آن گنت فوج۔ قرآن اور حدیث کا دین، توحید، بندگیٔ الٰہِ واحد کی دعوت دیتا ہے اور تصوف کا یہ دینِ اتحاد، حصولِ خدائی والوہیت کی طرف بلاتا ہے۔ شیخ اکبر ابن عربی نے اپنے آپ کو صرف نظریہ کی حد تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ اس نظریہ سے ظہور میں آنے والی انتہائی حدوں تک گئے ہیں اور درجۂ نبوت کے مقابلہ میں درجۂ ولایت کی برتری ثابت کر دکھائی ہے اور کہا ہے

مقامُ النّبوّۃِ فی برزخٍ فویقَ الرّسولِ ودُونَ الولی

ترجمہ:۔ نبوت کا مقام بیچ میں ہے۔ رسول سے کچھ اوپر اور ولی سے نیچے

اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ خاتم الانبیاء کے مقابلہ میں ایک ولی زیادہ عزت والا، زیادہ افضل ہے۔ اس کے بعد ایک قدم اور آگے بڑھایا اور ابو عبداللہ الحکیم الترمذی کے نظریہ "ختم ولایت" کو اپنا کر خاتم الاولیاء ہونے کا اعلان کر دیا اور کہا:۔

اناختمُ الولایۃ دون شكٍّ لورثِ الهاشمی مع المسیحِ

ترجمہ:۔ میں بیشک خاتم الاولیاء ہوں۔ کیونکہ مجھے ہاشمی ولایت کے ساتھ ساتھ مسیحی ولایت بھی حاصل ہے

یہ سب کچھ نظریۂ وحدت الوجود کی کرشمہ کاری ہے در اصل کہا یہ جا رہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذاتِ الٰہی کے ایک جزء ضرور ہیں مگر فرقِ مراتب کے لحاظ سے ذاتِ الٰہی کے مظہرِ "افضل البشر" کی شکل میں انہیں جگہ ملی ہے اس سے آگے کی راہیں آپؐ پر بند ہیں مگر ولی پر کوئی بندش نہیں وہ واصل بحق ہو کر شانِ خداوندی کے ساتھ ہر آن جلوہ فرما ہے اُس کا اتصال براہِ راست ذاتِ خداوندی کے ساتھ ہے اور افضل الانبیاء، افضل البشر بہر حال ایک فرشتہ کے درمیانی واسطہ کا محتاج ہے۔

یہی بات امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) پہلے ہی کہہ چکے تھے! ور اسی لئے انہیں کلمہ کی دو قسمیں کرنا پڑیں ایک عوام کا کلمہ اور دوسرا خواص کا جو واصل بحق ہو کر وحدت الوجود کے نظریہ کا اثبات کر چکا ہو۔ آپ نے "مشکوٰۃ الانوار" نامی کتاب میں لکھا:۔

جس کا وجود غیر سے آیا ہے وہ مانگا ہوا وجود ہے اور اسے اپنی ذات میں کوئی

قیام حاصل نہیں۔ بلکہ جب اس کی ذات پر من حیث الذات غور کیا جائے گا تو وہ محض عدم ہو گا۔ کیونکہ اس کا وجود غیر کی نسبت سے ہے اور یہ حقیقی وجود نہیں جیسا کہ کپڑے اور غنی کی مثال سے تم نے سمجھ لیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حقیقۃً موجود صرف اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ حقیقی نور صرف اللہ تعالیٰ ہے

(فوٹو: ترجمہ مشکوٰۃ الانوار صہ ۲۵ مصنف امام غزالی)

بات صاف ہوگئی کہ حقیقی موجود صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اب اگر اس ایک موجود ہستی کا کوئی جزء، اپنے کُل سے آکر مل جائے تو کیا ایسا ملاپ ایک خصوصی ذات کو جنم نہ دے گا اور اسی لئے امام غزالی نے فرمایا کہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه عوام کی توحید ہے اور لَا هُوَ اِلَّا هُوَ نہیں مگر وہی، خواص کی توحید ہے۔ کیونکہ وہ عام ہے اور یہ خاص۔ اور یہ زیادہ شامل، زیادہ لائق، زیادہ دقیق ہے اور اس کے ماننے والے کو فردانیت میں زیادہ داخل کرنے والا ہے

مخلوقات کے معراج کی انتہا فردانیت ہے

(فوٹو: ترجمہ مشکوٰۃ الانوار صہ ۳۱ مصنف امام غزالی)

"لا الٰہ الا اللہ" قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا کلمہ ہے اور یہی کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی پڑھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی پڑھنے کا حکم دیا۔ تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اسی پر ایمان لائے تھے، اب رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرامؓ اور تابعین وتبع تابعینؒ اگر عوام ہیں تو پھر خواص کون ہوں گے ۔ دیکھئے کیسے فیصلہ فرما دیا گیا کہ مخلوقات کے معراج کی انتہا فردانیت ہے۔ یعنی خالق ومخلوق، عبد ومعبود میں دوئی باقی نہ رہے۔ اب اگر آپ مخلوقات کی اس معراج فردانیت کی شان ملاحظہ فرمانا چاہیں تو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کے ملفوظات کی کتاب "امداد المشتاق" کو اپنے سامنے رکھئے اور پڑھئے:۔

(۱۸۱) فرمایا منقول ہے کہ شب معراج کو جب آنحضرت حضرت موسیٰ سے ملاقی ہوئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار فرمایا کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل جو آپ نے
لکھا ہے کیسے صحیح ہو سکتا ہے حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی حاضر ہوئے اور سلام بانضمہ الفاظ
برکاتہ ومغفرتہ وغیرہ عرض کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کیا طوالت بزرگوں کے سامنے
کرتے ہو آپ (امام غزالی) نے عرض کیا کہ آپ سے حق تعالیٰ نے صرف اسقدر پوچھا تھا ماتلک
بیمینک یاموسیٰ تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طول دیا کہ ھی عصای اتوکا علیھا
واھش بھا علی غنمی ولی فیھا مآرب اخری الایہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا ادب یاغزالی (حاشیہ) قولہ ادب یاغزالی اقول یہ کسی بزرگ کا کشف
ہو گا اور یہ معراج جس میں مکالمہ ہوا نیز اُن بزرگ کو مکشوف ہوئی ہو گی جس میں ان ارواح
کا اجتماع ہو گیا وہ معراج جسدی حضور کی مراد نہیں کہ البعد عن الا بعد ہے اور کشفیات میں ایسے
واقعات بعید نہیں کہ حقیقت اُن کی امثلہ ہوتی ہیں بعض حقائق کے ۱۲

نوٹ: ص۹۲ امداد المشتاق مؤلفہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب۔

حاشیہ لکھنے والے صاحب مصیبت میں مبتلا ہو گئے بات بنائے نہیں بنتی کیونکہ امام غزالی ۴۵۶ھ کے قریب پیدا
ہوئے اور ۵۰۵ھ میں وفات پائی اور معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے واقع ہوئی۔ اس طرح سے
معراج کے واقعہ اور امام غزالی کی پیدائش کے درمیان کم سے کم چار سو ساٹھ سال کا فرق ہے یہ پیدائش سے پہلے
معراج کے موقعہ پر پہنچ جانا کسی عام انسان کے بس کی بات تو نہیں ہے یہ تو انہیں کا دل گردہ ہے جو مخلوقات کے
معراج کی انتہا فردانیت تک پہنچ چکے ہوں اور پھر ان کی یہ فردانیت کرشمہ کاری کا کام سنبھال لے۔ دراصل جو واصل
بحق ہو کر فردانیت کے مقام تک پہنچ گیا اس کے لئے حال کیا اور ماضی واستقبال کیا۔

مولانا جلال الدین رُومؒ بھی اسی نظریہ کے علمبردار ہیں لیکن انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اولیاءٔ
کے ساتھ ساتھ اُلوہیت میں درجہ دیا ہے اور مجدد الف ثانی صاحب کی طرح اُن سے آگے نکل جانے کی
کوشش نہیں کی۔ اِن دونوں حضرات کا بیان اور ان کے خیالات آپ کے سامنے ہیں۔ مولانا رُومؒ فرماتے ہیں:۔

جملہ عالم را بخواں "قُل یاعباد"   بندۂ خود خواند احمدؐ در رشاد

یعنی تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خود ہی اپنے محبوب احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ قرار دیا۔ یہ سورۃ الزمر کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے:۔ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ
ترجمہ:۔ اے نبیؐ کہہ دیجئے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔
(الزمر آیۃ ۵۳) اس طرح مولانا روم نے اپنے عقیدہ کے مطابق "عبادی" کی ضمیر اللہ تعالیٰ کے بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر کر نظریۂ وحدت الوجود کی حقانیت کو ثابت کر دکھایا اور معنی یہ بتائے کہ اے نبیؐ اپنے ان بندوں سے جنہوں نے اپنے نفسوں پہ ظلم کیا ہے کہہ دیجئے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ گویا ہم اور آپ نبیؐ کے بندے ہیں۔ اور مفسرّ قرآن حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے مولانا روم کی بات کے لئے دلائل بھی مہیا فرما دئے۔ اور امداد المشتاق میں لکھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے فرمایا:۔

(۱۸۶) فرمایا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد رسولؐ کہہ سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم مرجع ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا کہ قرینہ بھی انہیں معنی کا ہے آگے فرماتا ہے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اگر مرجع اس کا اللہ ہوتا فرماتا من رحمتی تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔ ارشاد فرمایا اے وا،

(فوٹو: امداد المشتاق صہ ۹۳ مؤلفہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب)

حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب کے تائیدی دلائل ملاحظہ فرمایئے اور حاجی صاحب کا خوش ہو کر "اے وا" کہنا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس وحدت الوجود کے نظریہ کو ایک بزرگ نے نجاست کھا کر عملاً ثابت کر دکھایا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:۔

(۲۲۴) فرمایا کہ ایک موحد سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوا و غلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کو کھا لیا پھر بصورت آدمی ہو کر حلوا کھایا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے (حاشیہ) قولہ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کھا لیا اقول

اس معترض کی غباوت کے سبب اس تکلف و تصرف کی ضرورت پڑی ورنہ جواب ظاہر ہے کہ یہ اتحاد مرتبہ حقیقت میں ہے نہ کہ احکام و آثار میں ۱۲

(فوٹو: امداد المشتاق صفحہ ۱۱ مؤلف حکیم الامت تھانوی صاحب ملفوظات حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی)

دیکھا آپ نے ہر چیز کا ایک ہونا حقیقت کے لحاظ سے تو ہے ہی لیکن اگر کوئی سرکش تنگ پیدا کرے تو یہ اللہ والے تفرق کر کے یہ بھی ثابت کر سکتے ہیں کہ احکام کے لحاظ سے بھی وحدت الوجود حق ہے۔

یوں تو احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی صاحب کا تفصیل بیان بوزرتی صاحب کے والد صاحب کے "سفر سرہند برائے زیارتِ قبر مجدد" میں آئے گا لیکن یہاں یہ بات آجانی مناسب ہے کہ ہر چند کہ آپ وحدۃ الشہود کے نظریہ کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں اس کے باوجود "وحدت الوجود" کے اعتقاد کو بھی ساتھ ہی ساتھ نباہتے جاتے ہیں آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتِ الٰہی کا ایک جزء ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل مہیا فرما دئے ہیں کہ اگر کوئی ان کے قول میں تاویل کر کے قرآن و حدیث سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش بھی کرے تو اس کے چھکے چھوٹ جائیں ملاحظہ ہو:۔

در میں زمان بالطفیل او خلق فرمودہ است کما ورد باید دانست کہ خلقِ محمدی در رنگِ خلقِ سائر افرادِ انسانی نیست بلکہ بخلقِ ہیچ فردے از افرادِ عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم با وجودِ نشأ عنصری از نورِ حق جل و علا مخلوق گشتہ است کما قال علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ و دیگران را این دولت میسر نشدہ است

(فوٹو: صفحہ ۷۴-۷۵ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی دفتر سوم حصہ نہم مکتوب نمبر ۱۰۰ (ر ۵ - ۶))

ترجمہ رونا:۔

اور زمین و آسمان کو بھی کی طفیل پیدا فرمایا ہے۔ کما ورد۔
جاننا چاہئے کہ پیدائش محمدی تمام افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں۔ بلکہ افراد عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ (میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا ہوں) اور دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی۔

فوٹو: صفحہ ۲۶۶ ترجمہ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مترجم حضرت خواجہ حافظ عبدالکریم مسلمہٗ ربہٗ)

جابر رضی اللہ عنہ سے منسوب اس موضوع روایت کے ذریعہ کس جابکدستی کے ساتھ مجدد صاحب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذات کی شرکت ثابت فرمادی اہل کتاب نے بھی اپنے رسولوں کے لئے اس بات کی کوشش کی تھی مگر وہ نطفہ کا واسطہ لانے پر مجبور ہوگئے ہمارے اِن بزرگ نے کچھ اس طرح بلا واسطہ اور براہِ راست ذات کی شرکت کا ثبوت بہم پہنچایا کہ عقل حیران ہے۔ پھر مجدد صاحب نے وحدت الشہود کے ماتحت اپنا فنا فی اللہ ہونا کچھ اس شان سے واضح فرمایا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ ب الہٰی سے متصل ہو کر انسانیت کی ابتداء اور انتہا کا جو نظارہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے کیا ہے وہ سننے اور یاد رکھنے کے لائق ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں :۔

اسس

فقیر کو بھی اللہ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے سے بعض اوقات یہ حالت پیش آئی ہے۔ اور میں نے ملائکہ کو عینِ سجود کی حالت میں پایا ہے جو وہ حضرتِ آدم علیہ السلام کو کر رہے تھے، کہ ابتک انھوں نے سجدہ سے سر بھی نہیں اٹھایا تھا۔ اور ملائکۂ علیین کو جنھیں سجدہ کا حکم نہیں دیا گیا تھا اُن سجدہ کرنے والے فرشتوں سے الگ دیکھا کہ وہ اپنے مشہود (جس کا وہ مشاہدہ کر رہے تھے) میں فنا اور غرق ہیں۔ اور وہ تمام

حالات جن کا آخرت میں وعدہ فرمایا گیا ہے، وہ سب اسی آن (گھڑی) میں دکھائی دیئے۔ چونکہ اس واقعہ پر ایک مدت گذر گئی ہے۔ اس لئے میں نے احوالِ آخرت کی تفصیل بیان نہیں کی۔ کیونکہ مجھے اپنے حافظہ پر اعتماد نہیں رہا ہے۔

(نوٹ: ص ۱۸۸-۱۸۹ ترجمہ مبداء و معاد مصنفہ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی صاحب مترجم مولانا نذر اری صاحب)

اللہ اللہ، ایک بات تو یہ ہوئی کہ فرشتے تخلیقِ آدم کے وقت سے لے کر مجدد صاحب کے زمانے تک سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ دوسری بات یہ کہ حضرت نے اپنے اس مشاہدہ کے ذریعہ قرآن کی اُن دو آیتوں کی تنسیخ فرما دی جو بیان کرتی ہیں کہ سارے کے سارے فرشتے سجدہ ریز ہوگئے ایک بھی پیچھے نہ رہا۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (پس سجدہ کیا ملائکہ نے اور سب کے سب نے) الحجر آیۃ ۳۰ اور سورۃ ص آیۃ ۷۳) مجدد صاحب نے بتا دیا کہ ملائکہ علیین حضرت آدم کو سجدہ کرنے والے ملائکہ میں شامل نہ تھے، ان کو میں نے بچشمِ سر دیکھا ہے اور شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ ایک یقینی بات ہے۔ پھر شاباش ہے اس کو جو اس حیات دنیا ہی میں غیب کا عینی مشاہدہ کرلے۔ جنّت و دوزخ، حور و غلمان اس کی نگاہ کے سامنے ہوں۔ اور قابلِ قدر ہے وہ ذات جس کے سہارے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک الف (ہزار) سال بعد یعنی الف ثانی میں عروج حاصل ہوا ہو ملاحظہ فرمایئے:۔

حقیقتِ کعبہ کے مقام میں حقیقتِ محمّدی کا عروج	جاننا چاہیئے کہ جس طرح کعبہ کی صورت چیزوں کی صورتوں کی مسجود ہے۔

اسی طرح حقیقتِ کعبہ اُن چیزوں کی حقیقتوں کی مسجود ہے۔ اور میں ایک عجیب بات کہتا ہوں، جو اس سے پہلے نہ کسی نے سنی اور نہ کسی بتانے والے نے بتائی، جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے صرف مجھے بتائی اور صرف مجھ پر الہام فرمائی ہے اور وہ بات یہ ہے کہ آں سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات کے زمانہ رحلت سے ایک ہزار اور چند سال بعد ایک

زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ حقیقتِ محمدی اپنے مقام سے عروج فرمائے گی اور حقیقتِ کعبہ کے مقام میں (رسائی پا کر اس کے ساتھ) متحد ہو جائے گی۔ اس وقت حقیقتِ محمدی کا نام حقیقتِ احمدی ہو جائے گا۔ اور وہ ذاتِ "احد" جل سلطانہ کا مظہر بن جائے گی۔ اور دونوں مبارک نام (محمد و احمد) اس مسمّٰی (مجموعہ حقیقتِ محمدی و حقیقتِ کعبہ) میں متحقق ہو جائیں گے۔ اور حقیقتِ محمدی کا پہلا مقام (جہاں وہ اس سے پہلے تھی) خالی رہ جائے گا اور وہ اس وقت تک خالی ہی رہے گا یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں۔ اور نزول فرمانے کے بعد شریعتِ محمدی علیہما الصلوات والتسلیمات کے مطابق عمل فرمائیں۔ اس وقت حقیقتِ عیسوی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقتِ محمدی کے اس مقام میں جو خالی چلا آ رہا تھا استقرار پائے گی۔ (یعنی قیام پذیر ہو جائے گی۔)

(نوٹ: ترجمہ مبدا و معاد صفحہ ۲۰۶-۲۰۳ مترجم حضرت مرزا سید زوار حسین شاہ صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ العالی)

زندہ باد۔ کیا خوب حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو عروج حاصل ہوا۔ اُس نے اپنے مقام سے عروج کیا اور حقیقتِ کعبہ کے مقام میں (رسائی پا کر اُس کے ساتھ) متحد ہو گئی۔ اور اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہو گیا۔ اور وہ ذاتِ اَحدؔ جل سلطانہ کا مظہر بن گئی اور دونوں نام (محمد و احمد) اس مسمّٰی (مجموعہ حقیقت محمدی و حقیقتِ کعبہ) میں متحقق ہو گئے اور حقیقت محمدی کا پہلا مقام جہاں وہ عروج سے پہلے تھی خالی رہ گیا۔ اب قیامت کے قریب عیسیٰ علیہ السلام نزول فرما کر اس خالی جگہ کو پُر کریں گے۔ حضرت سمجھے بھی کچھ کہ کیا کہا۔ مجدد الف ثانی صاحب کا اصلی نام احمد تھا اور یہ سارا عروج و زوال اسی ایک نام کے گِرد چکر کاٹ رہا ہے۔ حسنِ اتفاق دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) ہی کو یہ راز بتلایا اور اس سے پہلے کسی اور پر ظاہر نہ کیا۔ اور دوسرا حُسنِ اتفاق یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہزار چند سال بعد جو ہستی عالم وجود میں آئی وہ یہی بابرکت ذات احمد سرہندی مجدد الف ثانی صاحب کی ذات تھی۔ اب آپ ہی زحمت فرمائیے اور کبریٰ و صغریٰ ملا کر حقیقتِ

احمدی کے سچے واقف کار بن جائیے۔ میرے طائر خیال کے تو پَر جل جائیں گے۔ مجدد الف ثانی کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب، اُن کے والد شاہ عبدالرحیم اور تایا ابوالرضا محمد صاحب، غرض پورا خاندانِ ولی اللہی نظریۂ وحدۃ الوجود و وحدت الشہود کا قائل ہی نہیں بلکہ علمبردار رہا ہے۔ ان سب کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہم مسئلہ وحدت الوجود کو ثابت کرنا چاہیں تو قرآن و حدیث کے تمام نصوص و ظواہر سے اس کا اثبات کر سکتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہید صاحب بھی اس مسئلہ کے اس قدر دلدادہ تھے کہ اس کے اثبات کے لئے "عبقات" جیسی کتاب لکھ ڈالی جو شروع سے لے کر آخر تک اسلامی عقائد کی نفی پر مشتمل ہے اور اپنے پیر سید احمد شہید کے املا پر "صراطِ مستقیم" نامی کتاب مرتب کی جو "الکتاب مقام اُلوہیت" کے عملی طریقوں کی تعلیم سے پُر ہے "تقویۃ الایمان" جیسی کتاب میں بھی جو توحید کے مضامین پر مشتمل تھی وہ یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ یا عبدالقادر شیئاً للّٰہ (اے عبدالقادر اللہ کے نام پر کچھ دو) تو کہنا صحیح نہیں ہے مگر یوں کہنا صحیح و درست ہے کہ اے اللہ عبدالقادر کے واسطے سے عطا فرما۔ مجبور تھے، کیونکہ یہ سب ان کے بزرگوں کی تربیت کا نتیجہ تھا وحدۃ الوجود کا عقیدہ تو انہیں ورثہ میں ملا تھا۔ ان کے دادا شاہ ولی اللہ صاحب وحدت الوجود کو اصل مانتے تھے اور فرماتے تھے کہ وحدت الشہود کا تصور آپ سے آپ وحدت الوجود کے نظریہ میں شامل ہے اور یہ بھی کہ ابن عربی نے جو وحدت الوجود کا آفاقی نظریہ پیش کیا ہے اس میں وحدت الشہود کا تصور موجود ہے۔ فرماتے ہیں:۔

فالمذهب الأول يسمى بوحدة الوجود والثاني بوحدة الشهود وقد وقع عندنا ان للمكشوفين صحيحان جميعا لكن القول بان وحدة الشهود على هذا المعنى لم يقل به الشيخ العربي سهو بل الشيخ واتباعه بل الحكماء ايضا يقولون بها

تو پہلے مذہب کا نام وحدت الوجود ہے۔ اور دوسرے کا نام وحدت شہود ہے اور ہمارے نزدیک دونوں مکاشفے صحیح ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ شیخ عربی نے وحدت شہودی اس معنی پر نہیں کہی۔ یہ سہو ہے بلکہ شیخ اور اتباع شیخ نے بلکہ حکما نے بھی کہی ہے۔

(نوٹ: صـ ۷ فیصلہ وحدت الوجود والشہود۔ محبوب المطابع دہلی۔ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی و تفہیمات الٰہیہ جلد ۱ صـ ۱۹)

شاہ عبدالرحیم صاحب والد ماجد شاہ ولی اللہ کی عظمت کا بیان

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کی بزرگی کی حکایات "انفاس العارفین" نامی کتاب میں بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک صفحہ کی حکایات اور ان کا ترجمہ پیش خدمت ہے :-

فرشتہ کی حاضری

حضرت ایشان میفرمودند کہ چون فرزندم صلاح الدین بیمار شد و امید حیات وی منقطع گشت باشتراء کفن وحفر قبر امر کردم دلم بجوشید و بگوشہ نشستم والحاح در دعا از حد گذرانید مغ فرشتہ حاضر شد و بشارت حیات وصحت داد ہمدران ساعت وی راعطسہ آمد وحیات معاودت کرد کاتب حروف از حاضران این قصہ بود۔

(نوٹو: انفاس العارفین فارسی ص۶۳ مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

ترجمہ اردو:-

ناز ولایت

حضرت والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ جب فرزندِ عزیز صلاح الدین بیمار ہوا اور ہم نے اس کی زندگی سے ہاتھ دھو لئے تو میں نے کفن خریدنے اور قبر کھودنے کے لئے کہہ دیا۔ اچانک میرے دل میں جوش آیا اور ایک کونے میں جا بیٹھا۔ حد سے زیادہ گڑگڑا کر دعا مانگی۔ فرشتے نے آکر اس کی زندگی اور صحت کی بشارت دی، اسی دم وہ چھینکا اور اس کی زندگی لوٹ آئی۔

(نوٹو: انفاس العارفین ص۱۳۳ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب (ترجمہ سید محمد فاروق القادری ایم اے)

فرشتہ کا حاضر ہونا کوئی ایسی بات تو نہیں ہے کہ مترجم صاحب نے آخری ٹکڑے کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا کہ کاتب حروف (شاہ ولی اللہ) اس قصہ کے وقت موجود تھا معلوم ایسا ہی ہوتا ہے کہ شاید شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اس فرشتہ کو دیکھا اور اس کی بشارت سنی۔ فرشتے تو بارگاہِ قدس میں حاضر ہوتے ہی رہتے ہیں اگر اقدار مشترکہ میں سے کسی کی خدمت میں کسی نے حاضری دی تو تعجب کیسا۔ اور سنئیے :-

حضرت ایشان چون شصت سالہ شدند۔ بر ایشان منکشف ساختند تقدیر بران جاری شدہ

که ایشان را فرزند دیگر بوجود آید و از زبان بعض خواص یاران باجتماع افتاده مبشر شدند که آن مولود بفلان فلان
مقام خواہد رسید داعیہ تزوج بخاطر ایشان پیدا شد و چون مخدومی حضرت شیخ محمد این ماجرا دانستند دلغب
شدند و را نکہ این مولود از فلذ کبد ایشان باشد این فقیر از بعض ثقات استماع دارد کہ چون این کدخدائے
تحقیق گشت بعض اہل نفاق و شقاق گفتند کہ درین عمر کدخدائی مناسب نبود حضرت ایشان این را شنیدند
و فرمودند مدتی در اثنای عمر من باقی ست و فرزندان بوجود خواہند آمد پس ازین ہفدہ سال زندہ ماندند و دو فرزند
بوجود آمدند این فقیر ہنوز متولد نشدہ بود کہ شبی حضرت ایشان نماز تہجد گذاردند و والدۂ فقیر نیز قریب ہمانجا
تہجد گزاردند بعد فراغ حضرت ایشان دست بدعا برداشتند و والدہ آمین میگفتند درمیانِ ایشان دو دست
دیگر ظاہر شدند حضرت ایشان فرمودند این دو دست فرزندیست کہ متولد خواہد شد با ما دعا میکند بعد ازان
این فقیر متولد شد و بعد ہفت سال در تہجد شریک والدین شد و بہمان وضع دو دست درمیان ایشان
برداشت ہذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلہا ربی حقا

(فوٹو: انفاس العارفین فارسی صہ ۶۳ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی)

مادر زاد ولی

ترجمہ اردو:- **حضرت شاہ ولی اللہ کی پیدائش کا قصہ** حضرت والد ماجد جب ساٹھ سال کے ہوئے تو ان پر منکشف
ہوا کہ تقدیر کے فیصلے کے مطابق آپ کے ہاں ایک اور فرزند پیدا ہوگا۔ بعض خاص یارانِ طریقت سے
یہ بھی سننے میں آیا کہ آپ کو بشارت دی گئی تھی کہ وہ نومولود علمی اور روحانی بلند مقامات کو
پہنچے گا۔ چنانچہ آپ کے دل میں شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ جب مخدومی شیخ محمد نے یہ ماجرا
سنا تو وہ اس کوشش میں رہنے لگے کہ یہ بچہ اُن کی لختِ جگر سے ہو۔ اس فقیر نے بعض ثقہ
لوگوں سے سُن رکھا ہے کہ جب اس شادی کی بات پکی ہوگئی تو بعض مخالفین اور منافقین نے کہا کہ اس
عمر میں شادی مناسب نہیں رہے گی۔ حضرت والد نے ان کی باتیں سنیں اور فرمایا کہ میری عمر کا

بھی کافی حصہ باقی ہے اور لڑکے بھی پیدا ہوں گے۔ چنانچہ آپ اس شادی کے سترہ سال بعد زندہ رہے اور دو بچے بھی پیدا ہوئے۔ فقیر (ولی اللہ) ابھی پیدا نہیں ہوا تھا کہ ایک رات حضرت والد ماجد نماز تہجد پڑھ رہے تھے اور میری والدہ بھی ان کے قریب تہجد میں مشغول تھیں۔ نوافل کے بعد حضرت والد نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور والدہ آمین کہتی رہیں۔ اسی اثناء میں دو اور ہاتھ ظاہر ہوئے۔ حضرت والد نے فرمایا۔ یہ دو ہاتھ ہمارے بیٹے کے ہیں جو پیدا ہوگا۔ وہ ہمارے ساتھ دعا مانگ رہا ہے۔ اس کے بعد یہ فقیر پیدا ہوا اور سات سال کی عمر میں نمازِ تہجد میں والدین کا ساتھی بنا اور اسی خواب والی وضع میں ان دونوں کے درمیان ہاتھ اٹھائے۔ وھذا تاویلُ رویایَ مِن قبلُ قد جعلھا ربی حقا

(فوٹو: ترجمہ اردو ص۱۴۵ انفاس العارفین مصنفہ: ولی اللہ صاحب۔ مطبوعہ معارف۔ لاہور)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واقعہ کے خلاف بغیر دعا کے ۶۰ سال کی عمر میں بشارت کا ہونا کہ ایک فرزند پیدا ہوگا اور وہ فلاں فلاں بلند مقام تک پہنچے گا (مترجم صاحب نے فارسی عبارت کا پورا ترجمہ نہیں کیا اور لکھ دیا کہ علمی و روحانی بلند مقام کو پہنچے گا ظاہر ہے کہ اس ترجمہ میں علم غیب کا وہ زور نہیں جو فارسی عبارت میں ہے) دوسری بات اس واقعہ میں یہ ہے کہ حضرت عبدالرحیم شاہ کا اسی کتاب میں یہ بیان بھی ہے کہ اس فرزند کی بشارت بختیار کاکی کی روح نے ظاہر ہو کر انہیں اس وقت دی تھی جب وہ ان کی قبر کی زیارت کو گئے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ روح نے بھی بشارت دی ہو اور انہیں خود بھی کشف ہوا ہو۔

شاہ عبدالرحیم صاحب نے یہ فرما کر کہ ابھی میری کافی عمر باقی ہے اور لڑکے بھی ہوں گے اس کلیہ کو ختم کر دیا کہ کسی کو اپنی عمر اور اولاد کے بارے میں کل کی خبر نہیں۔ پھر پیٹ کے بچے کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کا باہر نکل کر دعا میں اُٹھ جانا حیرت انگیز بھی مگر ہے تو امر واقعہ۔ اس پورے واقعہ سے کیا یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ شاہ ولی اللہ سے قبل ولادت ہی کرامات صادر ہونا شروع ہو گئی تھیں اس سے بڑی کرامت آگے والے واقعہ موجود ہے:۔

ونیز این فقیر جنین بود در بطن ام خود در ایام

حضرت ایشان سائلہ را نیم نان صدقہ دادند آنگاہ او را باز طلبیدند و نیم دیگر نیز دادند آنگاہ او را باز طلبیدند و نیم

دیگر نیز دادیم آنگاه فرمودند این طفل که جنین است میگوید در راہِ خدا تمام نان باید داد روزی این فقیر بغایت صغیر السن بود او را بنام اہل اللہ بکرر ندا کردند کسی از سرِ این کلمہ سوال کرد فرمودند اہل باسم برادر او است کہ عنقریب متولد خواہد شد بیان من بنام او متکلم شد

(فوٹو: انفاس العارفین فارسی ص ٦٢-٦٣ مصنف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

اور شاہ ولی اللہ کا ماں کے پیٹ کے اندر سے بولنا

ترجمہ:- **قبل از پیدائش شاہ اہل اللہ کی بشارت**

نیز یہ فقیر ابھی ماں کے پیٹ میں تھا کہ اس وقت حضرت والد نے ایک بھکارن کو آدھی روٹی خیرات دی - وہ جانے لگی تو پھر اسے واپس بلا کر باقی آدھی بھی دے دی اور فرمایا کہ بچہ جو پیٹ میں ہے کہہ رہا ہے کہ خدا کی راہ میں ساری روٹی دینی چاہیئے - ایک دن جب کہ یہ فقیر ابھی بہت کمسن تھا - حضرت والا نے اہل اللہ کے نام سے کسی کو دوبار آواز دی - ایک آدمی نے پوچھا - حضرت والا کسے بلا رہے ہیں - میری طرف اشارہ کر کے فرمایا اہل اللہ اس کا بھائی ہے جو عنقریب پیدا ہوگا - اس کا نام خود بخود میری زبان پر جاری ہو گیا

(فوٹو: ص ١٤٥ انفاس العارفین ترجمہ سید محمد فاروق القادری ایم اے)

شاہ ولی اللہ صاحب کا اپنی ماں کے پیٹ سے اشارہ یا ارشاد اور ان کے والد صاحب شاہ عبدالرحیم کا اس کو سمجھ لینا اور کسی دوسرے کو معلوم نہ ہونا - کیا یہ واقعہ باپ اور بیٹے کی کرامات کا شاہکار نہیں ہے - پھر شاہ ولی اللہ صاحب کے پیدا ہونے والے بھائی کو اہل اللہ کہہ کے پکارنا اور فرمانا کہ یہ میرا بچہ اور ولی اللہ کا بھائی عنقریب پیدا ہوگا کرامت کیا معجزہ سے کم نہیں - سورہ لقمان کی آخری آیات کا کیا خوب جواب دیا ہے -

اور ملاحظہ فرمایئے:-

میفرمودند محمد قلی

در لشکر اورنگ زیب رفتہ بود و غیبت او امتداد یافت و خبر منقطع گشت برادرِ او محمد سلطان بسیار بحزن شد

بمن التجا کرد توجہ بلیغ کردم در لشکر خیمہ خیمہ تفحص نمودم نیافتم در اموات تجسس کردم ندیدم حوالیِ لشکر نظر کردم

می بینم کہ از مرض صحت یافتہ است وغسل کردہ وجامۂ شتری رنگ پوشیدہ بر کرسی نشستہ قصد آمدن دارد

برادر او گفتم بعد دو سہ ماہ بیامد و قصہ بہمان تفصیل نقل کرد

(فوٹو: انفاس العارفین فارسی صلا مصنف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

توجّہ کی کرشمہ کاری

فرمایا محمد قلی اورنگ زیب کے لشکر کے ساتھ گیا

کیا ہے جوان پہ عیاں نہیں

ہوا تھا۔ اس کے جانے پر کافی مدت گذر گئی اور

اس کی طرف سے خیریت کی کوئی خبر نہ پہنچی۔ اس کا بھائی محمد سلطان بہت غمگین ہوا اور

مجھ سے التجا کی۔ میں نے پوری قوت سے توجہ کی۔ جنگی لشکر کا خیمہ خیمہ چھان مارا مگر کہیں نہ پایا۔

مُردوں میں ڈھونڈا تو بھی نہ دیکھا۔ شاہی لشکر کے آس پاس نظر دوڑائی تو دیکھا کہ بیماری سے

سے صحت یاب ہو کر غسل کیا ہے اور گیروے رنگ کے کپڑے پہن کر کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور آنے

کی تیاریوں میں ہے۔ میں نے یہ سب کچھ اس کے بھائی کو بتا دیا۔ چنانچہ دو تین ماہ بعد وہ آیا

اور میری تمام باتوں کی تصدیق کر دی۔

(فوٹو: انفاس العارفین صفحہ ۱۴۰-۱۴۱ ترجمہ قادری صاحب، شائع کردہ المعارف لاہور)

بزرگوں کی "توجہ" کی برکات کے منکروں کے لئے یہ واقعہ ایک شدید ضرب ہے۔ صحیح لکھا مترجم قادری صاحب نے کہ کیا ہے جو اُن پر عیاں نہیں۔ اب انہی محمد سلطان کا دوسرا واقعہ پیشِ خدمت ہے جو شاہ ولی اللہ صاحب کی موجودگی میں پیش آیا

کاتب حروف گوید کہ خواجہ محمد سلطان اسپی خریدہ بود

از حضرت ایشان نمود مرا تنہا طلبیدند و این فقیر نیز آنجا حاضر بود فرمودند اسپی خوب است اما عمر کم دارد

مرا از نی بود سلطان بدخلقی وبد زبانی او تنگ آمدہ التماس کرد چہ شود اگر آن زن فدا را این اسپ گردد جسم

فرمودند وگفتند چنین باش گوتہ ماہ بر نیامد کہ زنش بمرد و اسپ بفروخت نفع یافت

(فوٹو: انفاس العارفین فارسی صلا مصنف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

انسانی عمر کا حیوان کی عمر سے تبادلہ

ترجمہ:- کاتب الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے کہ خواجہ محمد سلطان نے ایک گھوڑا لے رکھا تھا جو
اس نے حضرت والد کو دکھایا۔ آپ نے اسے تنہائی میں بلایا۔ اس وقت یہ فقیر بھی وہاں موجود
تھا اور فرمایا کہ گھوڑا خوب ہے مگر اس کی عمر تھوڑی ہے۔ اس کی ایک بدزبان اور بدعادت
بیوی تھی جس سے وہ تنگ آچکا تھا۔ عرض کی کیا ہی اچھا ہو کہ اس عورت کی زندگی گھوڑے
کو مل جائے۔ آپ نے متبسم ہو کر فرمایا ایسا ہی ہو جائے گا۔ تین مہینے نہ گزرے تھے کہ اس کی
بیوی مرگئی اور گھوڑے کو بیچ کر خوب نفع کمایا۔

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین ص۱۲۱ مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مترجم سید محمد فاروق القادری ایم اے)

"وحدت الوجود" کے تصوّر کے علمبردار اس بزرگ نے اپنی ہوشربا کرشمہ گری سے اس نظریہ کا حق ہونا ثابت کر دکھایا ہے ورنہ ایک عام انسان میں یہ طاقت کہاں؟ "منطق الطیر" کا علم اگر سلیمان علیہ السلام کو دیا گیا تو یہ اللہ کا فضل، اُس کی مہربانی تھی۔ اب اگر کسی دوسرے کو جانوروں اور انسانوں کی عمروں کا علم مل گیا اور یہ قدرت بھی اُسے حاصل ہو گئی کہ عمر کی اس مدت میں کمی یا زیادتی کر کے عمروں میں تبادلہ بھی کرا سکے تو یہ بھی ایک فضلِ الٰہی ہے اس پر کسی کا چیں بجبیں ہونا کیا معنی۔

اس کے بعد ارواحِ طیبہ کی حشر سامانی ملاحظہ فرمائیے:-

حضرت ایشان در پھلت بودند، روزِ عرس یکی از بزرگان آنجا رسید قوالان سرود بنیاد کردند بعد ساعتی فرمودند کہ روحِ شیخ
ابوالفتح قدس سرہ ظاہر شدہ و رقص میکنند نزدیک ست کہ شما نیز این معنی را دریابید اہلِ مجلس نیز سرایت کنند لمحہ نگذشتہ بود
کہ حالِ اہلِ مجلس متغیر شد و ہای و ہوئی عجیب برخاست

(فوٹو: انفاس العارفین فارسی ص۱۴۲ مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

تاثیر جذب و رقص

اُردو ترجمہ:- حضرت والد ماجد ایک دفعہ قصبہ پھلت میں تھے۔ عرس کے روز ایک بزرگ تشریف لائے۔ قوالوں نے نغمہ چھیڑا۔ تھوڑی

دیر کے بعد فرمانے لگے۔ شیخ ابوالفتح قدس سرہ کی روحانیت محفل میں آکر رقص کر رہی ہے عنقریب ان کے جذب کے اثرات اہلِ محفل پر طاری ہو جائیں گے۔ تھوڑی دیر گزری کہ مجلس کا رنگ بدل گیا اور ہاؤ ہو کے مستانہ نعروں سے محفل گونج اٹھی۔

(فوٹو: ص ۱۱۶ ترجمہ انفاس العارفین مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

بزرگوں کے عرس (شادی) کے ذکر پر لوگ استہزاءً مسکرا دیا کرتے ہیں حالانکہ یہ ہمارے بزرگوں سے ثابت ہے صرف یہی نہیں بلکہ ان محفلوں میں گذرے ہوئے بزرگوں کی ارواح طیبہ تک آکر رقص کیا کرتی ہیں اور جذب و مستی کے آثار پوری محفل پہ طاری ہو جاتے ہیں اور اہلِ محفل ہاؤ ہو کے مستانہ نعرے لگانے لگتے ہیں یاد رہے کہ یہ خواص کا رقص و سرود ہے عوام کا ناچ رنگ نہیں۔ کیا خوب ارشاد فرمایا مولانا ابوالکلام آزاد صاحب نے اپنی کتاب "غبارِ خاطر" میں کہ فقہاء نے تشدد کر کے قضاءً غناء کو حرام کر دیا حالانکہ شرعاً یہ حرام نہیں ہے اور میں عرصہ دراز تک ستار سے شوق کرتا رہا ہوں۔ (صاحب ترجمہ سے اس اردو ترجمہ میں ایک غلطی ہو گئی ہے اور وہ یہ کہ:- روز عرس یکی از بزرگان آنجا رسید کا ترجمہ یوں ہو گیا ہے کہ عرس کے روز ایک بزرگ تشریف لائے۔ حالانکہ اصل ترجمہ یہ ہے کہ (حضرت ایشاں پھلت میں تھے کہ) وہاں کے ایک بزرگ کے عرس کا دن آپہنچا) شیخ ابوالفتح کی روح کے مقابلہ میں شیخ محمد پھلتی کی روح کی کارفرمائی بھی نظر میں رہنا چاہیے:-

حضرت ایشان چون نزدیک قبر مخدومی شیخ محمد قدس سرہٗ می نشستند میفرمودند کہ روح ایشان در نماز بمن اقتدا میکند و از من استماع معارف می نماید یکبار باین فقیر متوجہ شدند و بعض معارف فرمودند و بعد ازان فرمودند کہ روح ایشان گفت کہ فلانی را چیزی از معارف تعلیم فرمائید لاجرم اینہم گفتہ شد

(فوٹو: انفاس العارفین فارسی ص ۴۸ مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

مُردے نماز میں اقتداء کریں اور روحیں تعلیم دیں

اردو ترجمہ: فیوضِ اولیاء

حضرت والد گرامی جب کبھی مخدومی شیخ محمد قدس سرہٗ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھتے فرماتے کہ ان کی روح نماز میں

میری اقتدار کرتی ہے اور مجھ سے معارف کسب کرتی ہے۔ ایک دفعہ اس فقیر (ولی اللہ) کی طرف متوجہ ہوئے اور بعض فیوض و معارف عطا فرمائے۔ پھر فرمایا۔ مخدومی شیخ محمد قدس سرہٗ کی روحِ پُر فتوح نے مجھے حکم دیا ہے کہ فلاں کو کچھ معارف کی تعلیم دو۔ وہ تمام میں نے تمہارے سامنے بیان کر دیتے ہیں۔

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین مصنف شاہ ولی اللہ صفحہ ۱۱۶ مطبوعہ المعارف لاہور)

قبروں کی مجاورت سے لوگ منع کرتے ہیں اور اس کے خلاف حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل لاتے ہیں مگر اس حکایت سے صاف معلوم ہوا کہ قبر کے پاس بیٹھ کر اسرار و معارف کا مبارک اخذ و تبادلہ بھی کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی کہ گذرے ہوئے بزرگوں کی روحیں نمازوں میں آ کر زندہ بزرگوں کے پیچھے نمازیں پڑھتی ہیں اور کبھی کوئی حکم بھی دے جاتی ہیں اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ابن نجیم نے جو کنز الدقائق کی شرح بحر الرائق میں تحریر کیا ہے کہ جو یہ مانے کہ مشائخ کی روحیں حاضر بھی ہیں اور اُن کو علم بھی ہے" وہ کافر ہے" غلط فتویٰ ہے ورنہ ایسے ہزار واقعات ہمارے بزرگوں نے بیان کئے ہیں۔

وفی البزازیۃ قال علماؤنا من قال أرواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر

ترجمہ :۔ البزازیہ میں ہے کہ ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور تعلیم بھی دیتی ہیں یا اُن کو علم بھی ہوتا ہے ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی۔ (عکس و ترجمہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق لابن نجیم صفحہ ۱۳۴ جلد ۵)

اس واقعہ کے بعد روح کے آنے کے بجائے جسدِ عنصری میں بزرگ شہیدوں کا دنیا میں آنا۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی زبانی سُنئے :۔

میفرمودند والد من علیہ الرحمۃ شہید شدہ بودند احیاناً برائے من متجسد شدند وایا اخبار حال و استقبال خبر میدادند یکبار کریمہ دختر خدمت مخدومی اخوی قدس سرہ بیمار شد و بیماری او ممتد گشت در آن ایام در نصف النہار تنہا بحجرہ خفتہ بودم ناگاہ ایشان متمثل شدند و فرمودند میخواہم کریمہ را ببینم لیکن در آن محل مستورات بیگانہ نشستہ اند آنجا رفتن بر خاطر من بس گران می آید این مستورات را از آنجا برخیزانید چون خیزانیدن ایشان

ممکن نبود پردہ کشیدم پس برسر بر کریمہ ظاہر شدند بوجہی کہ من میدیدم و کریمہ میدید و ہیچکس دیگر نمیدید کریمہ متنبہ شد و گفت
واعجبا مردم ایشان را شہید میگفتند ایشان خود زندہ اند فرمودند این را بگذار ای فرزند بیماری بسیار کشیدی انشاء
اللہ تعالیٰ علی الصباح وقت اذان فجر شفا کلی خواہی یافت این گفتند و برخاستند و راہ دروازہ گرفتند من نیز
در عقب ایشان میرفتم فرمودند شما بایند آنگاہ غائب گشتند چون اذان فجر گفتہ شد روح کریمہ مفارقت کرد

(فوٹو: انفاس العارفین ص۴۷، مجتبائی۔ مصنف شاہ ولی اللہ صاحب)

شہید کا جسدِ عنصری کے ساتھ اس دُنیا میں واپس آنا اور غیب کی خبر دینا

اُردو ترجمہ **علوم اولیاء** فرمایا کہ میرے والد شہید شہادت کے بعد کبھی کبھار ظاہری شکل و صورت میں مجسم ہو کر میرے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور حال و استقبال کی خبریں سُنایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مخدومی برادر گرامی کی دختر کریمہ بیمار ہو گئی۔ اس کی بیماری نے طول پکڑا۔ انہی ایام میں ایک دن تن تنہا میں اپنے حجرے میں سو رہا تھا کہ اچانک والد شہید تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ کریمہ کو ایک نظر دیکھ لوں لیکن اس وقت گھر میں بہت سی دوسری مستورات آئی ہوئی ہیں۔ ان کی موجودگی میں وہاں جانا طبیعت پر گراں گزرتا ہے۔ تم ان مستورات کو ایک طرف کر دو تاکہ میں کریمہ کو دیکھ لوں! چونکہ اس وقت ان مستورات کا وہاں سے اُٹھانا خلاف مصلحت تھا اس لئے میں نے ان کے اور کریمہ کے درمیان پردہ لٹکا دیا، اس کے بعد وہ اس طرح ظاہر ہوئے کہ کریمہ اور میرے علاوہ انہیں اور کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ کریمہ نے انہیں پہچان لیا اور کہا۔ عجیب بات ہے لوگ تو ان کو شہید کہتے ہیں حالانکہ یہ زندہ ہیں۔ فرمانے لگے۔ بیٹی! اس بات کو چھوڑو! تم نے بیماری میں کافی تکلیف برداشت کی ہے۔ انشاء اللہ کل صبح کی اذان کے وقت تمہیں مکمل نجات مل جائے گی۔ یہ بات فرما کر اُٹھے اور دروازے کے راستے باہر نکلے۔ میں بھی ان کے پیچھے روانہ ہوا۔ فرمایا۔ تم ٹھہرو! اور پھر غائب ہو گئے۔ دوسرے روز فجر کی اذان کے وقت کریمہ کی رُوح پرواز کر گئی اور اس نے ہر قسم کی تکلیف سے نجات حاصل کر لی۔

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین ص۱۱۵-۱۱۶ مترجم القادری ایم اے)

اللہ اللہ کیا شان ہے اس پورے خاندان کی پانچ پانچ پشتیں اسی ایک اصلی رنگ کی مالک ہیں۔ ایک طرف شاہ ولی اللہ کے والد اور دادا، اور دوسری طرف بیٹے اور پوتے اسمٰعیل شہید۔ اس واقعہ کے ذریعہ کیسے صریح الفاظ میں واضح فرمادیا کہ یہ جو سورۃ المومنون میں آیا ہے کہ وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (مرنے والوں اور اس دنیا کے درمیان قیامت تک کے لئے ایک آڑ ہے) اس کی حیثیت ایک "بداء" سے زیادہ کچھ نہیں۔ اسی طرح صحیح مسلم میں جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ شہداءِ اُحد جب جنت میں داخل کر دیے گئے اور وہاں ہر طرح کا عیش و آرام انہوں نے پا لیا تو مالک نے اُن سے کہا کہ کچھ اور چاہیئے اس پر شہداء نے جواب دیا کہ مالک ہر چیز مل گئی ہر وعدہ پورا ہو گیا۔ لیکن مالک ارض وسماء کا اصرار برابر باقی رہا۔ یہاں تک کہ جب ان شہداء نے محسوس کر لیا کہ جب تک ہم کچھ طلب نہ کریں گے پروردگار عالم ہم سے برابر دریافت فرماتا رہے گا تو انہوں نے درخواست کی کہ مالک ہمیں ایک بار پھر دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ ہم پھر جہاد کر کے شہید ہوں۔ اس جواب کے بعد مالک نے مزید اصرار نہ فرمایا اور جان لیا کہ اُن کو کسی چیز کی بھی حاجت نہیں ہے۔ (لیکن یہ نہیں کیا کہ اپنی سنت کو بدل کر انہیں دنیا میں پھر واپس بھیج دیتا کیونکہ قرآن میں اُس کا فیصلہ ہے کہ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (یعنی مرنے والے دنیا والوں کی طرف واپس نہیں لوٹ سکتے) شاہ ولی اللہ صاحب کے شہید دادا کی واپسی کے اس صریح واقعہ نے قرآن کے اس کلیہ کو بھی ختم کر دیا۔

شاہ صاحب کی اتباع میں حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی اپنے شہید پردادا کی شہادت کے بعد اُسی رات اپنی پردادی کے پاس مٹھائی لے کر آنے کے واقعہ کی تصدیق فرمادی ہے (اشرف السوانح جلد اول ص ۱۲)

خیر یہ تو شہیدوں کا ذکر ہے اشرف علی تھانوی صاحب نے تو حکایتِ اولیاء نامی کتاب میں یہ تک لکھ دیا ہے کہ قاسم نانوتوی صاحب بعدِ وفات جسدِ عنصری میں دیوبند آئے اور اس وقت کے مہتمم رفیع الدین صاحب سے فرمایا کہ محمود الحسن (اسیر مالٹا) آپس کے تنازعات میں کیسے مبتلا ہو گیا۔ رفیع الدین صاحب پسینہ پسینہ ہو گئے اور محمود الحسن صاحب کو بلا کر واقعہ بیان کیا تو انہوں نے رفیع الدین صاحب کے ہاتھ پر توبہ کی۔

(حکایات اولیاء حکایت نمبر ۲۴۴ صفحہ ۲۸۸-۲۸۹ مرتبہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب)

یعنی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے متصل ہو جانے والے کو موت نہیں آتی وہ تو صرف نقلِ مکانی کرتا ہے۔ اس لئے جب چاہتا ہے پھر واپس آجاتا ہے۔

فرشتۂ معمورۂ وبا کا خدمت میں حاضر ہونا

سیفرمودند روزی بابعض یاران نشستہ بودم ناگاہ مردی بغایۃ طویل القامت درآمد باہیبت تمام و در دست او کمان و چند تیر و سلام علیک گفت رد سلام کردم آنگاہ گفت ما موکلانیم بر وبا شوق ملاقات شما داشتم ازین راہ فوج ما عبور میکرد خواستم کہ شما را ببینیم امروز از فلان جا برخاستیم و مامور شدیم کہ فلان جا بر ویم شمارا بشارت میدہم کہ ہیچکس از یاران و مخلصان شما درین با نخواہد مرد بعد ازان سلام گفت بیرون رفت بعد ازان انتقال با بجائی کہ اشارت کردہ بود و سلامت مخلصان ازان بلا بالبظہور رسید

(فوٹو: انفاس العارفین ص ۴۸-۱۴۷ مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

اردو ترجمہ:-

موکل وبا

فرمایا ایک دفعہ میں چند احباب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک طویل القامت پرہیبت شخص ہاتھ میں تیر و کمان لئے ہوئے آیا اور مسنون طریق سے مجھے سلام کیا۔ میں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر اس نے بتایا کہ میں وبا پر مقرر کیا ہوا فرشتہ ہوں۔ عرصے سے آپ کی ملاقات کی خواہش تھی۔ آج ہمارے لشکر نے اس علاقے سے گزر کیا ہے۔ میں نے سوچا اچھا اتفاق ہے آپ سے مل لوں۔ آج ہمیں فلاں جگہ سے کوچ اور فلاں مقام پر پہنچنے کا حکم ہے۔ میں آپ کو خوشخبری سناتا ہوں کہ آپ کے احباب اور معتقدین میں سے کوئی شخص بھی اس وبا میں ہلاک نہیں ہوگا۔ اس کے بعد اس نے سلام کیا اور چلا گیا۔ چنانچہ چند دنوں میں وبا بھی اس کے بتائے ہوئے علاقے میں منتقل ہوگئی اور معتقدین و احباب بھی محفوظ رہے۔

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین ص ۱۱۶ مترجم سید محمد فاروق القادری ایم اے ملفوظات شاہ عبدالرحیم صاحب والد شاہ ولی اللہ صاحب مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب)

دیکھا آپ نے فرشتوں کا شوقِ ملاقات اور بارگاہِ قدس میں حاضری کی تمنا اور اندازِ بشارت۔
اب دوسرا واقعہ سنئے:

سیفرمودند روزی

در حجرہ تنہا نشستہ بودم جوانی متمثل شدہ گفت اگر خواہی الحال از دار دنیا انتقال کنی و اگر خواہی بعد زمانی گفتم

بعض کمالات ہنوز ماسول ست غیر محصول گفت پس موت تو متاخر ست آنگاہ بازگشت بر پشت او جواہر مرصع دیدم بشکل استعارہ واین قصہ اختصار کردہ شد

(فوٹو: انفاس العارفین فارسی ص۱۴۸ مجتبائی ۔ مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

اُردو ترجمہ:۔

موتِ اختیاری

فرمایا ایک دن تنہا میں اپنے حجرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور مجھے کہنے لگا کہ اگر تم چاہو تو ابھی اس دنیائے دوں سے دار الآخرت کی طرف منتقل ہو سکتے ہو اور اگر چاہو تو کچھ عرصہ بعد میں نے جواب دیا۔ ابھی کچھ کمالات اور منازل حاصل کرنا باقی ہیں۔ اور میں ان کی امید میں ہوں۔ کہنے لگا۔ اچھا تمہاری مرضی کے مطابق تمہاری موت مؤخر کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد وہ شخص واپس ہوا۔ میں نے اس کی پشت پر جڑے ہوئے مرصع جواہرات دیکھے۔ یہ قصہ مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین ص۱۱۱ مترجم القادری ایم اے)

بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی فرشتہ آیا تھا اور یہ پیغام لے کر کہ آپؐ چاہیں تو دنیا کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو مرحمت فرما دی جائیں اور آپؐ دنیا میں رہیں۔ ہاں اگر آپؐ کو اپنے مالک سے ملاقات کی طلب ہو تو یہ اور بات۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے ملاقات کو ترجیح دی تھی۔ شاہ عبد الرحیم صاحب نے اگر کمالات کے حصول کو ترجیح دی تو ان کی مرضی۔ لیکن ایک بات بہرحال ثابت ہو گئی کہ شاہ عبد الرحیم موت کے معاملہ میں اپنی مرضی کے مختار تھے اور فرشتے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ حیران ہوں گے کہ ایک ذات کے اندر اتنے بے شمار کمالات کیسے جمع ہو گئے تو اس کی وجہ بھی پیش نظر رکھئے:

فناءِ کلّی وغیبتِ تامّہ

ایسفرمودند وقتی باز واقعات فنائ کلی و غیبت تامہ

دست داد دیدم کہ حق سبحانہ وتعالی بملائکہ امر فرمود بندہ مرا کہ فلاں ست بجوئید در زمین جستند نیافتند در آسمانہا

تفحص کردند نیافتند در بہشت تجسس نمودند نیافتند پس حق سبحانہ خطاب کرد کہ ہر کہ در من گم شد در زمین نتوان یافت ونہ در آسمان و نہ در بہشت

(فوٹو: انفاس العارفین فارسی صفحہ ۳۶ مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب)

اردو ترجمہ:-

شانِ عبدیت والد گرامی فرماتے تھے کہ اوقاتِ عزیز میں سے ایک وقت فنائے کُلی اور غیبت تامہ میسر ہوئی تو دیکھا کہ حق سبحانہ وتعالےٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ میرے فلاں بندے کو ڈھونڈ لاؤ۔ زمین میں تلاش کیا نہ پایا آسمان چھان مارے نہ ملا۔ بہشت میں تلاش کیا نہ پایا۔ اس پر حق سبحانہ وتعالےٰ نے فرشتوں سے خطاب کیا کہ جو بھی مجھ میں فنا ہوا وہ نہ آسمان میں ملے گا نہ زمینوں میں پایا جا سکے گا اور نہ ہی بہشت میں!

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین (اردو) صفحہ ۹۶ مطبوعہ المعارف لاہور)

معلوم ہوا کہ دراصل یہ عظمت، یہ کبریائی اسی فنائے کلی کا نتیجہ تھی۔ یہ بات بھی نہ بھولئے گا کہ انفاس العارفین شاہ ولی اللہ صاحب کی آخری تصنیف ہے اور بقول علامہ عبید اللہ سندھی صاحب "یہ شاہ ولی اللہ کے فلسفہ اور تصوف کی روح ہے۔"

(شاہ ولی اللہ اور اُن کا فلسفہ، مصنفہ عبید اللہ سندھی صفحہ ۲۱۵)

حضرت شاہ عبد الرحیم کی بزرگی کی داستان اس وقت تک بے رنگ رہے گی جب تک اُن کے علمِ محیط کا ذکر نہ ہو جائے۔ اس لئے "ختامہ مسک" کے پیشِ نظر یہ اظہارِ حقیقت بھی سامنے رہے۔

علمِ محیط

حضرت ایشان میفرمودند

کہ روزی وقت عصر در مراقبہ بودم غیبتی دل واقع شد دآن وقت را وسیع کردند بمقدار اربعین الف الف عام و دران

مدت ہر کسی را کہ از ابتدائے خلقت پیدا شدہ بود تا یوم القیمۃ واحوال و افعال ہر یک ظاہر شود و ظن کاتب حروف آنست کہ در ذیل کلمات فرمودند کہ حروف لاالٰہ الا اللہ را مسافت چندین ہزار سالہ بود واللہ اعلم

(فوٹو: انفاس العارفین (فارسی) صـ۳۶ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب)

عِلمِ کلّی اوّل و آخر

اُردو ترجمہ **تصرفات و علوم صوفیاء**

والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن عصر کے وقت میں مراقبے میں تھا کہ نیبت کی کیفیت طاری ہوگئی۔ میرے لئے اس وقت کو چالیس ہزار برس کے برابر وسیع کر دیا گیا اور اس مدت میں آغازِ آفرینش سے روزِ قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال و آثار کو مجھ پر ظاہر کر دیا گیا۔

راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کا گمان ہے کہ آپ نے یہ کلمات بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ لا اِلٰہ اِلّا اللہ کے حروف کا فاصلہ اتنے ہزار برس کا ہے واللہ اعلم

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین صـ۹۵ مطبوعہ المعارف۔ لاہور)

ترجمہ کرنے والے سید محمد فاروق القادری ایم اے صاحب بھی درازیٔ وقتِ غیبت سے دہشت میں آگئے ان کو بھی یقین نہ آیا، اسی لئے "شاید" اربعین الف الف "کا ترجمہ چالیس ہزار برس کر بیٹھے ورنہ اصل ترجمہ چار کروڑ سال ہے۔ شاہ عبدالرحیم صاحب نے بالکل وہی بات فرمائی جو ابن عربی اور مجدد الف ثانی صاحبان اس سے پہلے فرما گئے تھے۔ عروج کے ان واقعات کے بعد وہ واقعات بھی اپنے سامنے رکھئے جو اس قدر مشترک کے نزول سے تعلق رکھتے ہیں۔

سجدۂ تعظیمی و نذر و نیاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سے کیوں منع کیا

میفرمودند کیکے از حضرت پیغامبر

را صلی اللہ علیہ وسلم در واقعہ دیدم چون بکمال ظہور صفات الٰہیہ در آن مظہر اتم مشاہدہ کردم بسجدہ افتادم
آنحضرت انگشت بدندان گرفتند و باین صورت منع فرمودند بارہا بخاطری آمدکہ در منع باین صورت چہ نکتہ
باشد بعد از ان معلوم شد کہ آدمی را سجدہ کردن بر دو گونہ است یکی باعتقاد معبودیت او و آن کفر ست دیگر
بمشاہدۂ ظہور صفات الٰہیہ در وی و آن ممنوع ست بجہت مشابہت بکفر پس فرق را درین دو سجدہ باین وضع
منع فرمودند کردن تصریح ست

(فوٹو: انفاس العارفین فارسی ص۴۲)

اردو ترجمہ:-

سجدہ غیر اللہ کی ممانعت

فرمایا ایک مرتبہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بچشم حقیقت دیکھا۔ جب اس مظہر اتم میں صفاتِ الٰہیہ کا کمالِ ظہور مشاہدہ کیا تو سجدے میں گر گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہارِ تعجب کے طور پر انگلی منہ میں دبالی اور اس شکل سے منع فرمایا۔ بارہا دل میں آیا کہ اس صورت سے منع کرنے میں کیا نکتہ پنہاں تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انسان کو دو طرح سے سجدہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک اس صورت میں کہ اس کے معبود ہونے کا اعتقاد دل میں ہو اور یہ کفر ہے۔ دوسرا اس صورت میں کہ اس میں صفاتِ الٰہیہ کے ظہور کا مشاہدہ کر کے سجدہ کیا جائے اور یہ مشابہتِ کفر کی وجہ سے ممنوع ہے لہٰذا اس باریک فرق کی بنا پر اس وضع سے آپ نے منع فرمایا۔

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین ص۱۰۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچشم حقیقت دیکھنا اور آپؐ کے اندر صفاتِ الٰہیہ کے ظہور کے کمال کا نظر آنا اس لئے آپؐ کے سامنے سجدہ میں گر جانا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہارِ تعجب (ناراضگی نہیں) اور پھر یہ بات کہ صرف ایک باریک فرق کی وجہ سے سجدہ کا منع ہونا۔ نکتہ سنجی کی انتہا ہے۔ فجزاہ اللہ اتم الجزاء۔

نیازِ روحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میفرمودند

ایام عرس حضرت رسالت پناه صلی الله علیه وآله وسلم چیزی فتوح نشد که نیاز آنحضرت طعامی پخته شود قدری نخود بریان وقند سیاه نیاز کردم شبی در واقعه دیدم که انواع طعام بحضور آنحضرت عرضه میدارند ودر آن میان آن نخود وقند نیز معروض داشتند بنهایت ابتهاج وبشاشت اقبال فرمودند وآنرا طلبیدند وچیزی از آن تناول کردند وباقی بر اصحاب قسمت فرمودند کاتب حروف گوید که مثل این قصه از بزرگان پیشین نیز روایت کرده اند اما این قصه حضرت ایشان ست بی اشتباه ممکن نیست که تعدد شده باشد

(فوٹو: انفاس العارفین - فارسی - صـ۴۲)

حضور کی نیاز کی اشیاء کی بارگاہِ نبوی میں مقبولیت

فرمایا کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس مبارک کے دنوں میں ایک مرتبہ اتفاقاً خزانۂ غیب سے کچھ میسر نہ آسکا کہ میں کچھ طعام پکاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ پرفتوح کی نیاز دلوا سکتا۔ لہذا تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور قند پر اکتفا کرتے ہوئے میں نے آپ کی نیاز دلوادی۔ اسی رات بچشم حقیقت دیکھا کہ انواع و اقسام کے طعام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کئے جارہے ہیں۔ اسی دوران وہ قند اور چنے بھی پیش کئے گئے۔ انتہائی خوشی و مسرت سے آپ نے وہ قبول فرمائے اور اپنی طرف لانے کا اشارہ فرمایا اور تھوڑا سا اس میں سے تناول فرماکر باقی اصحاب میں تقسیم فرمادیا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس قسم کا قصہ اگلے بزرگوں سے بھی روایت کیا جاتا ہے مگر یہ قصہ بلاشبہ حضرت والد ماجد کا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ توارد ہوگیا ہو۔

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین صـ۱۰۶-۱۰۷ شائع کردہ المعارف لاہور)

کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ نذر و نیازِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناجائز اور حرام ہے کیونکہ یہ نذرِ غیر اللہ ہے اب یہ ان حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس حقیقت اور امرِ واقعہ کا جواب دیں جو شاہ عبدالرحیم صاحب نے بیان فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اس نیاز سے انتہائی خوشی و مسرت ہوئی اور آپ نے خود بھی اُسے تناول

فرمایا اور اپنی بارگاہ کے حاضر اصحاب میں بھی اُسے تقسیم کیے جانے کا حکم دیا۔ مترجم القادری صاحب کی بڑی عنایت کہ انہوں نے "ایامِ وفات" کا ترجمہ عرسِ مبارک کرکے اس متنازع فیہ بات (عرس) کی فضیلت کا فیصلہ فرمادیا۔ خاندانِ ولی اللٰہی کی اُن مہربانیوں کے تذکرہ کا حق جو اس نے اس امتِ مسلمہ پر کی ہیں اُس وقت تک ادا نہیں ہوسکتا جب تک شاہ ولی اللہ صاحب کے تایا ابوالرضا محمد صاحب کا تذکرہ نہ کیا جائے خواجہ بایزید بسطامی کے تذکرہ میں ان کا ایک واقعہ پہلے آچکا ہے کہ حضرت نے رحمت اللہ موچی کو مار کر پھر زندہ کر دیا اب حضرت ابوالرضا محمد کے وسعتِ علم کا نظارہ کیجیے:۔

ونیز استماع افتاد کہ مردی از خادمان

حضرت ایشان بفعلی منکر مرتکب بود حضرت ایشان در مجالس متعددہ او را بر شناعت فعل او بر مز وایما تنبیہ کردند وی متنبہ نشد و از ان فعل متنع نشست بعد ازان حضرت ایشان او را در خلوت طلبیدند و گفتند ترا بارہا بتعریض متنبہ ساختم متنبہ نشدی گمان می بری کہ افعال ترا نمیدانم بخدا اگر موری در زیر ترین زمین باشد و در خاطر او صد خطرہ خطور کند من نود و نہ خطرہ را میدانم و حق سبحانہ بتمام ما ئہ عالم ست پس آن شخص توبہ کرد۔

(فوٹو: انفاس العارفین صفحہ ۹۴-۹۵ فارسی۔ مصنف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

روشن ضمیری

ترجمہ اردو:۔

وسعتِ علوم اولیاء

سننے میں آیا ہے کہ آپ کا ایک خادم کسی بری عادت میں مبتلا تھا آپ نے اسے کئی بار اشاروں کنایوں میں تنبیہ فرمائی مگر وہ پھر بھی نہ چونکا اور نہ ہی اس عادتِ بد سے باز آیا۔ بالآخر حضرت شیخ نے اسے تنہائی میں بلا کر کہا تجھے بارہا اشاروں کنایوں سے سمجھایا مگر تو نے کوئی پرواہ نہ کی شاید تو سمجھتا ہے کہ ہم تیرے کرتوتوں سے بے خبر ہیں۔ قسم بخدا اگر زمین کے نچلے طبق میں رہنے والی کسی چیونٹی کے دل میں بھی سو خیالات آئیں، تو ان میں سے ننانوے خیالات کو میں جانتا ہوں اور حق سبحانہ وتعالیٰ اس کے سو کے سو خیالات سے باخبر ہے۔ یہ سن کر خادم نے اپنی برائی سے توبہ کی۔

(فوٹو: انفاس العارفین (اردو) ص۲۰۵ مصنف شاہ ولی اللہ دہلوی ترجمہ سید محمد فاروق القادری ایم اے مطبوعہ المعارف لاہور)

کاش حضرت کسرِ نفسی نہ فرماتے اور اظہار حقیقت کر دیتے کہ سو کے سو خیالات سے ہیں باخبر ہوں یہ ہیں دینِ اتحاد کی برکات کس میں یہ جرأت ہے کہ انکار کرے ابھی اس خاندان کی بزرگی کا تذکرہ ختم کرنے کو جی نہیں چاہتا اس لئے "دُرّ الثمین" کے ڈیڑھ صفحہ کی اُن چند احادیث کو پیشِ خدمت کرنا چاہتا ہوں جو ان چہل حدیثوں میں سے ہیں جو شاہ ولی اللہ صاحب نے خواب کی رُو سے یا روحِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کی جہت سے جمع کی تھیں۔ بعض ان حدیثوں میں سے ایسی ہیں جو بلا واسطہ ہیں اور بعض میں ایک یا دو واسطے ہیں یا اس سے زیادہ۔ ملاحظ فرمائیے:

بلا تبصرہ

الحدیث الخامس عشر اخبرنی والدی انہ کان مریضاً فرای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فقال کیف حالک یا بنی ثم بشرہ بالشفاء واعطاہ شعرتین من شعر لحیتہ فتعافی من المرض فی الحال وبقیت الشعرتان عندہ فی الیقظۃ فاعطانی احدھما فھی عندی **الحدیث السادس عشر** امرنی سیدی الوالد بھذہ من الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم صلی علی محمد النبی الامی والہ وبارک وسلم وقال قرأتھا فی المنام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاستحسنھا **الحدیث السابع عشر** اخبرنی سیدی الوالد قال اخبرنی شیخی السید عبد اللہ القادری قال حفظت القرأن علی قاری زاھد کان یسکن فی البریۃ فبینا نحن نتدارس القرأن اذا جاء قوم من العرب یقدمھم سیدھم فاستمع قراءۃ القاری وقال بارک اللہ ادیت حق القرأن ثم رجع وجاء رجل اٰخر بذلک الزی فاخبران النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرھم البارحۃ انہ سیذھب الی البریۃ الفلانیۃ

پندرہوین حدیث مین نے جناب والد سے سُنا کہ وہ بیمار ہوئے تو خواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپنے فرمایا۔ کیف حالک یا بنی یعنی بیٹا تیرا کیا حال ہے پھر شفا کی خوشخبری دی اور دو تار موئے مبارک ریش مکرم کے عنایت کئے اسی وقت وہ تندرست ہوگئے اور وہ دونون تار موئے مبارک جب جاگے تو موجود تھے اُن مین سے ایک مجھے دیا۔ وہ میرے پاس موجود ہے **سولہوین حدیث** جناب والد نے مجھے فرمایا کہ درود شریف اس صیغے سے پڑھا کرو اللھم صل علی محمدن النبی الامی وآلہ وبارک وسلم اور کہا مین نے خواب مین پڑھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند کیا۔ **سترہوین حدیث** مجھ سے بیان کیا جناب والد نے کہ ہمین خبر دی سید عبد اللہ قادری نے کہ مین نے حفظ کیا قرآن شریف قاری زاہد سے کہ وہ بیابان مین رہتے تھے اس اثنا مین کہ ہم دور کر رہے تھے قرآن شریف کی کہ ایک قوم آئی عرب کی کہ اُن کا سردار آگے آگے تھا قاری صاحب کی قراءت سُنی اور اُس سردار نے فرمایا۔ بارک اللہ تعالی قرآن شریف کا تم نے حق ادا کیا پھر تشریف لے گئے ادھر ایک اور شخص اسی صورت مین آیا اور کہا۔ کہ

لاستماع قراءة القاری ھناك فعلمنا ان السید الذی کان یقدمھم ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وقد دایتہ بعینی ھاتین واللہ اعلم

الحدیث الثامن عشر اخبرنی سیدی الوالد انہ اراد فی ابتداء علیہ ان یلتزم دوام الصیام ثم تردد فی ذلك لاختلاف العلماء فیہ فتوجہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فراہ فی النوم کانہ اعطاہ رغیفا قال فقال ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ؛؛

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کل شب کو فرمایا تھا ان لوگون سے کر تشریف لیجا ئینگے فلانے بیابان مین قاری کی قراءت سُننے کو تو ہم نے جانا کہ جو سردار قوم کے آگے آگے تشریف لائے تھے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور کہا مین نے بیشک دیکھا ہے انکو اپنی اُن دونون آنکھوں سے ؛

اٹھارویں حدیث مجھ سے فرمایا جناب والد نے کہ مین نے ابتداء طلب مین ارادہ کیا ہمیشہ روزہ رکھنے کا پھر تردد ہوا اسمین کیونکہ علماء کا اسمین اختلاف ہے تو مینے توجہ کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مین نے خواب مین دیکھا کہ گویا مجھے روٹی عنایت کی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ؛؛

الھدایا مشترك فقدمتہ الیہ فاخذ منہ کسرۃ ثم قال عمر رضی اللہ عنہ الھدایا مشترك فقدمتہ الیہ فاخذ منہ کسرۃ ثم قال عثمان رضی اللہ عنہ الھدایا مشترك فقلت ان قسمتم الرغیف بینکم فای شیء یبقی لھذا الفقیر فامسك

الحدیث التاسع عشر اخبرنی سیدی الوالد انہ رکب فی رمضان الی مکان فاصابہ الحر والتعب فنعس فی تلك الحالۃ فرای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعطاہ طعاما لذیذا متخذا من الارز والحلاوۃ والزعفران والسمن فاکل حتی شبع واعطاہ ماء باردا فشرب حتی روی ثم استیقظ ولا جوع لہ ولا عطش فی یدہ ریح الزعفران

الہدایا مشترکۃ یعنے تحفہ میں اور بھی شریک ہین ۱ مین آنکے روبرو لیگیا انہون نے اسمین سے ایک ٹکڑا لیلیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا الہدایا مشترکۃ مین اُنکے سامنے لیکے حاضر ہوا انہون نے بھی ایک ٹکڑا اسمین سے لیلیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا الہدایا مشترکۃ پھر مینے کہا کہ اگر روٹی تم نے اسمین تقسیم کر لی تو اس فقیر کے پاس کیا رہیگا تو خاموش ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

انیسوین حدیث جناب والد نے بیان کیا کہ ماہ رمضان مین کہین جانے کو سوار ہوا مین تو گرمی و تکلیف مجھے بہت ہوئی مین سو گیا اوس حال مین تو زیارت ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آپنے کھانا لذیذ عنایت کیا کہ چاول اور قند اور گھی سے طیار ہوا تھا وہ کھایا اور سیر ہوا اور پانی سرد عطا فرمایا اُسے پیا تشنگی دفع ہوئی پھر جب جاگا تو نہ بھوک تھی نہ پیاس اور ہاتھوں سے زعفران کی خوشبو چلی آتی تھی

(نوٹ: در الثمین لمحے مصنف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب)

اتحاد و اتصال کی کارفرمائیاں ملاحظ فرمائیں کہ احادیث کے سرمایہ کی کس خوبی کے ساتھ شاہ صاحب نے پوری

تحدیثِ نعمت

مَشْهَدٌ آخَرُ

(۳۴) مشہد۔ نور ارشادیت

وَاَنَا اَطُوْفُ بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ لِنَفْسِيْ نُوْرًا عَظِيْمًا يَغْشَى الْاَقَالِيْمَ وَيَبْهَرُ اَهْلَهَا وَفَطِنْتُ اَنَّ الْقُطْبِيَّةَ اَعْنِي الْاِرْشَادِيَّةَ اِنَّمَا يَصِحُّ بِمِثْلِ هٰذَا النُّوْرِ الَّذِيْ يَبْهَرُ وَيَغْلِبُ وَلَا يُغْلَبُ وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يَاْتِيْ عَلَيْهِ وَلَا يُؤْتٰى فَتَدَبَّرْ	میں جس وقت خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا، تو میں نے اپنی ذات کے لئے ایک نور عظیم دیکھا کہ جس نے شہروں کو گھیر لیا، اور شہر والوں کو روشن کر دیا، سو میں نے سمجھا، کہ قطبیت یعنی ارشادیت اسی نور سے ثابت ہوتی ہے جو منور ہے، اور سب پر غالب ہے کسی سے مغلوب نہیں، اور ہر ایک شے اس کے پاس آتی ہے اور یہ کسی کے پاس نہیں جاتا،

(فوٹو: صفحہ ۱۸۹ فیوض الحرمین مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب۔ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

(یبھر اھلھا" کا ترجمہ "شہر والوں کو روشن کردیا" کیا گیا ہے مگر اصل ترجمہ شہروں کے رہنے والوں کو مبہوت کردیا ہوگا) معلوم ہونا چاہئے کہ "قطبِ ارشاد" کا مقام وہ بلند مقام ہے جس کے حصول کے لئے جان و مال غرض سب کچھ نچھاور کردیا جائے تو کم ہے۔ یہی بات شاہ ولی اللہ صاحب سے پہلے مجدد الف ثانی صاحب تفصیل کے ساتھ بیان فرما چکے ہیں اس بیان پر بھی نظر ڈالئے اور "قطب ارشاد کے مرتبہ کو پہچانیئے:۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مجدد الف ثانی صاحب کو قطبِ ارشاد کا منصب ملنا

اور اس فقیر کو اس مقام تک پہنچ جانے کے بعد جو اقطاب کا مقام

> کہلاتا ہے، سردارِ دین و دنیا علیہ الصلوات والتسلیمات المبارکات والتحیات النامیات کی جانب سے قطبیتِ ارشاد کی خلعت عطا ہوئی، اور مجھے اس منصب پر سرفراز فرمایا گیا۔

(نوٹو: ص ۹۵ اردو ترجمہ مبداء و معاد - ترجمہ سید زوار حسین نقشبندی مجددی مصنف امام ربانی مجدد الف ثانی)

اس کے بعد مجدد صاحب نے اس منصب کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھا:

قطب ارشاد کی مرکزی حیثیت

> **قطب الارشاد اور اس کا فیضانِ عام** | قطبِ ارشاد جو فردیت کے کمالات کا بھی جامع ہوتا ہے، بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ بہت صدیوں اور زمانوں کے بعد اس انداز کا کوئی جوہر ظاہر ہوتا ہے اور یہ دنیائے تاریک اس کے ظہور کے نور سے منور ہو جاتی ہے۔ اور اس کی ارشاد و ہدایت کا نور ساری دنیا کو محیط ہو جاتا ہے۔ عرش کے دائرہ سے زمین کے مرکز تک جس کو بھی رشد، ہدایت، ایمان اور معرفت حاصل ہوتی ہے، اسی کے واسطے سے حاصل ہوتی ہے اور اسی کی ذات سے مستفاد ہوتی ہے، اس کے واسطے کے بغیر کوئی شخص بھی اس دولت تک رسائی نہیں پا سکتا۔ مثال کے طور پر اس کا نورِ ہدایت ایک بحرِ بیکراں کی صورت میں پوری دنیا کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہوتا ہے۔ اور وہ دریا گویا کہ منجمد (جما ہوا اور بستہ) ہے کہ اس میں مطلقاً کوئی حرکت نہیں۔ جو شخص اس بزرگ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے، یا یہ کہ وہ بزرگ خود کسی طلبگار کے حال پر متوجہ ہو جائے تو اس توجہ کے دوران گویا کہ ایک سوراخ اس طلبگار کے دل میں کھل جاتا ہے اور اس راستے سے جس قدر توجہ اور اخلاص ہوتا ہے اسی قدر وہ اس دریا سے سیراب ہوتا جاتا ہے۔

اسی طرح وہ شخص بھی جو ذکرِ الٰہی جل شانہ کی طرف متوجہ ہے اور اس عزیز بزرگ کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ لیکن اس کی یہ بے توجہی کسی انکار کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اس بزرگ کو پہچانتا ہی نہیں ہے تو اسی اندازہ کی فیض رسانی اسے بھی حاصل ہو جاتی ہے لیکن یہ فیض رسانی پہلی صورت میں دوسری صورت سے زیادہ ہوتی ہے۔

قطب الارشاد کا انکار البتہ جو شخص اس بزرگ کا منکر ہو، یا اس بزرگ کو اس شخص سے کوئی گرانی ہو تو وہ کتنا ہی ذکر الٰہی تعالیٰ و تقدس میں مشغول رہا کرے لیکن وہ رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم ہی رہتا ہے، بغیر اس کے کہ وہ بزرگ اس شخص کو فیض نہ پہنچانے کا کوئی ارادہ کرے یا اُسے نقصان پہنچانے کا قصد کرے، اس کا یہ انکار ہی اس کے فیض کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ ہدایت کی حقیقت اس کو حاصل نہیں ہوگی جو کچھ حاصل ہے وہ ہدایت کی صورت ہے۔ بلا حقیقت کے صرف صورت سے لوگوں کو بہت کم نفع پہنچتا ہے۔

قطب الارشاد سے اخلاص اور جو گروہ اس بزرگ کے ساتھ اخلاص و محبت رکھتا ہے، خواہ وہ توجہِ مذکور اور ذکرِ الٰہی تعالیٰ شانہ سے کتنا ہی خالی کیوں نہ ہو، ایسے لوگوں کو بھی محض ان کی محبت کی وجہ سے رشد و ہدایت کا نور حاصل ہو جاتا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (جو لوگ ہدایت کی پیروی کریں ان پر سلامتی ہو)۔

(فوٹو: اردو ترجمہ مبدا و معاد صفحہ ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، مصنف مجدد الف ثانی مترجم زواری صاحب)

لِلّٰہ بتاؤ کہ آج قطب ارشاد کون ہے مبادا اس کی شان میں کوئی گستاخی سرزد ہو جائے، اور انسان کہیں کا نہ رہے۔ یہ ہے قطب ارشاد کا مقام، اب لازم ہے کہ ہر مسلمان ہر وقت چوکنا رہے۔
اس ایک بیان میں حقیقت و صورت، ظاہر و باطن، توجہ و التفات غرض دقائق ہی دقائق کا انبار لگا دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شاہ ولی اللہ کو دُنیا اور آخرت کے مواخذہ سے بری کر دینا

وَاَعْطَانِی الْعِصْمَۃَ مِنَ الْمُؤَاخَذَۃِ دُنْیَا وَاٰخِرَۃً فَکُلُّ مَا تَجْرِیْ عَلَیَّ مِنَ الشَّدَائِدِ فَاِنَّمَا ھُوَ مِنْ مُقْتَضِیَاتِ الطَّبِیْعَۃِ لَا مِنْ بَابِ الْمُؤَاخَذَۃِ	اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے دنیا اور آخرت کے مواخذہ سے عصمت عطا فرمائی، لہذا جو سختیاں بھی مجھ پر گذریں، وہ مقتضیات طبیعت سے ہیں مواخذہ کی وجہ سے نہیں

(فوٹو فیوض الحرمین ص۱۹۱ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

شاہ صاحب کے ساتھ یہ کوئی خصوصی سلوک نہیں ہے۔ اسی کتاب میں شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ میرے والد اور تایا کے اُوپر سے بھی اللہ نے تکلیف اُٹھا لی تھی۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی ساری عظمت و منزلت کے ذکر کے بعد ایک لطیفہ بھی سُنتے جائیے، اور وہ یہ کہ اہلحدیث حضرات جو اپنے آپ کو غیر مقلد کہہ کر فخر محسوس کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب کو اپنا ہم مسلک اور پیشوا بتاتے ہیں، شاہ صاحب کی کتابوں کا کبھی مطالعہ نہیں کرتے۔
شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ جب میں قبر نبوی پر حاضر ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت کی اور میں نے ان میں سے بعض کو اپنی فطرت کے علی الرغم تعبدی سمجھ کر مان لیا۔ پہلی بات تسبب (اسباب مہیا کرنے) سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا حکم تھا۔ تیسری بات علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دینے کے بجائے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو افضل سمجھنا تھا اور دوسری بات یہ۔

نبی کا شاہ صاحب کو چار مذہبوں کی تقلید کرنے اور اُن سے باہر نکلنے کا حکم دینا اور اُن کا امرِ تعبدی سمجھ کر مان لینا

وَ ثَانِیْھَا الْوَصَاۃُ بِالتَّقْلِیْدِ	اور دوسرا امر یہ ہے، کہ ان مذاہب اربعہ میں کسی ایک مذہب کے

بِهٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ لَا اَخْرُجُ مِنْهَا وَالتَّوْفِيْقُ مَا اسْتَطَعْتُ	مقلد ہونے کی وصیت کریں ان سے نہ نکلوں اور تابمقدور ان کی موافقت کروں، اور میری
وَجِبِلَّتِيْ تَأْبَى التَّقْلِيْدَ وَتَأْنَفُ مِنْهُ رَأْسًا وَلٰكِنْ شَيْءٌ طُلِبَ مِنِّي التَّعَبُّدَ بِهٖ خِلَافَ نَفْسِيْ	سرشت تقلید کا انکار کرتی تھی اور اس سے روگردانی کرتی تھی لیکن ایک شئے مجھے میرے نفس کے خلاف باعتبار تعبد کے طلب کی گئی تھی

(فوٹو: صفحہ ۱۸۷، ۱۸۸ ۔ فیوض الحرمین مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب)

شاہ ولی اللہ صاحب نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیّت سُنا کر مسلکِ اہلحدیث کی بالکل نفی ہی کردی۔ یہ بات بھی خیال میں رکھئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ ولی اللہ صاحب کو تقلید کے ساتھ ساتھ اسباب اختیار کرنے اور اولاد کے لئے اپنے پیچھے کچھ غم نہ کرنے کا جو حکم دیا تھا وہ یوں ہی نہیں تھا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا شاہ صاحب کے بچّوں کی ذمّہ داری اپنے سر لے لی تھی جیسے کہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب کی مرتب کی ہوئی کتاب حکایت اولیاء" کی حکایت نمبر ۵ میں آیا ہے اور جو محمد ذکریا کاندھلوی صاحب اور مفتی محمد شفیع صاحب کی تحریک اور امرار پر ۱۳۶۸ھ میں لکھی گئی۔ اس بات کا کتاب کی تمہید میں ذکر کیا گیا ہے۔ حکایت کا عکس آپ کے سامنے ہے۔

حکایت (۵) حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ شاہ ولی اللہ جب مرض موت میں مبتلا ہوئے تو بمقتضائے بشریت بچوں کی صغر سنی کا تردد تھا۔ اسی وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ (تو کاہے کا فکر کرے ہے جیسی تیری اولاد ویسی ہی میری) پھر آپ کو اطمینان ہو گیا۔ مولینا نے فرمایا کہ شاہ صاحب کی اولاد عالم ہوئی اور بڑے مرتبوں پر پہنچی۔ جیسے بھی صاحب فضل وکمال ہوئے

ظاہر ہے۔ (از تحریرات بعض ثقات)
(منقول از انسافہ مولوی محمد نبیہ صاحب در اشرف التنبیہ)

(نوٹ: حکایت ۲۸ حکایت اولیاء مرتبہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب)

کیا اب حضرت رشید احمد گنگوہی صاحب کی بیان کردہ روایت پر بھی شک وشبہ کی گنجائش ہے۔

قاعدہ ہے کہ انسان دنیا میں آتا ہے کچھ صبحیں، کچھ شامیں گذارتا ہے، کچھ دن ورات بدلتے ہیں اور پھر ایک دن قبر کا تاریک گوشہ حصہ میں آتا ہے۔ وہاں کیا ہوتا ہے، کیا بیتتی ہے۔ ہر ایک کا دل چاہتا ہے کہ معلوم کرے۔ شاہ صاحب نے اس کا طریقہ بھی بتلا کر تسکین قلب کا سامان مہیا فرما دیا ہے:۔

کشف قبور کا عملی طریقہ

بدانکہ ذکر برائے کشف قبور
اول چوں بمقبرہ درآید دوگانہ بروح آں بزرگوار ادا کند اگر سورۂ فتح یاد باشد در اول رکعت بخواند و در دوم اخلاص والا در ہر دو رکعت پنج پنج بار اخلاص بخواند وبعدہٗ قبلہ را پشت دادہ بنشیند ویک بار آیۃ الکرسی و بعضے سورتہا کہ در وقت زیارت می خوانند چنانچہ سورۃ ملک وغیر ذالک بعدہٗ قل گوید پس از فاتحہ یازدہ بار سورہ اخلاص بخواند وختم کند تکبیر بخواند وبعدہٗ ہفت کرت طواف کند و در آں تکبیر بخواند وآغاز از راست بکند بعدہٗ طرف پایان رخسارہ نہد وبیاید نزدیک روئے میت بنشیند وبگوید یارب بست ویک بار وبعدہٗ اول طرف آسمان بگوید یاروح و در دل ضرب

ذکر کشف قبور جان کہ ذکر کشف قبور کیواسطے اول جب مقبرہ میں آئے دوگانہ اُن بزرگ کی روح کیواسطے پڑھے اگر سورہ فتح یاد ہو پہلی رکعت میں پڑھے اور دوسری میں سورہ اخلاص اور نہیں تو ہر رکعت میں پانچ پانچ بار اخلاص پڑھے اور پھر قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے اور ایک بار آیۃ الکرسی اور بعضی سورتیں جو زیارت کیوقت پڑھتے ہیں۔ جیسے سورہ ملک اور اسکے سوا بعدہٗ قل کہے بعد فاتحہ کے گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے اور ختم کرے اور تکبیر کہے بعدہ سات دفعہ طواف کرے اور اسمیں تکبیر پڑھے اور شروع دائیں طرف سے کرے اور پھر پاؤں کی طرف رخسارہ رکھے اور نزدیک میت کے منہ کے بیٹھے اور کہے یارب اکیس دفعہ بعدہٗ اول طرف آسمان کے کہے۔ یاروح اور دل

کیفیت کشف قبور

طواف

کند یا روح الروح مادام کہ انشراح یابد ایں ذکر بکند انشاء اللہ تعالیٰ کشف قبور وکشف ارواح حاصل آید	بس ضرب کرے یا روح الروح جب تک کہ انشراح پائے یہ ذکر کرے انشاء اللہ تعالیٰ کشف قبور و کشف ارواح حاصل ہوگا۔

(فوٹو: ۱۱۴-۱۱۳ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب)

قبر کے طواف اور میت کے پاؤں کی طرف رخسارہ رکھنے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا آج بھی جو قبر کا طواف ہو رہا ہے اور قبر کے پائنتی کو جو بوسہ دیا جا رہا ہے اُس کی فضیلت کی یہ دلیل ہے۔

آخر میں حجۃ اللہ البالغہ سے ایک عکس آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں جو اس بات کا ثبوت مہیا کرے گا کہ اولیاء اللہ مرنے کے بعد ملائکہ کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ فرشتوں کی طرح اُن پر بھی الہام ہوتا ہے، وہ بھی کاروبارِ دنیا کرتے ہیں جیسے فرشتے کرتے ہیں۔

فکذلک الانسان

قد یکون فی حیاته الدنیا مشغولاً بشهوة الطعام والشراب والغلمة وغیرها من مقتضیات الطبیعة والرسم لکنه قریب المأخذ من الملأ السافل قوی الانجذاب الیهم فلما مات انقطعت العلاقات ورجع الی مزاجه فلحق بالملائکة وصار منهم والهم کالهامهم وسعی فیما یسعون فیه

(فوٹو: ۳۵ حجۃ اللہ البالغہ مصنف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ مطبوعہ نور محمد کراچی)

اُردو ترجمہ:

بالکل اسی طرح انسان کا حال ہے کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی میں کھانے پینے اور شہوت نفسانی اور اسی طرح کے دیگر طبعی تقاضوں کو پورا کرنے اور زندگی کے مختلف مراسم و معاملات میں مصروف رہتا ہے لیکن اسکا قریبی تعلق ملائکہ سافل سے ہوتا ہے اور انہی کی جانب اسکو زیادہ میلان اور کشش ہوتی ہے۔ لہٰذا جب وہ مر جاتا ہے تو اسکے تمام جسمانی علائق و تعلق ٹوٹ جاتے ہیں اور وہ اپنی اصل طبیعت کیطرف عود کر آتا ہے اور پھر ملائکہ میں ملکر انہی میں کا ہو جاتا ہے اور انہی کے سے الہامات اسکو بھی ہونے لگتے ہیں اور ان کے جیسے کام وہ بھی کرنے لگتا ہے (اور اس طرح انکا دست و بازو بنجاتا ہے)

(فوٹو: ۳۵ ترجمہ اردو حجۃ اللہ البالغہ مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی۔ مطبوعہ نور محمد کراچی)

شاہ صاحب نے بتلا دیا کہ اولیاء اللہ کی کیا شان ہوتی ہے عام مسلمین کو تو مرنے کے بعد صرف صبح و شام ہی اُن کی جنّت کی بادشاہی دکھائی جاتی ہے اور بس۔ شہداء جنتوں کی زندگی میں کھاتے پیتے بھی ہیں اور چلتے پھرتے بھی مگر دنیا میں واپس نہیں آسکتے مگر یہ "اتحادی بزرگ" دنیا سے اپنے تعلق منقطع نہیں کرتے منقطع کرنا تو الگ رہا وہ تو اور قریب ہو کر فرشتوں کی طرح تکوینِ عالم کے معاملات کی ذمہ داری سنبھال لیتے ہیں۔ اس امر واقعہ کے ثبوت میں حجۃ اللہ البالغہ کے مترجم صاحب نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ "چنانچہ جب روم اور روس میں سپاسٹول کے قلعہ پر لڑائی ہوئی تو بہت سے اہل اللہ نے تہجد کے وقت مسجدِ نبویؐ میں آں حضرت صلعم اور صحابہ کرام کو تیر مارتے دیکھا چنانچہ اُسی روز صبح کو لشکرِ اسلام غالب آیا۔ (حاشیہ حجۃ اللہ البالغہ صلہ، مطبوعہ نور محمد کراچی)

یہ ہے وہ خاندان جس کا ایک ایک فرد تاریخ کے اوراق میں آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکتا ہے برصغیر ہند و پاکستان میں قرآن اور حدیث کا علم بھی انہی حضرات کے ذریعہ پہنچا اور خوب پہنچا مگر یہ بات تو مفسرین اور محدثین نے بھی کی ہے۔ ایک بات جو مفسرین و محدثین نہ کرسکے اور جس کے لئے اُمت اس خاندان کی مرہونِ منت ہے وہ یہی "اتحادِ ثلاثہ" کا اثبات اور اُس سے وجود میں آنے والی "اقدارِ مشترکہ" کے متعلق معلومات اور اطلاعات ہیں۔ برصغیر میں آج جہاں بھی جو دین پایا جاتا ہے اس کی انتہا اسی خاندان تک ہے۔ اہلِ حدیث اِن کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور بریلوی و دیوبندی حضرات ان کے خادموں میں اپنے آپ کو شمار کروانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ دل تو نہیں چاہتا کہ ان کے تذکرہ کو ختم کروں مگر مجبوری یہ ہے کہ ابھی عبدالحق محدث دہلوی صاحب اور خواجگانِ چشت کا ذکر باقی ہے لیکن آگے بڑھنے سے پہلے اس بات کا برملا اعلان مناسب ہے کہ یہ بزرگ ذاتی چاہے کتنی ہی مشہور و معروف کیوں نہ ہوں مگر قرآن اور حدیث کے لحاظ سے انہوں نے دینِ حق کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔ توحیدِ قرآنی کے بجائے "اتحادِ سبائی" کو انہوں نے اپنایا ہے اور اسی فلسفہ کے نشان جائے راہ کی رہنمائی میں آگے بڑھتے چلے گئے ہیں یہاں تک کہ خود بھی دینِ ابوبکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما سے دُور ہوگئے۔ اور اپنے ساتھ ایک عالم کو اس سے دور کر دیا۔ یہ صرف اسی خاندان پر موقوف نہیں ہے بلکہ جو خانوادہ ہی نہیں، جو فرد بھی اس راہِ طریقت پر گامزن ہوا ہے آخر کار توحید کے بجائے "اتحاد" کی منزل پر پہنچ کر ہی اس نے دم لیا ہے۔ بندگی کے بجائے خدائی کی ہوس نے اُسے ہر آن دیوانہ رکھا اور ہر لمحہ اس کی زبانِ حال حسین بن منصور حلاج کا یہی شعر گنگناتی رہی ؎

کفرتُ بِدین اللہ والکفرُ واجبٌ   لدیّ وعند المسلمین قبیحٌ

ترجمہ:۔ میں نے اللہ کے دین (قرآن و حدیث کے دین) سے کفر کیا اور میرے نزدیک کفر کرنا ہی واجب ہے اور مسلمانوں کی نگاہ میں ایسا کرنا بہت بُرا ہے)

سچی بات یہ ہے کہ اصلی دین تو اِس برِصغیر ہند و پاکستان میں کبھی آیا ہی نہیں وہ جو محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ لائے تھے، اس کے آثار بہت جلد مٹ گئے۔ اس ملک میں تو توحید کے ماننے والوں کے بجائے ذاتِ خداوندی کے ساتھ "اتحاد" کا عقیدہ

رکھنے والے اہل طریقت نے قرآن وحدیث کے اسلام کو اپنے رنگ میں پیش کیا اور دینداری کے بعض ظواہر کے ذریعے اُسے ایسا کیمافلاج (CAMAUFLAGE) کیا کہ ایک عالم اُس کے دام میں آگیا۔ پھر خانقاہیں بنیں۔ ہاؤ ہُو کی محفلیں گرم ہوئیں، قبریں اُونچی کی گئیں، قبّے وجود میں آئے، اور عرس و میلوں کی دُھوم مچ گئی۔ پیشانیوں میں سجدہ ہائے تعظیمی، اور جیبیوں میں نذرانے مچلنے لگے۔ قرآن وحدیث کی جگہ ملفوظات ومکتوبات، واردات نے لے لی۔ "حضرت" فنا فی اللہ ہوکر کبریائی کے سنگھاسن پر بیٹھے، اور اپنے پیچھے قیامت تک کے لئے خدائی کی ایک گدی اور کردگاری کی ایک میراث چھوڑ گئے۔ پھر کہیں جاکر اسلام کی شوکت پارہ پارہ ہوئی۔ عصمتوں کے کفنوں کے پرزے ہوا میں بکھرے۔ نونہالوں کے گرم وسیال خون کو دھرتی نے چوسا اور گلرنگ بنی۔ بستیوں سے دُھواں اُٹھا اور کھیتوں میں آگ لگی۔ سبائی فتنہ گروں نے یقینی کامیابی کی خوشی میں قہقہے لگائے، بالآخر اس اتحادی دین کی فتح اور اپنی ناکامی پر اسلام کا دمکتا ہوا چہرہ اُتر گیا۔

دُنیا والے زمانۂ حال کے یہودی دماغ پر عش عش کرتے ہیں کہ کس طرح اُس نے سائنس کے کلیات و بدیہات تک کو زیروزبر کر ڈالا۔ اور اپنے ایک سادہ سے فارمولے کے ذریعہ ثابت کر دکھایا کہ سائنس والوں کا صدیوں کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ مادّہ ناقابلِ تلف ہے اور یہ کہ مادّہ بہرحال مادّہ ہی رہے گا توانائی میں تبدیل ہوجائے ممکن نہیں۔ اس جرمن یہودی نے ثابت کر دکھایا کہ مادّہ تلف ہو کر توانائی کی صورت اختیار کرسکتا ہے اور یہ جو پہلے کہا جاتا تھا کہ سائنس کے لحاظ سے مادّہ کی بربادی ممکن نہیں ہے اس لئے کائنات کا برباد ہونا، اور قیامت کا آنا بھی امرِ محال ہے یہ بات باقی نہ رہی اور سائنس کے لحاظ سے بھی قیامت کا وقوع ممکنات کے دائرہ میں آگیا۔

شروع شروع میں اس بات کو ماننے میں تامل ہوتا رہا لیکن جب جاپان کے دو شہروں نے صفحۂ ہستی سے مٹ کر اس کی صداقت کی گواہی دے دی تو دنیا والوں کو ماننے بغیر چارہ نہ رہا۔

کس قدر سادہ تھی اس جرمن یہودی سائنس داں کی مساوات (EQUATION) $E = M \cdot C^2$ یا، ا = م س۲ (الف سے توانائی، م سے وزنِ مادّہ اور س سے مُراد رفتارِ روشنی)

لیکن حیف اس دنیا پر کہ اُس نے تیرہ سو برس ۱۳۰۰ پہلے گذرے ہوئے اس یمنی یہودی کی کچھ قدر نہ کی جس نے اس سے زیادہ سادہ مساوات کے ذریعہ دو شہر نہیں دو عالم تہ وبالا کر ڈالے، اور قرآن وحدیث کے مقابلے کے لئے ایک ایسے اتحادی دین کی داغ بیل ڈالی جس نے تھوڑے ہی عرصہ بعد مکمل غلبہ اور پوری سرفرازی حاصل کر کے قرآن وحدیث کا راستہ روک دیا۔ سادہ تر مساوات یوں تھی: ح خ = پ ۲ یعنی خدائی = پیر کامل × اتحاد ثلاثہ۔ پھر اس آفاقی فارمولے کے ذریعے اگ و برتر ذاتیں عالم واقعہ میں نمودار ہوئیں جن کی آج دُھوم مچی ہوئی ہے۔ دُہرے غم انہوں نے سہے کبھی خدائی کی

دردسری انگیزی اور کبھی بندگی کے دردِ جگر میں وہ مبتلا رہے۔ ان برگزیدہ ہستیوں کی تاریخ پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو کچھ یوں نظر آئے گا۔

پہلی صدی ہجری۔ ایسی ذاتوں سے خالی۔

دوسری صدی ہجری۔ حضرت ابراہیم بن الادہم۔ وفات ۱۶۲ھ۔ حضرت رابعہ بصری وفات ۱۸۵ھ۔

تیسری صدی ہجری۔ حضرت معروف کرخی۔ وفات ۲۰۶ھ۔ حضرت ذوالنون مصری۔ وفات ۲۴۵ھ۔ حضرت سری سقطی بغدادی۔ وفات ۲۵۹ھ۔ حضرت بایزید بسطامی وفات ۲۶۱ھ حضرت ابوعبداللہ ترمذی وفات ۲۸۵ھ

حضرت جنید بغدادی وفات ۲۹۸ھ۔

چوتھی صدی ہجری۔ حضرت ابوبکر شبلی وفات ۳۳۴ھ

پانچویں صدی ہجری۔ حضرت علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش لاہوری وفات ۴۶۵ھ حضرت ابو اسمٰعیل ہروی وفات ۴۸۱ھ

چھٹی صدی ہجری۔ حضرت امام غزالی وفات ۵۰۵ھ۔ حضرت عبدالقادر جیلانی وفات ۵۶۱ھ حضرت احمد رفاعی وفات ۵۷۸ھ

ساتویں صدی ہجری۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری وفات ۶۳۳ھ۔ خواجہ بختیار کاکی وفات ۶۳۴ھ۔ محمد ابن عربی وفات ۶۳۸ھ۔ خواجہ فرید الدین گنج شکر وفات ۶۷۰ھ۔ مولانا جلال الدین رومی وفات ۶۷۲ھ

آٹھویں صدی ہجری۔ خواجہ نظام الدین اولیا، وفات ۷۲۵ھ۔ امیر حسن بن علا سنجری دہلوی المعروف بخواجہ حسن دہلوی وفات ۷۳۶ھ

نویں صدی ہجری۔ شاہ مدار وفات ۸۵۰ھ۔ شاہ مینا لکھنوی وفات ۸۷۰ھ

دسویں صدی ہجری اور گیارہویں صدی ہجری کے شروع کا زمانہ خواجہ باقی باللہ وفات ۱۰۱۲ھ

گیارہویں صدی ہجری۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی وفات ۱۰۵۲ھ حضرت مجدد الف ثانی وفات ۱۰۳۴ھ

بارہویں صدی ہجری۔ شاہ عبدالرحیم وفات ۱۱۳۱ھ۔ شاہ ابوالرضا محمد وفات ۱۱۰۰ھ۔ شاہ ولی اللہ وفات ۱۱۷۶ھ

تیرھویں صدی ہجری۔ شاہ عبدالعزیز وفات ۱۲۳۹ھ۔ شاہ اسمٰعیل وفات ۱۲۴۶ھ و سید احمد شہید وفات ۱۲۴۶ھ

حضرت عبداللہ غزنوی وفات ۱۲۹۸ھ

چودھویں (موجودہ صدی) ہجری۔ خاندانِ ولی اللہی کے خدام یعنی جماعت دیوبند و بریلی و اہل حدیث۔

یہ سارے حضرات جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، دینِ اتحاد کے علمبردار تھے، اور آج جو دین اسلام کے نام سے اس دنیا میں پایا جاتا ہے وہ انہیں حضرات کا ایجاد کردہ ہے۔ قرآن و حدیث کے دین سے بالکل الگ، یکسر ممتاز، دینِ بندگی بجائے دینِ خدائی۔

ہوسکتا ہے کہ اس اظہارِ حقیقت پر کسی کو بلاوجہ غصہ آجائے تو اُس کی خدمت میں عرض ہے کہ غم و غصہ جذباتی کیفیات ہیں ان کی وجہ سے حقیقت کا انکار کرکے زہر پر تریاق کا لیبل لگا دینا کسی صاحب عقل کو زیب

نہیں دیتا۔

دوسرا وار جو اس بیانِ حق کے خلاف کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اس چودہ سو برس کے طویل عرصہ میں تم ہی ایک ایسے علامۂ دہر پیدا ہوئے ہو جو ماضی کے اس درخشاں ترین باب کو کتابِ زندگی سے بیک جنبشِ قلم نکال دینا چاہتے ہو تو ان کی خدمت میں عرض کرنا پڑے گا کہ حاشا! میں تو مقتدی ہوں۔ امام نہیں۔ امام تو وہ ہیں جن کے خلاف زبان کھولنے کا بھی کسی کو یارا نہیں۔ سنو۔ یحییٰ بن سعید القطان (۱۲۰ھ تا ۱۹۸ھ) کون اور کیا تھے انہوں نے اس نئے دین کی پہلی انگڑائی ہی کا عالم دیکھا تھا کہ اس کی حشر سامانیوں کے خوف سے لرزہ براندام ہو کر "الحذر۔ الحذر" کا نعرہ لگانے لگے۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

قال محمد بن یحییٰ بن سعید القطان عن ابیہ قال لم نر الصالحین فی شیءٍ اکذب منھم فی الحدیث قال ابن ابی عتاب فلقیت انا محمد بن یحییٰ بن سعید القطان فسألتہ عنہ فقال عن ابیہ لم تر اھل الخیر فی شیءٍ اکذب منھم فی الحدیث قال مسلم یقول یجری الکذب علی لسانھم ولا یتعمدون الکذب (مقدمہ مسلم) ترجمہ: محمد بن یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کہ میرے باپ یحییٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے صالحین (صوفیا کو اس زمانے میں صالحین اور اہلِ خیر کے نام سے پکارا جاتا تھا) سے زیادہ کسی کو حدیث کے معاملہ میں جھوٹ بولنے والا نہیں دیکھا۔ ابن ابی عتاب کہتے ہیں کہ پھر مجھ سے محمد بن یحییٰ کی ملاقات ہوئی اور میں نے اس بات کی جو مجھ تک پہنچی تھی ان سے تصدیق چاہی۔ انہوں نے کہا کہ ہاں میرے والد فرماتے تھے کہ اہلِ خیر (صوفیاء) سے زیادہ تو کسی کو بھی حدیث کے معاملہ میں جھوٹا نہ دیکھے گا۔ امام مسلم کہتے ہیں کہ ...... جھوٹ ان کی زبانوں پر بے ساختہ جاری ہو جاتا ہے چاہے جھوٹ بولنے کا ان کا ارادہ بھی نہ ہو۔ (مقدمہ صحیح مسلم ص۱۳-۱۴ مصری)

ان کے بعد امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۴ھ تا ۲۶۱ھ) نے ان کی پیروی میں دنیا کو ہوشیار و خبردار کیا، اور ایک بھرپور وار کے ذریعہ اس نئے دین کی جڑ پر ہی تیشہ چلا دیا۔ لیکن اس ظالم کا بلا وا ایسا رنگین اور انداز ایسا ساحرانہ تھا کہ ایک پیش نہ چلی۔ امام مسلمؒ کا کہنا یہ تھا کہ اس دین کو حسن بصریؒ کے ذریعہ ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما کے واسطے سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جاتا ہے وہ بالکل جھوٹ ہے۔ اور اس کو انہوں نے محدثانہ شان سے واضح فرما دیا ہے:۔

حدثنی حسن بن علی الحلوانی قال حدثنا یزید بن ھارون اخبرنا ھمّام قال دخل ابو داؤد الاعمیٰ علی قتادة فلما قام قالوا ان ھٰذا یزعم انہ لقی ثمانیة عشر بدریا فقال قتادة ھٰذا کان سائلا قبل الجارف لا یعرض فی شیءٍ من ھٰذا ولا یتکلم فیہ واللہ ما حدثنا الحسن عن بدریٍ مشافھة ولا حدثنا سعید بن المسیب عن بدریٍ مشافھة الّا عن سعد بن مالك۔ (ترجمہ) امام مسلم کہتے ہیں کہ مجھ سے حسن بن علی حلوانی نے بیان کیا اور ان کو یزید بن ہارون نے خبر دی اور انہوں نے کہا کہ ہم کو ہمام نے خبر دی کہ

ابوداؤد الاعمیٰ (نابینا) قتادہ (تابعی) کی محفل میں داخل ہوا۔ جب وہ اُٹھ کھڑا ہوا تو اہلِ مجلس نے کہا کہ یہ اس بات کا دعویدار ہے کہ اس نے اٹھارہ بدری صحابیوں سے ملاقات کی ہے۔ قتادہؒ نے فرمایا یہ تو طاعون جارف سے پہلے بھیک مانگا کرتا تھا اس کو اس علم سے کچھ بھی مَس نہ تھا اور نہ کبھی علم کے بارے میں کوئی بات کرتا تھا۔ یہ کیا بدری صحابیوں سے ملاقات کرتا۔ اس سے زیادہ سن والے حسن بصریؒ اور سعید بن المسیبؒ نے صرف ایک بدری صحابی سعد بن مالک (سعد بن ابی وقاصؓ) کے علاوہ کسی دوسرے بدری صحابی سے حدیث سنکر ہم تک نہیں پہنچائی۔ اس طرح سے قتادہؒ نے بتادیا کہ حسن بصریؒ اور سعید بن المسیبؒ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ سے (جو دونوں بھی بدری صحابی ہیں) کچھ نہیں سُنا اور اس طرح جو صوفیاء اپنے مذہب تصوف کو ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں وہ بالکل جھوٹ ہے (مقدمہ صحیح مسلم صـ۱۷ مصری)

وارکاری تھا مگر سخت جانی ایسی کہ الامان والحفیظ۔ آخرکار جب یہ لالہ رُخ، سیمیں بدن تیامتیں ڈھاتے ڈھاتے عہد شباب کو پہنچا تو ایک زاہدِ خشک بنام ابن تیمیہ[۱] (۶۶۱-۷۲۸ھ) نے مردانہ وار تن تنہا میدان میں نکل کر مبارزطلبی کی۔ پینترے بدلے گئے، وار ہوئے اور ایسا لگنے لگا کہ برسات کی چاندنی راتوں کا یہ ماہِ نیم ماہ اب بدلیوں میں آیا۔ اب آیا۔ کہ دفعتاً ایک تیرِ قضا چلا اور قصہ ختم ہوگیا۔ وہ دن اور آج کا دن ہے کہ کسی سرپھرے کو اس مہ وش سے آنکھ ملانے کی جرءت نہ ہوئی۔

اس تاریخی روداد کے بعد لازم ہے کہ ہم پھر اُن ہستیوں کے کارناموں کی طرف پلٹیں جن سے ہماری تاریخ کے صفحات رنگین ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے جو اس برصغیر میں ایک جامع شخصیت کے مالک سمجھے جاتے ہیں ارشاد فرمایا ہے کہ

> کاتب الحروف (مصنف شاہ ولی اللہؒ) کہتا ہے کہ ہمارے اسلاف کا روحانی دستور یہ چلا آرہا تھا کہ ہر صدی میں طریقہ چشتیہ کی نسبت کے حامل رہے ہیں اور اکثر و بیشتر ہر جانیوالا آنے والے کی بشارت دیتا رہا ہے اور یہ قصہ اسی طرح چلتا رہا ہے۔

(فوٹو: انفاس العارفین صـ۳ (اردو) شائع کردہ المعارف لاہور)

س لئے مناسب یہی ہے کہ شاہ صاحب کے ارشاد کے بموجب اب ہم حضراتِ چشتیہ کے فضائل کا قصہ چھیڑیں۔ اس خاندان کا سلسلہ ہندوستان کی سرزمین پر خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری سے شروع ہو کر خواجہ نظام الدین اولیا تک اس شان سے پہنچا ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ سب سے پہلے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی مرتبہ کتاب "انیس الارواح" کا پہلا واقعہ اپنے سامنے رکھئے جس میں انہوں نے خواجہ عثمان ہارونی اپنے پیر سے پہلی ملاقات

[۱] ابن تیمیہ کے عقائد کی تفصیل کے لئے ہماری کتاب توحید خالص قسط دوم دیکھیے۔ (مصنف)

کا ذکر فرمایا ہے:

ذکر خواجہ عثمان ہارونی کا بقلم خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

(۱) ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح مسمی بہ انیس الارواح

مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین - والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علے رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
اے عزیز خدا تجھے نیک بخت کرے کہ یہ وہ اخبار و آثار انبیا اور اسرار وانوار اولیا
ہین جو کلمات اور انفاس متبرکہ سید العابدین بدر العارفین اکرم اہل ایمان وافر البر
والاحسان حضرت شیخ معظم خواجہ عثمان ہارونی غفر اللہ لہ ولوالدیہ سے سُنے گئے اور اس
رسالۂ مختصر ہین کہ موسوم بہ انیس الارواح ہے لکھے گئے ہین الحمد للہ رب العلمین
جب کہ مسلمانون کے دعا گو فقیر حقیر اضعف العباد معین الدین حسن سنجری کو
خاص شہر بغداد مسجد خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مین دولت پابوسی حضرت
خواجہ عثمان ہارونی نور اللہ مرقدہ کی حاصل ہوئی تو اور مشائخ کبار بھی خدمت مین
حاضر تھے سو جیسے ہی اس فقیر نے پابوسی کے لیے زمین پر سر رکھا تو ارشاد ہوا کہ جا دوگانہ نفل
شکرانہ ادا کر بمجرد ارشاد حضور کے مین دوگانہ ادا کر کے حاضر ہوا پھر فرمایا روبقبلہ بیٹھ
مین روبقبلہ ہو بیٹھا پھر فرمایا کہ سورۂ بقر پڑھ جب مین پڑھ چکا تو حکم ہوا کہ اکیس ۲۱ بار درود
اور اکیس ۲۱ بار سبحان اللہ پڑھ مین اس سے فارغ ہوا تو اُس وقت حضور نے کھڑے
ہو کر منھ آسمان کی طرف کیا اور اس فقیر کا ہاتھ پکڑ کے فرمایا کہ آ تجکو خدا تک پہونچا دون
اور خدا رسیدہ کر دون اسکے بعد ہی حضور نے دست مبارک مین مقراض لیکر
اس دعا گو کے سر پر چلائی اور اپنی غلامی مین لیا پھر کلاہ چہار گوشہ اس عقیدت
کیش کے سر پر رکھی اور اعزاز بخشا اور گلیم خاص عطا فرمائی اور فرمایا بیٹھ جا مین بیٹھ گیا

ارشاد ہوا کہ ہمارے خانوادہ مین ایک رات دن کا مجاہدہ آیا ہے جا آج کے دن اور
آج کی رات ذکر مین مشغول رہ چنانچہ یہ درویش موافق حکم وارشاد حضور سراپا نور کے
کامل ایک شبانہ روز طاعت اور عبادت مین مشغول رہا دوسرے روز جو خواجہ نور اللہ
مرقدہ کی خدمت بابرکت مین مشرف ہوا تو فرمایا کہ بیٹھ جا اور ہزار بار سورۂ اخلاص
پڑھ جب مین پڑھ چکا تو فرمایا کہ اوپر آسمان کیطرف دیکھ مین نے نظر کی فرمایا اب
تو کہان تک دیکھتا ہے مین نے عرض کیا عرش اعظم تک پھر فرمایا کہ زمین کیطرف دیکھ
جب مین نے زمین کیطرف دیکھا تو پوچھا کہ اب تو کہان تک دیکھتا ہے مین نے
عرض کیا تحت الثرےٰ تک پھر فرمایا کہ ایک ہزار بار سورۂ اخلاص اور پڑھ جب مین پڑھ چکا
فرمایا کہ اب پھر آسمان کی طرف دیکھ جب مین نے دیکھا فرمایا کہ اب کہان تک دیکھتا
ہے مین نے کہا حجاب عظمت تک پھر فرمایا کہ آنکھ بند کر مین نے آنکھ بند کر لی پھر فرمایا
آنکھ کھول دے مین نے آنکھ کھول دی تو مجکو دو انگلیان دست مبارک کی دکھلائی
دین اور فرمایا کہ اس مین کیا دکھلائی دیتا ہے مین نے کہا اٹھارہ ہزار عالم معلوم ہوتے
ہین جب مین نے یہ عرض کیا تو ارشاد فرمایا کہ جا اب تیرا کام پورا ہو گیا۔ ایک اینٹ
حضور کے سامنے تھی فرمایا اسے اکھیڑ لے جب مین نے اُسے اکھیڑا تو اُس کے نیچے کچھ
روپیہ تھے فرمایا کہ ان کو لے اور فقیرون کو صدقہ دے جب مین صدقہ دینے سے
فارغ ہو کر حاضر ہوا تو ارشاد ہوا کہ چند روز ہماری خدمت مین ملازم رہ مین نے عرض کیا کہ
فرمانبردار ہون جو ارشاد ہو بجا لاؤن۔ اسکے بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی نور اللہ مرقدہ نے
خانہ کعبہ کی جانب عزم سفر فرمایا اور یہ پہلا سفر ہے کہ دعاگو بھی اُس مین حضور کے ہمراہ رکاب
ہوا الغرض اثنائے راہ مین ایک شہر مین گذر ہوا۔ وہان مقربان خاص کی ایک جماعت سے
ملاقات ہوئی کہ وہ اپنے آپے سے خبر نہ رکھتے تھے چندے اُن کی خدمت مین رہنے کا
اتفاق ہوا کہ اُس وقت تک عالم صحو مین یعنے حالت شہود و ہوشیاری مین نہین
آے تھے۔ پھر خانہ کعبہ زادہا اللہ شرفا وتعظیماً مین پہونچے اُسجگہ بھی حضرت خواجہ
نور اللہ مرقدہ نے اس فقیر کا ہاتھ پکڑ کے خدا کے سپرد کیا اور میزاب رحمت یعنی
خانہ کعبہ کے پرنالہ کے نیچے کھڑے ہو کر اس فقیر کے حق مین دعائے خیر اور مناجات

فرمائی اسوقت غیب سے آواز آئی کہ ہم نے معین الدین کو قبول کرلیا پھر ہان سے واسطے زیارت روضۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و علےٰ آلہٖ وسلم کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے جب زیارت روضۂ انور سے مشرف ہوئے تو حضرت خواجہ نے فقیر کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا کہ اب تو حضور اقدس مین حاضر ہے سلام کر مین نے سلام عرض کیا روضۂ انور سے آواز آئی وعلیکم السلام اے قطب مشائخ بحر و بر جون ہی یہ آواز آئی حضرت خواجہ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ بس اب تیرا کام پورا ہوگیا پھر ہم بدخشان مین آئے۔

(فوٹو: ص ۴-۵-۶ انیس الارواح مرتبہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی ترجمہ غلام احمد بریاں)

پہلی ہی ملاقات اور پہلی ہی توجہ پر کیا کچھ نہ ہوگیا۔ ع۔ کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا۔ یہ پاپوشی یہ حضرت کے سامنے زمین پر سر رکھنا، یہ اوراد و وظائف اور آخرِ کار پہلی ہی نشست میں خدا تک پہنچا دینا، کوئی آسان بات ہے۔ حج کے موقع پر سر پر قینچی چلا کر اللہ کی غلامی کے اقرار کی طرح حضرت عثمان ہارونی کا خواجہ معین الدین کے سر پر قینچی چلا کر اپنی غلامی میں لے لینا بھی ملاحظہ فرمایئے۔ پھر کلاہِ چہار گوشہ کا سر پر رکھنا کہ اب چار ترک اختیار کرنے پڑیں گے یعنی (۱) ترکِ دُنیا (۲) ترکِ عقبیٰ (۳) ترکِ اکل (کھانا) و نوم (سونا) (۴) ترکِ خواہشِ نفس پھر ایک دن و رات کی ریاضت اور اس کے بعد یہ کمال کہ اُوپر عرشِ اعظم اور نیچے تحت الثریٰ تک ہر چیز کا نظر آنا، مزید ریاضت کے بعد حجابِ عظمت تک اور پھر دُو اُنگلیوں کے درمیان اٹھارہ ہزار عالم۔ یا سلام اب جا کر تکمیل ہوئی۔ مگر اکمل ہونا ابھی باقی تھا اس لئے مکّہ اور مدینہ کا سفر اور راستہ میں اُن مقربین سے ملاقات جو تا حال سُکر سے صحو میں نہیں آئے تھے۔ پھر خانۂ کعبہ میں ندائے غیب کہ ہم نے معین الدین کو قبول کر لیا۔ لیکن ابھی آخری قبولیت باقی تھی اس لئے مدینہ آکر روضۂ رسول ؐ پر "السلام علیکم" کہنا، اور پھر روضۂ رسول ؐ سے آواز کا آنا کہ وعلیکم السلام اے قطبِ مشائخ بحر و بر، اور اب کام کا پورا ہو جانا۔ یہ پورا واقعہ پڑھنے کے بعد بے ساختہ یہ مصرع نوکِ زبان پر آگیا کہ شاید حضرت ۔ ع۔ خدا کے ساتھ کے کھیلے ہوئے ہیں۔

ذکر خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا قلم خواجہ بختیار کاکی کا، کتاب دلیل العارفین کی

خواجہ بختیار کاکی کی لکھی ہوئی کتاب دلیل العارفین کے ڈھائی صفحے تسلسل کے ساتھ پیشِ خدمت ہیں۔ ان میں

خواجہ معین الدین سنجری چشتی اجمیری کے ملفوظات میں پڑھئے اور قہاری کی داد دیجئے:

اس کے بعد خواجہ ادام اللہ تقواہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ کل قیامت میں مومنین اور اولیا اصادق اور مشائخ طریقت اور صدیقوں کو قبر سے اٹھائیں گے اور ان کی کملیاں ان کے کندھوں پڑی ہونگی ہر کملی میں سے سو ہزار ریشے لٹکتے ہوں گے سوان بزرگوں کے مرید اور فرزند اگر ان کملیوں کے ریشوں میں لٹک کر کھڑے ہوں گے جب تمام خلق حشر قیامت سے فارغ ہو جائے گی اس وقت حق تعالے ان کو وہ قوت بخشے گا کہ فوراً پل صراط کے نزدیک پہونچ جائیں گے اور اس کملی کو وہ بزرگ اور ان کے مرید و فرزند پکڑے تیس ہزار برس کی راہ قیامت کے عذابوں سے گذر کر پار اتر جائیں گے اور اپنے آپ کو بہشت کے دروازے پر کھڑا ہوا پائینگے ذرہ بھر بھی سختی ان کو نہ پہونچے گی۔ جب خواجہ نے یہ فوائد تمام کیے تو تلاوت کلام اللہ میں مشغول ہوئے اور سب لوگ اور یہ فقیر مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ الحمد للہ علی ذالک

مجلس ششم پنجشنبہ کے روز دولت پا بوسی حاصل ہوئی۔ شیخ برہان الدین چشتی اور شیخ محمد صفاہانی اور اور بھی چند درویش جامع مسجد بغداد کے اندر خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر تھے قدرت الٰہی کا ذکر چھڑا آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدای تعالے نے اپنے علم و قدرت سے عالم میں تمام چیزیں پیدا کی ہیں اگر آدمی ان کے کنہ میں غور کرے تو ایک دم میں ہوش باختہ اور حواس پراگندہ ہو جائیں اور دیوانہ و مجنون ہو جائے اسکے بعد فرمایا کہ ایک وقت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کہف کے دیکھنے کی آرزو کی فرمان آیا کہ ہم نے حکم کر دیا ہے کہ تم ان کو دنیا میں نہیں دیکھ سکو گے آخرت میں دیکھ لینا ہاں اگر تم چاہو تو ان کو تمھارے دین میں داخل کر دوں پھر آپ نے اپنے اصحاب سے ارشاد کیا کہ اس کملی کو لے جاؤ اور اصحاب کہف کے غار میں اس کو ڈالو۔ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گئے اور اصحاب کہف سے

سلام کیا حق تعالے نے اُن کو زندہ کر دیا تو جواب سلام کا اُنھون نے دیا پھر یاران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن پر دین محمدی پیش کیا اُنھون نے قبول کیا پھر خواجہ نے فرمایا کہ ایسی کونسی چیز ہے جو خدا تعالیٰ اُسپر قادر نہین ہے تو مرد کو چاہیے کہ اُس کے حکمون مین ذرا بھی قصور نہ کرے کیونکہ ہوتا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے۔ اس مقام پر خواجہ آنکھون مین آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ ایک وقت مین حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کی خدمت مین حاضر تھا اور ایک جماعت درویشون کی بیٹھی تھی متقدمین صوفیہ کے مجاہدات و ریاضات اور اُن کے فوائد کا حال بیان ہو رہا تھا کہ اِس اثنار مین ایک بڈھا ضعیف منحنی نہایت نحیف و راز عصا ٹیکتا ہوا آیا اور سلام کیا خواجہ رح نے جواب سلام کا دیا اور اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُس کو نہایت خوشی سے اپنے پہلو مین بٹھایا اُس پیر مرد نے احوال کہنا شروع کیا کہ آج تیس برس کا عرصہ ہوا کہ میرا لڑکا مجھ سے جدا ہے اور کہین چلا گیا ہے اُسکے مرنے جینے کی کچھ خبر تک معلوم نہین اُس کی درد جدائی سے میرا یہ حال ہے حضور کی خدمت مین آیا ہون اور اُسکے آنے اور صحت و سلامتی کے لیے فاتحہ و اخلاص کی درخواست رکھتا ہون۔ جب خواجہ عثمان ہارونی رح نے یہ بات سُنی تو مراقبے مین سر جھکایا تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس پیر مرد کے گمشدہ لڑکے کے آنے کے لیے فاتحہ و اخلاص پڑھو جب آپ اور سب درویشون نے فاتحہ و اخلاص تمام کی پیر مرد سے کہا جاؤ اور ایک لحظے کے بعد اپنے لڑکے کو ہمارے پاس ملاقات کے واسطے لے آؤ۔ جونہین پیر مرد نے زبان مبارک سے یہ سُنا فوراً روبرو خواجہ کے سر جھکا کے واپس گیا ابھی راستے ہی مین تھا کہ کسی نے پیر مرد کا ہاتھ پکڑ کے کہا مبارک ہو تمھارا لڑکا آگیا خوشی خوشی گھر مین آیا اور لڑکے سے ملاقات کی اُس پیر مرد کی آنکھین ضعیف ہوگئی تھین لڑکے کو دیکھتے ہی روشن ہوگئین اور اُلٹے پاؤن لڑکے کو لیکر خواجہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور لڑکے کو پابوس کرایا۔ خواجہ علیہ الرحمۃ نے اُس کو اپنے آگے بلا کے پوچھا کہ میان تم کہان تھے اُس نے کہا سمندر مین کشتی پر تھا صاحب کشتی نے پکڑ کر زنجیر سے جکڑ رکھا تھا آج مین اُسی جگہہ بیٹھا تھا کہ ایک درویش

آپ کی شبیھہ گویا آپ ہی تھے آئے اور میرے پاؤن کی زنجیر توڑ میری

> گردن زور سے پکڑلی اور اپنے آگے مجکو کھڑا کیا اور فرمایا کہ اپنا پاؤن میرے پاؤن پر رکھ
> لے اور آنکھین بند کر جیسا اُس درویش نے حکم کیا مین نے وہی کیا تھوڑی دیر کے بعد
> کہا کہ آنکھین کھول دین نے جو ہین آنکھین کھولین تو اپنے آپ کو اپنے گھر کے
> دروازے پر کھڑا پایا۔ اتنی بات کہنے پایا تھا اور چاہتا تھا کہ اور کچھ کہے حضرت شیخ
> الاسلام نے دانت کے نیچے انگلی دباکر منع کیا کہ اب مت کہہ پیر مرد اٹھا اور اپنا
> سر خواجہ کے قدمون پر رکھہ کے فرمایا کہ الحمد للہ ابھی تک ایسے قدرت والے مردان
> خدا موجود ہین مگر اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہین۔ پھر فرمایا کہ یہ سب خدائے
> عزوجل کی قدرت ہے۔

دو نوٹ نمبر ۱۔ ۸۲-۸۳، مسلسل "دلیل العارفین" ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی اجمیری مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ترجمہ غلام احمد بریان
مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء ؛

اب کملیوں کا عمل آپ کے سامنے ہے کہ کس طرح وہ اپنے رشتوں کے ذریعہ دستگیری کریں گی اور ان رشتوں کے ساتھ بزرگوں کے مرید اور فرزند لٹکے ہوئے ہونگے اور اسی طرح لٹکے لٹکے تیس [۳۰] ہزار برس کی راہ جو پل صراط کو عبور کرنے کی راہ ہے چشم زدن میں پار کرلیں گے اور بہشت کے دروازہ پر جاکر کھڑے ہوجائیں گے۔

کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ یہ فقیر جو گلیوں میں گاتا پھرتا ہے کہ ؎

خدا خود کملی والے کا　　　خدائی کملی والے کی

چاہے اصل کے لحاظ سے صحیح نہ ہو مگر کملی میں کوئی بات ہے ضرور۔

رہا یہ اصحاب کہف کا واقعہ تو اس میں بھی یہی "کملی" اپنی ساحری دکھا رہی ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی نے اسلامی تاریخ کے اس عظیم الشان واقعہ کو بیان کرکے ثابت فرمادیا کہ ہرچند کہ اصحاب کرامؓ۔ تابعینؒ۔ تبع تابعینؒ اور ائمہ محدثین نے تتبع حدیث میں جان لڑادی ہے لیکن ابھی ایسی روایتیں بھی ہیں جو ان کے کانوں تک نہ پہنچ سکی تھیں۔ یہی واقعہ خواجہ نظام الدین اولیا بھی بیان فرماتے ہیں لیکن اس میں کچھ اضافہ بھی ہے اور ان اصحاب کرامؓ کے نام بھی ہیں جن کو ہوا اُڑاکر اصحاب کہف کے غار تک لے گئی تھی۔ ملاحظہ ہو:

> پھر باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ (اس کا نام بلند ہو) کی قدرت پر گفتگو ہوئی! اس بارے
> میں آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی، ایک دفعہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آرزو کی

کہ آپ اصحاب کہف کو دیکھیں ۔ فرمان الٰہی آیا کہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ دنیا میں انہیں نہیں دیکھیں گے قیامت میں ان سے آپ کی ملاقات ہوگی ، البتہ اگر آپ چاہیں تو ہم ان کو آپ کے دین میں لے آتے ہیں ۔ اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک کمبل لائے اور چار آدمیوں سے کہا کہ ان میں سے ہر ایک اس کمبل کا ایک ایک کونا پکڑے ۔ ان چار میں سے ایک ابوبکر صدیق تھے ۔ دوسرے عمر خطاب تیسرے علی بن ابی طالب اور چوتھے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم ۔ لبعد ازاں رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ہوا کو جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑے بڑے کام کرنے کا حکم دیا تھا حاضر ہونے کے لیے بلایا ۔ وہ ہوا حاضر ہوگئی اس کے بعد آپ نے اس ہوا سے فرمایا کہ اس کمبل کو ان چار اصحاب کے ساتھ لے جاؤ اور اصحاب کہف کے غار کے دروازے پر اتار دو ۔ ہوا اس کمبل کو ان چار اصحاب کے ساتھ اڑا کر لے گئی ، اور انہیں اس غار کے دروازے پر اتار دیا ۔ اصحاب نے باہر ہی سے اصحاب کہف کو سلام کہا ، حق تعالیٰ نے انہیں اس وقت زندہ کر دیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا لبعد ازاں ان اصحاب نے ان کے سامنے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین پیش کیا ۔ اور انہوں نے اُسے قبول کر لیا ۔ الحمد للہ رب العالمین ۔ اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد حضرت خواجہ نے ــــــ اللہ آپ کا ذکر بھلائی سے کرے ۔ فرمایا کون سی چیز ہے جو خدا تعالیٰ کے احاطۂ قدرت میں نہیں ۔

(فوٹو: صفحہ ۲۰۹ ، ۲۱۰ ، اردو ترجمہ "فوائد الفواد" ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء ترجمہ پروفیسر محمد سرور صاحب مطبوعہ محکمۂ اوقاف پنجاب لاہور)

دیکھا آپ نے خواجہ معین الدین چشتی صاحب کے بیان کردہ واقعہ کی تائید خواجہ نظام الدین اولیا ، صاحب نے بھی کر دی ۔ اور تھوڑی تفصیل کے ساتھ ۔ اس کے بعد گمشدہ لڑکے والا واقعہ ملاحظہ فرمائیے ۔ خواجہ معین الدین چشتی کے پیر خواجہ عثمان ہارونی نے کیا خوب کارروائی کی ۔ مراقبہ ۔ فاتحہ ۔ اخلاص ۔ پھر ارشاد فرمایا جاؤ ۔ ایک لحظہ کے بعد اپنے پیر ، جی سے گم رہنے والے لڑکے کو ہمارے پاس لاؤ ۔ چشم زدن میں فاصلے بھی طے ہوگئے ۔ بچہ بھی آگیا اور "کُنْ فَیَکُوْنُ" کا مسئلہ بھی اختتام کو پہنچا ۔ سبحان اللہ ۔ یہ بات اگر خواجہ معین الدین چشتی نے آٹھویں صدی ہجری میں بیان فرمائی ہے تو ان سے پہلے پانچویں ہجری میں حضرت علی ہجویری صاحب مصنف "کشف المحجوب" طی الارض کا واقعہ

یوں بیان کر گئے ہیں:

حضرت ابو بکر وراق ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا۔ کہ اے ابو بکر وراق ہم تجھے آج ایک جگہ لے جائیں گے میں نے عرض کی کہ حضور کا جہاں حکم ہو میں وہاں چلوں گا۔ چنانچہ حضرت محمد بن علی کے ساتھ چلا اور تھوڑی دیر چلا تھا کہ ایک جنگل نظر آیا جو بکٹ اور دشوار گزار تھا۔ اور اس کے اندر ایک زریں تخت بچھا ہوا دیکھا۔ اور ایک سبز درخت کے نیچے ایک چشمہ جاری نظر آیا اور ایک بزرگ دیکھے جو اس تخت پر نہایت شاندار بباس میں تشریف فرما تھے۔

جب حضرت محمد بن علی اُن کے نزدیک پہنچے تو بزرگ اُٹھے اور آپ کو اس تخت پر بٹھا لیا۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ ہر طرف سے لوگ آنے لگے حتیٰ کہ چالیس آدمی اس جگہ جمع ہو گئے۔ پھر انہوں نے جو تختِ زریں پر جلوہ افروز تھے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ یکایک کچھ کھانے کی چیز آگئی۔ ہم سب نے اُسے کھایا۔ پھر حضرت محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کوئی سوال کیا۔ اُنہوں نے بہت تفصیل سے اس کا جواب دیا مگر میں ان کی گفتگو کو بالکل نہ سمجھ سکا۔ اس کے بعد سب نے اجازت لی اور رخصت ہوئے۔ مجھے بھی حکم ہوا کہ تو بھی جا اب تو نیک اور سعید ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد جب ہم ترمذ سے واپس آئے تو میں نے حضرت محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضور وہ کونسا مقام تھا اور وہ تخت پر جو تشریف فرما تھے کون تھے۔ فرمایا وہ مقام تیہ بنی اسرائیل تھا اور وہ بزرگ قطب مدار تھے۔

میں نے عرض کی حضور اتنی سی مدت میں ترمذ سے بنی اسرائیل کے جنگل میں ہم کیونکر پہنچ گئے۔ فرمایا ابو بکر تجھے پہنچنے سے کام تھا پوچھنے سے غرض نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ علامت صحتِ حال کی ہے نہ کہ سکر کی۔

پھر حضرت جنید بغدادی اور حضرت ابو العباس سیاری اور حضرت ابو بکر واسطی اور حضرت محمد بن علی ترمذی رضی اللہ عنہم اجمعین اس امر پر متفق ہیں کہ کرامت بحالتِ صحو و تمکین ظاہر ہوتی ہے۔ نہ کہ حالتِ سکر میں۔ اور یہ تمام کے تمام اصحابِ مذہب ہیں۔

اس لیے کہ اولیاء اللہ مدیرانِ ملک اور احوالِ عالم کے خبردار اور تمام عالم کے والی ہوتے

ہیں اور نظامِ عالم ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ہر قسم کے حل وعقد ان سے وابستہ ہوتے ہیں
اور احکامِ عالم میں ان کا تصرف ہوتا ہے۔ بنابریں یہ ضروری ہے کہ ان کی رائے تمام اہل الرائے
پر فائق ہو اور تمام قلوب کے مقابلے میں مخلوق کے ساتھ ان کا دل شفیق تر ہو۔ کیونکہ یہ لوگ
خدا رسیدہ ہوتے ہیں۔ اور ان کی ابتداء حال میں تلوین وسکر ہوتا ہے۔
اور جب ان کے حال کا بلوغ ہوتا ہے تو وہی تلوین تمکین کے ساتھ تبدل ہو جاتی ہے

(فوٹو صفحہ ۹۰،۴۰۹، ۱۰ ۴ ۱۱،۴ - کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب مصنفہ علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش لاہوری)

یاد رکھیے کہ اولیاء اللہ کی یہ کرامتیں صحو کی حالت میں ہوتی ہیں سکر کی حالت میں نہیں۔ پھر اولیاء اللہ کی شان ملاحظہ
فرمائیے کہ نظام عالم ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں نظام عالم ہو، اس کے لئے زمان ومکان کی کوئی قید
کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ آپ کو خوش رکھے یہ "اتحادی دیومالا" وہ دیومالا ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔

علم جغرافیہ کے متعلق بعض حقائق کا انکشاف اور اُن کا عینی مشاہدہ

اصحاب کہف کے تاریخی واقعہ کے بعد کوہِ قاف کی جغرافیائی
ہیئت کے متعلق انکشاف سُنئے۔ خواجہ معین الدین چشتی نے
کہا کہ میرے پیر خواجہ عثمان ہارونی نے:۔

اسکے بعد فرمایا کہ اس کوہ قاف کو ایک گائے کے سر پر رکھا
ہے بزرگی اور کلانی اس گائے کی تیس ہزار سال کی راہ کی بڑا بر ہے وہ گائے
کھڑی ہوئی خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا کر رہی ہے اور اُس گائے کا سر مشرق مین
ہے اور دُم مغرب مین ۔ اس کے بعد شیخ عثمان ہارونی رحہ نے قسم کھا کے فرمایا کہ
جس دن یہ حکایت زبان مبارک حضرت شیخ مودود چشتی رحہ سے مین نے سُنی تو شیخ
مذکور نے مراقبہ مین سر جھکایا اور ایک اور درویش اُسوقت اُنکی خدمت مین حاضر
تھے اُنھون نے بھی مراقبہ کیا اور یکبارگی دونون صاحب خرقے کے اندر ہی اندر سے
غائب ہو گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد اس عالم مین واپس آئے تو اُس درویش
نے قسم کھا کے کہا کہ مین اور شیخ مودود چشتی رحہ دونون شخص کوہ قاف کے پاس تھے

چالیس جہان کہ خواجہ علیہ الرحمتہ نے فرمائے تھے اور وہ عالم غیب مین تھے
ہم نے خوب معاینہ کیے۔ ایک سر مو تجاوز نہین نکلا۔ اس مکاشفہ کا یہ سبب تھا
کہ جس وقت شیخ مودود چشتی علیہ الرحمۃ یہ حکایت بیان فرماتے تھے میرے
دل مین کچھ شک پیدا ہو گیا تھا جب شیخ نے یہ معاینہ کیا تو اس کو اس مکاشفہ کی ذریعہ
دفع کر دیا۔ تب حضرت شیخ الاسلام خواجہ معین الحق والدین ادام اللہ تقواہ نے فرمایا
کہ فقیر کو قوت باطنی ایسی ہی چاہیے کہ حکایات اولیاء مین جو کوئی سننے والا شک
کرے تو وہ اُس کو معاینہ کرا دے۔ اور قوت کرامت کو اُسپر جتاوے۔ پھر ایک قصہ اپنا
بیان فرمایا کہ ایک وقت دعا گو سمرقند کی طرف بطور سفر کے گیا تھا امام ابواللیث سمرقندی
کے محلے کے قریب ایک بزرگ دانشمند مسجد بنواتے تھے اور کھڑے ہوئے بتاتے
تھے کہ اسطرف محراب بناؤ اسی طرف قبلہ ہے یہ دعا گو بھی اُس وقت اُسی جگہ کھڑا
تھا مین نے کہا کہ اسطرف نہین دوسری طرف ہے بتایا کہ اسی طرف ہے ہر چند
اُن سے کہا اُنھون نے ایک نہ سنی پھر تو اس دعا گو نے اُنپر التفت کیا اور اُن کی گردن
پکڑ کے کہا کہ دیکھو یہ سمت قبلہ ہے کہ نہین جب اُنھون نے خود کعبہ آنکھون سے دیکھ لیا
تو یقیناً جان لیا کہ ہان یہی سمت قبلہ ہے

فوٹو: صفحہ ۸۵، ۸۶، ۸۷ دلیل العارفین ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی اجمیری مرتبہ خواجہ بختیار کاکی مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء ترجمہ غلام احمد بریاں)

کوہِ قاف کا ایسی عظیم الشان گائے کے سر پر ہونا جس کا سر مشرق میں اور دُم مغرب میں ہے اگر مان بھی لیا جائے تو مشرق و مغرب کی یہ دُوری تیس ہزار سال کی مسافت کے برابر کیسے ہو جائے گی۔ پھر یہ مراقبہ اور ایک شخص کو ساتھ لے کر یکایک غائب ہو جانا، اور اپنے پیچھے ۲ درخت (گدڑیاں) چھوڑ جانا، کمال کی معراج نہیں تو اور کیا ہے۔ تھوڑی دیر میں کوہِ قاف ہی نہیں چالیس جہانوں کا سروے (SURVEY) کر کے واپس آجانا، پرانے زمانے میں ہوتا ہو تو ہوتا ہو، اِس زمانے میں تو یہ بالکل انوکھی بات ہے۔ پھر یہ ساری دوڑ دھوپ اس لئے کی گئی کہ ایک صاحب کے دل میں حضرت شیخ مودود چشتی کے عجیب بیان پر شک بار پا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس ریب و شک کا دور کرنا اہل کمال پہ لازم ہے۔

دوسرا قصہ خود خواجہ معین الدین چشتی کی اپنی قوتِ تصرف کا مظہر ہے کہ ایک بزرگ کی سمتِ قبلہ کی تصحیح، قبلہ کو سامنے لاکر کر دی۔ بالکل اسی قسم کا واقعہ حکیم موسیٰ امرتسری صاحب نے کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب کے دیباچہ صفحہ ۵۰-۵۹ پر دارا شکوہ کے سفینۃ الاولیاء صفحہ ۱۶۴ کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ جب حضرت داتا صاحب لاہور تشریف لائے د

تعمیرِ مسجد اور ایک کرامت

حضرت داتا صاحب قدس سرہٗ نے لاہور تشریف لاتے ہی اپنی فرودگاہ کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی۔ دارا شکوہ لکھتا ہے:

"اُنھوں نے ایک مسجد تعمیر کرائی تھی جس کی محراب دیگر مساجد کی بہ نسبت جنوب کی طرف مائل ہے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت کے علما جو لاہور میں موجود تھے اس محراب کی سمت کے سلسلے میں حضرت شیخ پر معترض ہوئے۔ چنانچہ ایک روز حضرت نے سب علماء کو جمع کیا اور خود امامت کے فرائض انجام دیئے اور بعد ادائے نماز حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا دیکھو کعبہ شریف کس سمت میں ہے؟ دیکھا تو حجابات اُٹھ گئے اور کعبہ شریف محراب کی سیدھ میں ہویدا ہو گیا۔ — ان کا مزار بھی ان کی مسجد کی سمت کے مطابق ہے۔"

(نوٹ: دیباچہ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب مصنفہ علی ہجویری صاحب المعروف بداتا گنج بخش صفحہ ۵۶، ۵۷)

غرض کہ یہ کمال ایک طرح کا ورثہ ہے کہ ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتا رہتا ہے، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری جب ہندوستان تشریف لائے تو لاہور میں انہوں نے حضرت علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش صاحب کے مزار پر مراقبہ کیا تھا، یہ اس کا فیض بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

خواجہ معین الدین چشتی کا ذکر نا تمام رہے گا اگر دنیا سے پردہ کرنے کے بعد ان کے عالمِ واقعہ میں واپس تشریف لانے کا حال بیان نہ کیا جائے، اس لئے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب کی کتاب "امداد المشتاق" کا عکس آپ کے سامنے لایا جا رہا ہے:

چنانچہ ۱۲۹۹ھ میں جب میں (مولانا احمد حسن) حضور میں حضرت کے حاضر ہوا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب اول اول مکہ مکرمہ آیا فقر و فاقہ کی یہاں تک نوبت پہونچی کہ نو روز تک بجز زمزم شریف کے کچھ نہ ملا تین دن کے بعد بعض احباب سے قرض مانگا انہوں نے باوجود وسعت انکار کیا مجھے معلوم ہوا کہ یہ امتحان ہے پس عہد کر لیا کہ اب قرض بھی نہ لونگا اور ضعف سے یہ حالت تھی کہ نشست و برخاست

> خوار تھی آخر نویں دن حضرت خواجہ اجمیری عالم واقعہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امداد
> اللہ تمکو بہت تکالیف اٹھانے پڑے اب تیرے ہاتھوں پر لاکھوں روپیہ کا خرچ مقرر کیا جاتا ہے
> میں نے انکار کیا کہ یہ امانت بہت سخت ہے ارشاد ہوا کہ اچھا تمہاری مرضی تاب ما یحتاج
> خرچ تمہیں ملا کریگا تب سے بلا منت دیگرے مصارف روزمرہ چلتے ہیں۔

(فوٹو: ضنائم امداد المشتاق مرتبہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب)

اس واقعہ نے دوسرے واقعات کے ساتھ مل کر پیران کامل کے عالم الغیب حاضر و ناظر، اور متصرف فی الامور ہونے کا قطعی ثبوت مہیا فرما دیا۔ فجزاہ اللہ اوفی الجزاء۔

بات بہت طویل ہوتی جا رہی ہے، اس لئے اب کوشش کروں گا کہ اس خانوادہ کے باقی حضرات کے بہت ہی مختصر حالات بیان کروں۔

ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ مرتبہ خواجہ فرید الدین گنج شکر۔ نام کتاب "فوائد السالکین"۔

خواجہ فرید الدین گنج شکر بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی محفل میں مختلف قسم کے ذکر ہو رہے تھے۔

> پھر اس بات کا ذکر ہونے لگا کہ اگر مرید نفل پڑھتا ہو اور پیر اس کو
> آواز دے تو وہ کیا کرے آیا نماز نفل توڑ کر جواب دے یا نہیں خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ بقاءہ نے زبان مبارک سے فرمایا
> کہ بہتر یہ ہے کہ نفل ترک کرے اور جواب دینے میں مشغول ہو کہ اس میں ثواب بہت ہے فرمانے لگے کہ میں
> ایک دفعہ نماز نفل میں مشغول تھا شیخ معین الدین ادام اللہ برکاتہ نے مجکو پکارا میں نے فوراً نیت توڑ دی اور
> عرض کیا حاضر ہوں فرمایا آؤ جب میں خدمت میں حاضر ہوا پوچھا کہ کیا مشغولی تھی عرض کیا نماز نفل پڑھتا تھا
> میں نے آپکی آواز سنکر اسے ترک کر دیا اور آپ کو جواب دیا فرمایا بہت اچھا کیا یہ نماز نفل سے فاضلتر ہے
> کیونکہ پیر کے کام میں مستعد ہونا عین دین کے کاموں میں مستعد ہونا ہے پھر فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ میں شیخ معین الدین
> کی خدمت میں حاضر تھا اور اہل صفہ بھی موجود تھے اولیاء اللہ کا ذکر ہو رہا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور بیعت کے
> لیے پابوسی کی آپ نے اسکو بٹھا لیا اس نے عرض کی کہ میں مرید ہونے آیا ہوں فرمایا جو کچھ ہم کہیں گے کریگا اگر یہ شرط
> منظور ہو تو بیشک میں مرید کر لونگا اس نے کہا جو کچھ آپ کہیں گے وہی کروں گا آپ نے فرمایا کہ تو کلمہ اسطرح
> پڑھتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک بار اسطرح پڑھ لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ چونکہ راسخ العقیدہ

تھا اُسے فوراً پڑھ دیا خواجہ نے اُس سے بیعت لی اور بہت کچھ خلعت و نعمت عطا کی اور فرمایا میں نے فقط
تیرا امتحان لیا تھا کہ تجھکو مجھ سے کسقدر عقیدت ہے ورنہ میرا مقصود نہ تھا کہ تجھ سے اسطرح کلمہ پڑھواؤں میں کون
اور کیا چیز ہوں میں ایک ادنیٰ بندگان غلامان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوں حکم وہی ہے جو تو اول
سے کہتا ہے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس بات سے تیری صدق عقیدت معلوم ہو گئی اب تو میرا مرید صادق ہوا
مرید کو ایسا ہی چاہیئے کہ اپنے پیر کی خدمت میں صادق و راسخ ہو۔

(نوٹ: صفحہ ۱۲۶ - ۱۲۷، فوائد السالکین ملفوظات قطب الدین بختیار کاکی مرتبہ خواجہ فریدالدین گنج شکر ترجمہ غلام احمد بریاں)

سبحان اللہ۔ بالکل ابو سعید بن المعلّٰی رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی طرح کا واقعہ خواجہ بختیار کاکی کے ساتھ پیش آیا صرف
اس فرق کے ساتھ کہ ابو سعید بن المعلّٰی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بُلاوے کے باوجود نماز میں مشغول رہے اور جب
نماز پوری کر کے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز توڑ دینا چاہیئے تھی۔ کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو
حکم دیا ہے اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہو جب وہ تمہیں بُلائیں)
کیا حرج ہے اگر اللہ اور رسول کے ساتھ ساتھ اپنے شیخ کو بھی اُسی حیثیت کا مالک سمجھ لیا گیا کہ اس کی آواز پر بھی نماز توڑ دینی
چاہیئے۔ لیکن مرید ہونے کے لئے آنے پر یہ پابوسی کچھ میں نہیں آئی اور نہ امتحان و آزمائش کے لئے مرید سے اپنا کلمہ پڑھوانا
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ چِشْتِی رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ پھر مرید کو یہ کلمہ پڑھنے پر راسخ العقیدہ ہونے کی سند دینا اور کہنا کہ مُرید کو
ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ پھر خود کو بندگان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل کرنا کسر نفسی کی انتہا ہے۔

پیرانِ کامل سے طواف کو کعبہ آتا ہے:

مجلس پنجم ماہ ذی الحجہ ۶۱۳ھ دولت پابوسی حاصل ہوئی۔ حج کا ذکر چھڑ گیا۔ قاضی حمید الدین ناگوری مولانا
علاؤ الدین کرمانی سید نور الدین مبارک غزنوی سید شرف الدین محمود مولانا فقیہ خداداد یہ ایسے
لوگ موجود تھے کہ ہر ایک ان میں کا کامل تھا عرش سے تحت الثریٰ تک اُنکے آگے کوئی چیز حائل نہ تھی
بڑے صاحب کشف و کرامات تھے خانہ کعبہ کے مسافروں کا ذکر ہونے لگا۔ خواجہ قطب الاسلام فرمانے لگے
کہ جو اللہ کے خاص بندے ہیں جب وہ اپنے مقام پر ہوتے ہیں تو خانہ کعبہ کو حکم کیا جاتا ہے کہ ان کی
گرد طواف کرے یہ فرماتے فرماتے آپ اور سب حاضرین رونے لگ گئے اور ایسے عالم تحیر میں مستغرق
ہوئے کہ اپنے آپ کی خبر نہ رہی یہ دعا گو بھی عالم تحیر میں مشغول ہوا پھر سب نے ایسی تکبیر میں کہیں جیسا

کہ خانہ کعبہ کے طواف مین کہا کرتے ہین غرضکہ سب تکبیر کہتے جاتے تھے اور ہر ایک کے اعضا سے
تازہ تازہ خون نکلتا تھا اور جو قطرہ زمین مین گرتا تھا اُس سے تکبیر کا نقش بنتا چلا جاتا تھا جب ہم ہشیار
ہوئے تو ہم نے کعبہ کو اپنے آگے دیکھا اُس کا جیسا کہ ادب چاہیے بجالائے اور جار بار اُسکے گرد طواف کیا
ہاتف غیب سے آواز دی کہ اے عزیزو ہم نے تمہارا حج و طواف اور نماز قبول کی اور اُن لوگونکی بھی ہم نے قبول
کی جو تمہاری متابعت اور پیروی کرین۔ پھر خواجہ قطب الاسلام دام اللہ برکاتہ فرمانے لگے کہ شیخ
الاسلام معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز ہر سال اجمیر سے خانہ کعبہ کو جایا کرتے تھے آخر
الامر جب اُن کا کام کمالیت کے درجہ کو پہنچا تو جو حاجی حج کو جاتے وہ بیان کرتے کہ ہم نے خواجہ کو
طواف کرتے دیکھا حالانکہ وہ یہین معتکف ہوتے تھے۔ پھر یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر شب خواجہ
معین الدین خانہ کعبہ کے طواف کو جاتے تھے اور رات بھر وہین رہتے تھے فجر سے پہلے پہلے یہان
آجاتے تھے اور اپنے جماعت خانہ مین فجر کی نماز پڑھتے تھے پھر اسی محل پر آپنے یہ فرمایا کہ مینے خواجہ معین الدین رح
سے اُنہون نے شیخ عثمان ہارونی کی زبانی سُنا کہ وہ فرماتے تھے کہ جب خواجہ مودود چشتی کو اشتیاق
کعبہ غالب ہوتا تو فرشتون کو حکم ہوتا کہ خانہ کعبہ کو چشت مین پہونچا دین اور خواجہ کے آگے کردین جب
خواجہ اُسے دیکھتے طواف کرتے نماز پڑھتے پھر فرشتے اُس کو اُسکے مقام پر پہنچا دیتے

(ثبوت: صفحہ ۱۱-۱۲۶ فوائد السالکین ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی مرتبہ خواجہ فرید الدین گنج شکر، ترجمہ غلام احمد بریان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء)

ایسے کاملین کا کیا کہنا جن کے درمیان عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک کوئی چیز حائل نہ ہو سکے۔ واہ۔ واہ۔ زبان سے نکلتا تھا کہ
خانۂ کعبہ آموجود ہوا۔ عالم تحیر ہی میں طواف اور تکبیریں شروع ہو گئیں اور اعضا جسمانی سے خون پھوٹ بہا۔ پھر جو قطرہ بھی
زمین پر گرا "اللہ اکبر" کا نقش بن گیا۔ جب ہوشیاری ہوئی تو خانۂ کعبہ موجود تھا اور ہاتف غیب سے صدا آرہی تھی
کہ ہم نے تمہارا حج و طواف اور تمہاری نماز قبول کی۔ اور ان کی بھی جو تمہاری متابعت کریں۔ خیر طواف و نماز وغیرہ
قبول ہو جانا تو پھر کچھ سمجھ میں آتا ہے لیکن بغیر عرفات کے وقوف کے یہ حج کیسے قبول ہو گیا اور یہ بھی کہ کعبہ اگر دہلی چلا آیا تھا
تو مکہ میں طواف کرنے والے کیا کر رہے ہوں گے۔ ملاحظہ فرمایا کہ جب پیر کامل ہو جاتا ہے تو اس کی کیفیت کا کیا عالم ہوتا
ہے۔ اجمیر میں معتکف مگر حاجیوں کے ساتھ، حج کے مناسک ادا ہو رہے ہیں۔ پھر ہر رات کو کعبہ کا طواف اور صبح
فجر کی نماز اجمیر میں۔ واللہ! تصرفات کی حد ہو گئی پھر خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا فرمانا کہ میرے پیر خواجہ عثمان
ہارونی نے خواجہ مودود چشتی کا یہ واقعہ بیان فرمایا کہ حسب اشتیاق کعبہ ان کے پاس لایا اور واپس لیجایا جاتا تھا۔

شاید کسی کو شک پیدا ہو کہ یہ سب کیسے ممکن ہے تو اس کے لئے عرض ہے کہ وہ اِن افرادِ مشترکہ ذواتِ مُرکبہ کو انسانوں پر قیاس نہ کرے۔ اِن کا تو مقام ہی اور ہے۔

اب اس سلسلے کے ایک اور پیرِ کامل کی بزرگی و عظمت نگاہ میں رکھئے:۔

ذکر خواجہ فریدالدین گنج شکر کا خواجہ نظام الدین اولیاء کی کتاب راحۃ القلوب کے ذریعہ سے:۔

تاریخ دانی کا شاہکار، اور آہ و بکا، اور ماتم داری کا ثبوت

فرمایا خواجہ فریدالدین گنج شکر نے کہ، جس نے

عاشورہ کا روزہ رکھا تو گویا اس نے ساری سال کا روزہ رکھا پھر آپ نے اسی محل پر فرمایا کہ عاشورہ کے دن جنگلی ہرن بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی دوستی کے سبب اپنے بچوں کو دودھ نہیں دیتی پس کیا وجہ ہی کہ آدمی ہوکر روزہ نہ رکھیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بغداد مین ایک بزرگ تھا کہ اُسکے آگے امیر المومنین حسین و حسن رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے کا ذکر لوگ کر رہے تھے کہ اُسنے خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی مین اپنا سر زمین سے دے مارا خون بہنے لگا پھر تھوڑی دیر کے بعد چکر اکر زمین پر گر پڑا جب لوگون نے دیکھا تو وہ جان دے چکا تھا۔ اُسی شب اُس بزرگ کو خواب مین دیکھا کہ امیر المومنین حسنین رضی اللہ عنہما کے پاس کھڑا ہوا ہی پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا کہا مجھے بخشدیا اور کہا حسنین کے پاس رہا کر۔ پھر آپ نے اسی موقع پر فرمایا کہ ایک دفعہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید کو کندھے پر بٹھائے ہوئے لیے جا رہے تھے رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا اور فرمایا سبحان اللہ۔ دوزخی بہشتی کے کندھے پر سوار ہوئے جا رہا ہے۔ جب یہ کلمہ امیر المومنین علی رضی نے سُنا تو حال پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ تو معاویہ رضہ کا لڑکا ہی دوزخی کہان سے ہے۔ کہا اے علی یہ یزید وہ بد نصیب لڑکا ہی کہ جو میرے حسن و حسین اور میری ساری آل کو شہید کریگا حضرت علی کھڑے ہو گئے اور تلوار نیام سے نکال لی کہ مین اسے مارے ڈالتا ہون۔ آپنے فرمایا اے علی ایسا نہ کر خدا تعالیٰ کا حکم ایسا ہی ہے حضرت علی رونے لگے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ اُسوقت آپ تو سرور ہونگے فرمایا نہین کہا یارو نمین سے کوئی ہو گا کہا نہین۔ کہا مین ہونگا کہا نہین۔ کہا فاطمہ ہونگی۔ کہا وہ بھی نہین۔ کہا یا رسول اللہ میرے بچون کی کون ماتم داری کریگا کہا میری امت۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونون گریہ کرنے لگے اور دونون شاہزادون سے بغلگیر ہوئے اور نعرہ مارا کہ مین نہین جانتا کہ اُس دشت مین تمہارا

کیا حال ہوگا۔ آسکے بعد شیخ الاسلام زبان مبارک سے فرمانے لگے کہ جس روز امیر المومنین حسین رضہ شہادت پائینگے اُس رات ایک بزرگ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خواب مین دیکھا کہ آپ کل انبیاء کی بیبیون کے ساتھ آئی ہین دامن مبارک کمر سے باندھا ہوا ہی دشت کربلا مین جہانکہ امیر المومنین حسین رضہ شہادت پاوینگے جھاڑو دے رہی ہین اور اپنی آستین مبارک سے صاف کرتی جاتی ہین اُنہون نے پوچھا کہ اے خاتون قیامت اور ای بنت شفیع روز محشر یہ کیا مقام ہی جسے آپ اپنی آستین سے صاف کر رہی ہین فرمایا یہ وہ مقام ہی کہ حسین میرا بیٹا یہان سر دیگا اور شہادت پائیگا۔ آسکے بعد اسی موقع پر آپنے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے یہ حکایت پوچھی کہ جب ہم مین کوئی بھی نہوگا تو کون انکی تعزیت کریگا کہا یا رسول اللہ آپکی امت آپکے فرزند کی تعزیت کریگی ایسی ماتم داری کریگی کہ اُسکی صفت بیان نہین ہوسکتی۔

؎ فوائد راحۃ القلوب ص۲۶ ملفوظات خواجہ فرید گنج شکر۔ مرتبہ خواجہ نظام الدین اولیاء ترجمہ غلام احمد بریان مطبوعہ مجتبائی دہلی سنہ ۱۹۱۶ء

اس واقعہ میں چند باتیں نوٹ کرنے کے لائق ہیں۔ (۱) حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی دوستی میں اگر کوئی خودکشی کر لے تو وہ اُن کے ساتھ رہے گا۔ (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں امیر معاویہؓ اپنے بیٹے یزید کو کاندھے پر لے کر نکلے، حالانکہ وہ اس وقت تک پیدا بھی نہ ہوئے تھے، وہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پندرہ سال بعد ۲۶ھ میں عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ (۳) حضرت علیؓ کا نبیؐ سے دریافت کرنا کہ پھر میرے بچوں کی ماتم داری کون کرے گا جب ہم لوگ نہ ہوں گے اور معاویہؓ کا بیٹا ان کو شہید کر دے گا۔ جواب ملا "پوری اُمت"۔ اور یہ بات سچ ثابت ہوئی (۴) اُسی وقت نبیؐ اور علیؓ کا آہ و بکا، گریہ و ماتم شروع کر دینا اور نعرے لگانے لگنا۔ غرض ہر چیز جس کا آپؐ نے رد کیا تھا خود کرنے لگنا۔ (۵) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دشتِ کربلا میں انبیأ کی بیویوں کو ساتھ لے کر آنا اور شہادت کی جگہ کو آستین سے صاف کرنا اور فرمانا کہ حسین میرا بیٹا یہاں سر دے گا۔ (۶) حضرت جبرئیلؑ کا خبر دینا کہ آپ کی پوری اُمت ایسی ماتم داری کرے گی کہ صفت بیان نہیں ہو سکتی۔ اس طرح سے ساری وہ باتیں جن پر آج نکیر کی جاتی ہے زبانِ نبوت سے ثابت ہوگئیں۔ سبحان اللہ۔

دین اتحاد میں علی رضی اللہ عنہ کو مرکزی حیثیت دے دی گئی ہے اس لئے اصحاب کمال باقی خلفا کی کچھ زیادہ قدر نہیں کرتے۔ ملاحظہ ہو:

پیران کامل کے اس خرقہ کی ابتدا شب معراج سے ہوئی

پھر کچھ خرقہ کا ذکر ہونے لگا آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی شب معراج مین خرقہ ملا تھا اور آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا تھا کہ مینے اپنے پروردگار سے خرقہ پایا ہی مجکو حکم ہی کہ مین اس کو تم مین سے کسی کو دون اب مین تم سے ایکبات پوچھتا ہون۔ جو شخص تم مین سے جواب باصواب دیگا مین یہ خرقہ اُسے دونگا۔ اول آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رض کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے ابوبکر اگر مین یہ خرقہ تجکو دون تو تو کیا کریگا کہا یا رسول اللہ مین صدق اختیار کرون اور خدا کی بندگی کرون اور جو کچھ میرے پاس مال و منال ہو وہ سب اللہ کی راہ مین دون پھر آپ نے حضرت عمر رض سے پوچھا کہا مین عدل کرون اور بندگان خدا کے ساتھ انصاف کرون اور مظلومونکی داد دون۔ پھر آپ نے حضرت عثمان رض سے پوچھا کہا مین ایکدوسرے مین اتفاق کی کوشش کرون اور جو حق بات ہو اُس کو بجالاؤن اور حیا اور سخاوت اختیار کرون پھر آپ نے حضرت علی رض سے پوچھا انھون نے کہا کہ مین پردہ پوشی کرون اور خدا تعالے کے بندونکا عیب چھپاؤن۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی رض لے یہ خرقہ مینے تجکو دیا مجکو حضرت عزت کا فرمان بھی یہی تھا کہ جو تیرے یارون مین سے یہ جواب دے اُسی کو یہ خرقہ دیجیو۔ یہ حکایت فرماکر شیخ الاسلام آنکھون مین آنسو بھر لائے اور ہائے ہائے کرکے رونے لگے اور بیہوش ہوگیے جب ہوش مین آئے تو یہ لفظ زبان مبارک پر لائے کہ معلوم شد درویشی پردہ پوشی ست۔ یعنی یہ بات معلوم ہوئی کہ درویشی کے معنی یہی ہین کہ بندگان خدا کی پردہ پوشی کرے۔

(فوٹو: ص ۱۳۸ راحۃ القلوب ملفوظات خواجہ فرید گنج شکر۔ مرتبہ خواجہ نظام الدین اولیاء مترجم غلام احمد بریاں مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء)

مسلم کی صحیح حدیث میں یہ تو آگیا کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں مجھے تین چیزیں عطا فرمائیں (۱) پانچ وقت کی نماز کا حکم (۲) خواتیم سورۃ البقرہ (۳) امت محمدیہ کے اُن لوگوں سے جنہوں نے اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہوگا ہلاک کر ڈالنے والے گناہ بھی معاف کردئے جائیں گے۔ ان تین باتوں کا تو ذکر ہے مگر یہ کہ آپؐ کو خرقہ (گدڑی) بھی ملی تھی، اس کا ذکر رہ گیا۔ انہی باتوں کی وجہ سے تو امام مسلمؒ نے صوفیاؒ کے متعلق وہ بات کہی ہے جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔

خواجہ فریدالدین کا اپنے دادا پیر خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے کشف قبور کا واقعہ بیان کرنا کہ کس طرح اُن کے پردادا پیر خواجہ عثمان ہارونی نے قبر میں پہنچکر فرشتوں کی مار سے اپنے مُرید کو بچایا

پھر شیخ
الاسلام نے فرمایا کہ شیخ معین الدین حسن سنجری قدس سرہ العزیز کی یہ رسم تھی کہ جو کوئی ہمسایہ مین سے اس دنیا سے نقل کرتا اُسکے جنازہ کے ساتھ جاتے اور خلق کے لوٹ جانے کے بعد اُسکی قبر پر بیٹھتے اور جو ورد کہ ایسے وقت مین پڑہتے آئے ہین پڑہتے پھر وہان سے آتے۔ چنانچہ اجمیر مین آپکے ہمسایون مین سے ایک نے انتقال کیا دستور کے موافق جنازہ کے ساتھ گئے جب اُسے دفن کر چکے خلق لوٹ آئی اور خواجہ وہان ٹھر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آپ اُٹھے شیخ الاسلام قطب الدینؒ فرماتے ہین کہ مین آپکے ساتھ تھا مین نے دیکھا کہ دمبدم آپکا رنگ متغیر ہوا پھر اُسی وقت برقرار ہوگیا۔ جب آپ وہان سے کھڑے ہوئے تو فرمایا الحمد للہ بیعت بڑی اچھی چیز ہے شیخ الاسلام قطب الدین اوشی رح نے اس کیفیت سے سوال کیا تو آپنے فرمایا کہ جب اس کو لوگ دفن کر کے چلے گئے تو مین بیٹھا ہوا تھا مین نے دیکھا کہ عذاب کے فرشتے آئے اور چاہا کہ اس کو عذاب کرین اُسی وقت شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز ظاہر ہوئے اور کہا کہ یہ شخص میرے مریدون مین سے ہے۔ جب خواجہ عثمان رح نے یہ کہا تو فرشتون کو فرمان ہوا کہ کہو۔ یہ تمہارے برخلاف تھا خواجہ نے فرمایا بیشک اگرچہ یہ برخلاف تھا مگر چونکہ اسنے اپنے آپ کو اس فقیر کے پلے سے باندھا تھا تو مین نہین چاہتا کہ اسپر عذاب کیا جائے فرمان ہوا کہ اے فرشتو شیخ کے مرید سے ہاتھ اُٹھاؤ مین نے اس کو بخشدیا۔ پھر شیخ الاسلام آنکھون مین آنسو بھر لائے اور فرمانے لگے کہ اپنے آپ کو کسی کے پلے سے باندہنا بہت ہی اچھی چیز ہے

(فوٹو صـ ۱۲۳ راحۃ القلوب ملفوظات خواجہ فرید گنج شکر مرتبہ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی مترجم
ملازم احمد بریاں مطبع مجتبائی دہلی)

یہ ہے پیران کامل کی قدرت تصرف دنیا ہی میں نہیں برزخ اور آخرت میں بھی وہ اپنے مریدوں کی دستگیری کرتے ہوئے فرشتوں کی مار سے ان کو بچاتے ہیں۔ کسی کے پلے سے اپنے آپ کو باندھ لینا کس قدر ضروری چیز ہے۔

آخر میں حضرت خواجہ فرید گنج شکر کا بیان کردہ ایک واقعہ خواجہ بدر اسحاق کی کتاب سے رلا دینے والا سے ملاحظہ فرمایئے اور پیر کامل کا زندگی اور موت پر اختیار دیکھئے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا مُردہ کو زندہ کر دینا

پھر آپنے فرمایا کہ ای درویش خواجہ قطب الدین

چشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اب سلوک کا مرتبہ تمام ہو گیا اور یہ شخص کمال کو پہونچگیا فرمایا اگر وہ کسی مردہ پر دم کر دے تو وہ مردہ خدا کے حکم سے زندہ ہو جائے تو اُسوقت سمجھو کہ وہ کمالیت کو پہونچ گیا۔ پھر آپنے فرمایا کہ ای درویش حضرت خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز اسی محلپر یہ فوائد فرما ہی رہے تھے کہ ایک عورت روتی ہوئی آئی اور قدموں میں سر دیا۔ اور کہا کہ میں ایک ہی بچہ رکھتی تھی کہ اُسے بادشاہ نے بیگناہ دار پر کھینچوا دیا خواجہ اُسکی عرضداشت سنکر کھڑے ہو گئے اور عصا ہاتھ میں لیکر اُسکے ساتھ ہو لیے آپکے اصحاب بھی آپکے ساتھ ہو لیے اور اُس دار کشیدہ لڑکے کے پاس پہونچے ہندو مسلمان کی ایک بھیڑ لگ گئی۔ خواجہ نے کہا الٰہی اگر اسے بیگناہ بادشاہ نے دار پر کھینچا ہے تو اسے زندہ کر دے آپ کھہ ہی رہے تھے کہ وہ لڑکا زندہ ہو گیا اور ساتھ چلنے لگا یہ کرامت دیکھکر کئی ہزار ہندو مسلمان ہو گئے۔ پھر آپ اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا مرد کی کمالیت اِس سے زیادہ نہیں ہے جو خواجگان میں ہے۔

فوٹو: صفحہ ۱۱۱ اسرار الاولیاء ملفوظات خواجہ فرید گنج شکر مرتبہ خواجہ بدر اسحٰق۔ ترجمہ غلام احمد بریاں مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء

مُردہ کو زندہ کر دینے سے بڑا کمال اور کیا ہو گا۔ یچ کہا خواجہ فرید گنج شکر نے کہ کمال خواجگانِ چشت پر ختم ہے۔ آپنے دیکھا نہیں کہ خواجہ فرما ہی رہے تھے کہ وہ شخص (پیر) کامل ہے جو کسی مُردہ پر دم کر دے اور مُردہ خدا کے حکم سے زندہ ہو جائے کہ کمال امتحان کا وقت آ گیا۔ اور خواجہ امتحان میں پورے اُترے، مُردہ ہندو لڑکے کو زندہ کر دکھایا۔

اب خانوادہ چشت کے تاجدار خواجہ نظام الدین اولیاء کا حال سُنئے:

کتاب کا نام فوائد الفواد۔ مرتب کرنے والے خواجہ حسن علا سجزی المعروف بخواجہ حسن دہلوی خواجہ کا پورا بیان تو بنوری صاحب کے والد صاحب کے تلاش پیر کامل کے سفر میں بارگاہِ سلطانِ اولیاء کے مقام پر آئے گا مگر کچھ باتیں سُنتے چلئے:

شیخ عبدالقادر جیلانی کی خانقاہ کی شان میں بے ادبی کا انجام

کچھ دیر مشائخ کبار اور ابدال کے مقابلے میں ان کی ترقیٔ درجات کا ذکر رہا۔ آپ نے فرمایا ایک شخص حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کی خانقاہ میں آیا۔ اس نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ خانقاہ کے دروازے پر پڑا ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے اور خراب حالت میں ہیں۔ آنے والا شخص حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی کی خدمت میں پہنچا اور اس نے دروازے پر پڑے ہوئے اس آدمی کا ذکر کیا۔ اور حضرت شیخ سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ خاموش رہو اس نے بے ادبی کی ہے۔ آنے والے شخص نے پوچھا کہ حضرت اس نے کیا بے ادبی کی ہے؟ حضرت شیخ نے فرمایا، کہ وہ ابدال میں سے ہے۔ کل اس قوتِ پرواز کے مطابق کہ ابدال کو بخشی گئی ہے، وہ اپنے دو ساتھیوں کی معیت میں ہوا میں اڑ رہا تھا۔ جب وہ تینوں اس خانقاہ کے اوپر پہنچے تو اس کا ایک ساتھی اڑتے ہوئے خانقاہ سے ایک طرف ہٹ گیا اور ادب کے طور پر خانقاہ کی دائیں جانب سے نکل گیا۔ اس کا دوسرا ساتھی بھی اڑتا ہوا خانقاہ کی بائیں جانب سے نکل گیا۔ اس نے بے ادبی سے خانقاہ کے اوپر سے گزرنا چاہا۔ لہذا نیچے گر گیا۔

(فوٹو: ص ۴۵-۴۶ فوائد الفواد ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، مرتبہ خواجہ حسن دہلوی ترجمہ پروفیسر محمد سرور صاحب علما اکیڈمی، اوقاف پنجاب لاہور (۱۹۷۳ء)

معلوم ہوا کہ ابدال فلک پیما اور ہوا باز ہوا کرتے تھے۔ کاش یہ اس زمانے میں بھی موجود ہوں، اور اللہ تعالیٰ اُن سے ملاقات کا شرف بخشے۔ باقی اس ملک پاکستان کو ایسے ہوا بازوں کی سخت ضرورت ہے جو ہوائی جہاز کے محتاج نہ ہوں اور چشم زدن میں لاہور سے اڑ کر اجمیر پہنچ جائیں۔

محبت نام مستی کا

خواجہ حسن دہلوی نے کہا:

اسی اثنا میں اولیائے حق اور ان کے کمالِ محبت کا ذکر چلا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا: کل قیامت کے دن حشر کے میدان میں معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو لایا جائے گا۔ اور وہ یوں نظر آئیں

گے. جیسے کوئی حد سے زیادہ مست ہو. خلقت انہیں دیکھ کر حیران ہو جائے گی. اور پوچھے گی یہ کون ہیں؟ پھر وہ یہ آواز سنے گی کہ یہ ہماری محبت میں مست ہے. اسے معروف کرخی کہتے ہیں. اس وقت معروف کرخی کو یہ حکم ہوگا کہ بہشت میں چلو. وہ کہیں گے میں نہیں جاتا. میں نے تیری بہشت کے لیے پرستش نہیں کی. لبعد ازاں فرشتوں کو حکم دیا جائے گا. کہ انہیں نور کی زنجیروں میں جکڑ کر کھینچتے کھینچتے بہشت میں لے جاؤ.

ص ۳۵۳ فوائد الفواد ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیا مرتبہ خواجہ حسن دہلوی ترجمہ پروفیسر محمد سرور صاحب علماء اکیڈمی اوقاف پنجاب لاہور مطبوعہ ۱۹۷۳ء

یہ میدان محشر کی خبریں سنانا یا تو ذاتِ خداوندی کی طرف سے ہو سکتا ہے یا اس کا کوئی نمائندہ ہی کل کی بات اس اعتماد کے ساتھ بیان کر سکتا ہے۔ آپ نے حضرت معروف کرخی کا بے نیازی سے بھرپور بانکپن بھی دیکھا. اگر وہ فرشتوں کے قابو میں بھی نہ آئے تو کیا ہوگا؟

وہی آزمائشی کلمہ جو خواجہ معین الدین چشتی نے استعمال کیا تھا

خواجہ نظام الدین اولیا نے زبان مبارک سے ارشاد کیا کہ شیخ کا فرمان رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان کی طرح ہوتا ہے.

اس وقت آپ نے یہ حکایت بیان کی. کہ ایک شخص شیخ شبلی کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں. شیخ شبلی نے کہا کہ میں اس شرط پر تمہیں مرید بنانا قبول کروں گا. کہ جو میں حکم دوں تم وہ کرو گے. مرید نے کہا کہ میں ایسا کروں گا. شبلی نے اس سے پوچھا کہ تم کلمہ طیبہ کیسے پڑھتے ہو! مرید نے کہا میں اس طرح پڑھتا ہوں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ. شبلی کہنے لگے کہ اب اس طرح پڑھو. لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ مرید نے فی الفور اسی طرح پڑھ دیا. لبعد ازاں شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شبلی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک غلام ہے. اور اللہ کے رسول وہی ہیں میں تیرے اعتقاد کا امتحان کر رہا تھا (فوٹو: ص ۴۰۴ فوائد الفواد ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء مرتبہ خواجہ حسن دہلوی ترجمہ پروفیسر محمد سرور صاحب علماء اکیڈمی اوقاف پنجاب لاہور مطبوعہ ۱۹۷۳ء

یہ ایک بہترین آزمائشی کلمہ ہے۔ پرانے زمانہ میں بھی استعمال کیا گیا اور آج بھی اس کا استعمال جاری ہے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے "تکشف" میں تھانہ بھون کے پیر صادق صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کلمہ لاالہ الا اللہ صادق رسول اللہ کو آزمائش کے طور پر استعمال فرماتے تھے۔ اور پھر چشتی رسول اللہ اور شبلی رسول اللہ پڑھوانے والوں کی طرح اس کے بعد معذرت بھی نہیں کرتے تھے کیونکہ یہ کلمہ بالکل صحیح تھا صرف یہ ہوا تھا کہ صادق رسول اللہ میں جزء مقدم در مبتدا مؤخر ہو گیا تھا۔ اس طرح سے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کے فرمانے کے بموجب کلمہ کچھ یوں بنتا ہے۔ لاالہ الا اللہ رسول اللہ صادق۔ یہ تبدیلی کیا بڑی بات ہے۔ یہ تو کلمہ کے دوسرے جزء میں تھوڑا سا رد و بدل ہے۔ امام غزالی نے تو کلمہ کے پہلے جزء ہی کو "لا ھو الا ھو" میں تبدیل کر دیا۔ پھر نہ تو زمین روئی اور نہ آسمان نے آنسو بہائے۔

پیر کے سامنے سر جھکا کر سجدہ کرنے سے درجے بلند ہوتے ہیں

خواجہ نظام الدین اولیاء کی بارگاہ میں:

> پھر کچھ دیر اس بارے میں گفتگو رہی کہ مرید حضرت مخدوم کی خدمت میں آتے ہیں اور آپ کے سامنے سر زمین پر رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے ——— اللہ آپ کا ذکر بھلائی سے کرے۔ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو اس سے منع کر دوں لیکن چونکہ میں نے خود اپنے شیخ (شیخ الاسلام فریدالدین) کے سامنے اسی طرح کیا ہے۔ اس لیے میں منع نہیں کرتا۔ اس پر بندے نے عرض کیا کہ وہ لوگ جو حضرت مخدوم کی ذات سے وابستہ ہیں وہ آپ کے ارادت مند ہیں اور آپ سے انہوں نے بیعت کی ہے۔ تو ان کی یہ ارادت وبیعت عبارت ہے، پیر کے ساتھ عشق و محبت سے پس جہاں عشق و محبت ہوگی وہاں زمین پر سر رکھنا ایک سہل سا کام ہے۔ حضرت خواجہ نے ——— اللہ آپ کا ذکر بھلائی سے کرے میری اس بات کی مدافعت میں فرمایا۔ کہ میں نے حضرت شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز سے سنا ہے کہ ایک دفعہ ایک راستے میں شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ ایک گھوڑے پر سوار جا رہے تھے۔ سامنے سے ایک مرید آ گیا۔ وہ مرید پیدل تھا اس نے شیخ ابوسعید ابوالخیر کے زانو کو بوسہ دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اس سے نیچے بوسہ دو۔ اس نے شیخ کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ شیخ نے کہا اور نیچے۔ مرید نے

گھوڑے کے زانو کو بوسہ دیا، شیخ نے فرمایا اور نیچے، مرید نے گھوڑے کے سم کو بوسہ دیا۔ شیخ نے کہا اور نیچے، مرید نے زمین کو بوسہ دیا۔ اس وقت شیخ نے فرمایا کہ میں نے جو تمہیں اور نیچے اور نیچے بوسہ دینے کو کہا تو اس سے میرا مقصد یہ نہ تھا کہ تم زمین کو بوسہ دو۔ میرا اس سے مقصد یہ تھا کہ تم جتنا نیچے جاؤ گے اتنا ہی تمہارا درجہ بلند ہوگا۔

(فوٹو: صہ ۴۳۰ فوائد الفواد ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء، مرتبہ خواجہ حسن دہلوی۔ ترجمہ محمد سرور صاحب علماء اکیڈمی اوقاف پنجاب لاہور مطبوعہ ۱۹۷۳ء)

فنا فی اللہ ہونے کے لئے بعض صوفیاء سرپٹ جانا مناسب نہیں سمجھتے بلکہ تدریجاً چلتے ہیں۔ پہلے فنا فی الشیخ، پھر فنا فی الرسول، اور پھر فنا فی اللہ۔ یہ سجدۂ تعظیمی، یہ پابوسی، فنا فی الشیخ کی تکمیل کے لئے کی جاتی ہے۔ سجدۂ تعظیمی کے انکاری کہاں ہیں انہیں آواز دو، اور انہیں خواجہ حسن سنجری کا یہ شعر بھی سناؤ کہ

کافراں سجدہ کہ بر روئے بتاں می کردند ۔۔۔ ہمہ رو سوئے تو بود و ہمہ سو روئے تو بود

(ترجمہ) کافروں نے اگر بتوں کے سامنے سجدہ کیا تو کیا ہوا۔ ہر رخ تیری طرف تھا اور ہر سمت میں تیرا رخ تھا۔

علم قرآن و حدیث اور دین طریقت میں باپ بارے کا کیر ہے

العرض خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے یہ حکایت خواجہ نظام الدین اولیاء کا ذکر ہو رہا ہے:۔ فرمائی اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ پیران راہ میں سے ایک پیر تھا اور اس کا بیٹا محمد نامی صاحب علم اور مرد اہل تھا جب اُسنے چاہا کہ میں عالم طریقت میں آؤں تو اُسنے اپنے باپ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ درویش بنوں اُسکے باپ نے کہا کہ پہلے تو ایک چلہ کر اُسنے کہا بہت اچھا باپ کے فرماتے ہی چلہ میں بیٹھ گیا جب وہ تمام ہوا تو باپ کیخدمت میں آیا باپ نے اُس سے چند مسائل پوچھے اُسنے سب کا جواب دیا باپ نے کہا ایک چلہ اور کرو یہ چلہ تمہارے لئے سودمند نہیں ہوا اُس نے ایک چلہ اور کیا پھر باپ کیخدمت میں آیا باپ نے اُس سے پھر چند مسئلے پوچھے اُسنے کچھ کچھ اُنکا جواب دیا باپ نے کہا بیٹا ایک چلہ اور کرو پھر اُسنے تیسرا چلہ پورا کیا اور باپ کیخدمت میں آیا اور اُس نے کچھ مسائل پوچھے وہ لڑکا حق میں ایسا مشغول ہوگیا تھا کہ کسی کا

ابھی کچھ جواب نہ دے سکا:

(فوٹو: صفحہ ۱۹۵ فوائد الفواد (حصہ دوم) ملفوظات نظام الدین اولیاء) مرتبہ خواجہ حسن دہلوی۔
ترجمہ غلام احمد بریاں مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء)

قرآن وحدیث دینِ طریقت کے لئے وبالِ جان ہیں جب تک ان سے پیچھا چھڑا لیا جائے اس وقت تک راہِ طریقت کی رہ نوردی ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرمائے کہ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر ۲۸) (اللہ سے تو صحیح معنوں میں اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں) اور 'دینِ اتحاد' کے یہ نمائندے اس کے دشمن بن جائیں۔ خواجہ نظام الدین اولیاء بھی فرماتے ہیں کہ اگر کار ہے تو مشغولی حق ہے باقی سب چیزیں اس دولت کی مانع ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جو کتابیں میں نے پڑھی ہیں اگر ان میں سے کسی وقت کچھ دیکھتا ہوں تو مجھ پر ایک وحشت ظاہر ہوتی ہے۔ میں اپنے جی میں کہتا ہوں کہ میں کہاں آ پڑا۔

(صفحہ ۲۰۵ ترجمہ فوائد الفواد جلد سوم۔ ملفوظات نظام الدین اولیاء مرتبہ خواجہ حسن دہلوی ترجمہ غلام احمد بریاں)

خواجہ نظام الدین اولیاء، بدایونی ثم دہلوی قرآن وحدیث کے عالم تھے مگر جب اس کوچۂ طریقت میں قدم رکھا تو اس علم سے وحشت ہونے لگی سچ ہے قرآن وحدیث کے دین اور طریقت کے دین میں سفیدی اور سیاہی کا فرق اور صبح و شام کا تباین ہے۔ اس حقیقت کے باوجود ظلم دیکھئے کہ کہا جاتا ہے کہ اس برصغیر ہند و پاکستان میں اسلام ان حضرات کے ذریعہ پہنچا ہے۔ کیا خوب!

یہ ہیں بزرگانِ چشت کے حالات جو پوری طرح واضح کر دیتے ہیں کہ یہ سارے کے سارے حضرات دینِ اتحاد کے پیروکار ہی نہیں بلکہ اس کے علمبردار تھے۔ اور انہوں نے اپنی مسلسل کوششوں سے وہ حالات پیدا کر دیے کہ کسی شخص کا اس دینِ طریقت کے اثرات سے بچ نکلنا ممکن نہ رہا۔ آج جو عرسوں، میلوں، نذر و نیاز وں، سجدہ ہائے تعظیمی، علَم اور تعزیوں، قبروں اور آستانوں، مراقبوں، اور مشاہدوں والا دین اس ملک میں رائج ہے اس میں ان حضرات کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ بہرحال، جو ہونا تھا ہو چکا، اب اصلاحِ حال کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ دنیا کو پوری طرح کھول کر بتایا جائے کہ اس دینِ طریقت اور اصل دینِ اسلام میں جو قرآن وحدیث کے اندر ہے، کیا فرق ہے۔ پھر ایسے لوگوں کو تیار کر کے جمع کیا جائے جو قرآن وحدیث کے دینِ خالص کے ماننے والے بن کر اٹھیں اور اس دینِ اتحاد کی دھجیاں اڑا دیں۔ پھر کہیں اللہ کی وہ رحمت متوجہ ہوگی جس نے صدیوں سے منہ پھیر لیا ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ یہ راستہ سخت کٹھن اور انتہائی جرأت آزما راستہ ہے لیکن اس سے مفر نہیں۔ آج بھی اگر یہ کام نہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی جواب بن نہ پڑے گا۔ غضب ہے کہ ہر حق، ناحق بنا ڈالا گیا۔ اور ہر ناحق ابھرا اور چھا گیا۔ حرام، حلال ہو گیا، اور حلال پر قدغنیں لگا دی گئیں

قرآن کی تنزیل کا مطالعہ کیجئے تو نظر آئے گا کہ ہمیشہ اصلاح کے لئے پہلا قدم یہی رہا ہے کہ باطل عقائد پر سب سے پہلے ضرب لگائی جائے اور پوری طرح سے اُن کا پول کھول ڈالا جائے۔ تیرہ ۱۳ سال کی مکی زندگی میں مشرکین عرب کا کوئی باطل عقیدہ ایسا نہ تھا جس سے تعرض نہ کیا گیا ہو ایسے ہر ہر عقیدہ کی سفاہت، اُس کا فساد، واضح کر کے اس کی جگہ عقیدۂ حق کی برکتوں سے روشناس کروایا گیا اور جب ہجرت کے بعد مدینہ میں اہل کتاب سے سابقہ پیش آیا تو سورۃ البقرہ۔ آلِ عمران۔ النساء۔ المائدہ کے ذریعہ اہل کتاب کے عقائد کا تیا پانچا کر ڈالا گیا آج بھی یہی کام ہونا چاہیے۔ یہ "اتحادِ ثلاثہ" اگر پارہ پارہ نہ کیا گیا تو یہ موجودہ بے آبروئی نہ جائے گی، اور انجام کار جہنم کی آگ سے بچنا ممکن نہ ہو سکے گا۔ اس لئے وقت آگیا ہے کہ کھول کر بے دھڑک اعلان کیا جائے کہ یہ "دینِ اتحاد" توحیدِ قرآنی کا مقابلہ کرنے کے لئے ایجاد کیا گیا ہے اور آج تک کوئی صوفی ایسا نہیں گذرا جو "اتحادی" نہ ہو۔ یہ وہ دین ہے جس نے شرک و بدعت کو سندِ جواز دی ہے۔ طبیب کا روپ دھار کر بیمار کو اپنے ہاتھ سے زہر پلایا ہے۔ گمراہی کو خوش نما بنانے کے لئے اصطلاحات کا ایک جنگل تیار کیا ہے اور خالق و مخلوق، عبد و معبود کو ایک دوسرے میں سمو کر بے حساب ایسی مرکب ذاتیں پیدا کی ہیں جنہوں نے اپنی اپنی گدی سنبھالی ہے اور پھر یہ خدائی میراث باپ سے بیٹے کو منتقل ہوتی رہی ہے۔ اِن کی محفلوں میں قرآن و حدیث کے بجائے کشف و کرامات۔ مراقبہ و مشاہدہ۔ وصل و ہجر، سکر و صحو کی آوازیں گونجتی رہی ہیں، اور اگر کبھی انہوں نے قرآن و حدیث کا نام لیا بھی ہے تو صرف اپنے دینِ اتحاد کی مخصوص اصطلاحات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے جیسے وحدت الوجود کے ثبوت کے لئے اُس حدیثِ قدسی کو استعمال کیا گیا جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "میں اپنے بندہ کی سماعت و بصارت بن جاتا ہوں، اُس کے ہاتھ و پیر بن جاتا ہوں" اور ایسا کرتے ہوئے حقیقت و مجاز کے سارے تقاضوں کو پسِ پشت ڈال دیا گیا۔ اسی طرح جب اپنی اصطلاحات سکر و صحو کے ثابت کرنے کا موقع آیا تو یہود و نصاریٰ اور مشرکین و منافقین کی طرف سے انبیاء پر لگائے ہوئے جھوٹے الزامات کو سچا مان کر ان خود ساختہ اصطلاحات کا ثبوت بہم پہنچایا گیا۔ جیسے علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش نے "کشف المحجوب" نامی اپنی کتاب میں حضرت داؤد علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمتوں پر لگائے ہوئے جھوٹے الزامات کو جوں کا توں مان لیا اور ثابت کر دکھایا کہ یہ سب سکر و صحو کی کرشمہ کاریاں تھیں۔

بائبل میں جو عیسائیوں اور یہودیوں کی کتابِ مقدس مانی جاتی ہے، لکھا ہوا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اُوریاہ حتی (URIAH-HITTITE) کی بیوی کو اپنے محل کی چھت پر سے برہنہ نہاتے ہوئے دیکھ لیا اور اُس پر عاشق ہو گئے، پھر اس کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا اور جب وہ حاملہ ہو گئی تو انہوں نے اُوریاہ حتی، اُس کے شوہر کو بنی عمون کے مقابلہ پر جنگ میں بھیج دیا اور فوج کے سالارِ اعلیٰ کو حکم دیا کہ اس کو ایسی جگہ مقرر کرے جہاں وہ زندہ نہ بچ سکے

اور جب وہ مارا گیا تو داؤد علیہ السلام نے اس کی بیوی سے باقاعدہ شادی کر لی اور شادی کے بعد اس کے پیٹ سے سلیمان علیہ السلام چھ مہینہ سے بھی کم مدت میں پیدا ہوئے"۔ معاذ اللہ یہ جھوٹے الزام یہودیوں نے اپنے دو محسن پیغمبروں، داؤد اور سلیمان علیہما السلام پر لگا کر اپنی کتاب مقدس میں قیامت تک کے لئے ثبت کر دیے ہیں:

(بائیبل کتاب سموئیل دوم باب ۱۱-۱۲)

اور وہ دوسرا الزام جو یہود مدینہ، منافقین اور مشرکین عرب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو پر لگایا وہ یہ تھا کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا (جو نبی کی سگی پھوپھی زاد بہن تھیں) جب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں تو نبی صلعم نے بھی ان کو برہنہ دیکھ لیا اور عاشق ہو گئے (نعوذ باللہ) پھر حضرت زیدؓ سے طلاق دلوائی اور اپنے نکاح میں لے آئے۔ علی ہجویری صاحب نے "کشف المحجوبؒ" کے اندر ان دونوں الزامات کو جو داؤد علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کافروں اور منافقوں نے لگائے تھے صحیح مان کر اپنے نظریہ صحو (ہوش مندی) اور سکر (مدہوشی) کو ثابت کر دکھایا۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

صحو و سکر کی جہنم زاریاں

> تو جب فعل حق مضاف ہو بندہ کی طرف تو بندہ بخود قائم ہوتا ہے۔ اور جب بندہ کا فعل حق کی طرف مضاف ہو تو بندہ بحق قائم ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ داؤد علیہ السلام کی نظر مبارک وہاں پڑی۔ جہاں پڑنی نہ چاہیئے تھی۔ یعنی ایک عورت پر جو اوریا کی عورت تھی۔ جسے دیکھا یہ ان پر حرام تھی۔ اور جب بندہ بحق قائم ہو گیا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ نظر تو آپ کی بھی پڑی اس طرح زید کی بیوی پر۔ مگر وہ بیوی زید پر حرام ہو گئی۔ اس لیے کہ وہ نظر جو داؤد علیہ السلام کی تھی۔ وہ محل صحو میں تھی اور یہ نظر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی یہ محل سکر میں تھی۔

(فوٹو: ص ۳۴۹ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب مصنفہ علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش لاہوری)

کوئی تو بتائے کہ آخر یہ سب کچھ ہے کیا؟ کیا انبیاء کی ذاتیں بھی معصوم نہ رہیں گی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان حضرات ہی کے ذریعہ تو اس برصغیر میں دین پھیلا ہے۔ ہاں دین تو ضرور پھیلا مگر وہ قرآنی دین نہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے بلکہ وہ "اتحادی دین" جس نے اللہ کی اس زمین پر ہزاروں اور لاکھوں مرکب ذاتیں "انداد مشرکہ" کی شکل میں پیدا کر ڈالیں، جو کبھی عروج کر کے الٰہ بنیں، اور کبھی بندہ کے مقام تک نزول فرما کر بندگی کرنے لگیں۔ قرآن اور حدیث کے علم کو اگر وہ

آگے لے کر چلے ہیں تو اس لئے کہ دینِ حق کو تفسیر اور تشریح کے ذریعہ دینِ اتحاد ثابت کر دکھایئں اور آج اسی اتحادی دین کی دھوم مچی ہوئی ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ کے کتنے حضرات ایسے ہیں جنہوں نے اللہ کے دین کی مدافعت کی ہے اور اس سلسلہ میں بادشاہانِ وقت سے ٹکر لی ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ بادشاہانِ وقت سے تصادم ہوا ہے مگر دین اللہ کی مدافعت کے بجائے اپنی قدرِ مشترک کے دفاع کے لئے یہ پاپڑ بیلے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے توحیدی دین پر یقین ہی نہیں رکھتے وہ اس کے لئے سر دھڑ کی بازی کیا لگایئں گے۔

اتحادی دین کی ایجاد کے بعد اس کے دباؤ کا یہ حال رہا ہے کہ گذشتہ صدیوں میں بہت کم ایسے علم والے ملیں گے جو پوری طرح قرآنی توحید کی ترجمانی کر پائے ہوں۔ رہا یہ برِ صغیر تو یہاں ایک بھی ایسا عالم نہیں گذرا ہے جو اس اتحادی فلسفہ سے متاثر نہ رہا ہو۔ اسی لئے اس ملک میں جو گروہ کم سے کم عقیدہ کے فساد میں مبتلا ہے اس میں بھی اتحادی فلسفہ کی وجہ سے عقیدہ کی دو صریح خرابیاں موجود ہیں، ہرچند کہ اس گروہ نے دوسری ساری شریک ٹھہرائی جانے والی ہستیوں سے تو پیچھا چھڑا لیا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہی عقیدہ رکھا کہ وہ وفات کے بعد بھی قبر میں زندہ ہیں اور اگر کوئی وہاں پہنچ کر درود و سلام پڑھے تو سنتے ہیں اور اس کے لئے انہوں نے اُس جھوٹی اور موضوع (گھڑی ہوئی) روایت کو دلیل بنایا جس میں محمد بن مروان سدی صغیر صاحب الکلبی موجود ہے اور جس کو سارے محدثین نے کذاب اور وضاع کہا ہے، اور امام عقیلی نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ لا اصل لہ! اور دوسرا فاسد عقیدہ اس گروہ کا یہ ہے کہ کچھ خاص ملائکہ اس کام کے لئے مقرر ہیں کہ لوگوں کے پڑھے ہوئے درود و سلام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک براہِ راست پہنچایئں

ان کے اس عقیدہ کی دلیل وہ روایت ہے جس کا اصل راوی "زاذان" رافضی ہے اور جس نے اپنے اس فاسد عقیدہ کو رافضی مومنین کے اعمال اُن کے بارہ[۱۲] ائمہ معصومین کے حضور میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اس روایت کے ذریعہ اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے اس طرح سے وہ دو[۲] فاسد عقیدے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائی صفات کا حامل قرار دیتے ہیں اس ملک کے سب سے بہتر عقیدہ رکھنے والے گروہ میں بھی موجود ہیں۔ پہلا عقیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو "الحیّ" قرار دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ آپ کو موت نہیں آئی اور اس طرح قرآن اور حدیث کی اُن ساری نصوص کی نفی کرتا ہے جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے لئے بھی موت ہے اور وفات پا جانے کے بعد کسی کے لئے سُننا ممکن نہیں ہے اور یہ بات کہ وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ۔ (اور مرنے

والوں اور اس دنیا کے درمیان ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک (المؤمنون) اور موت آجانے کے بعد قیامت کے دن ہی پھر زندہ ہوکر اُٹھا ہوگا۔ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تُبْعَثُوْنَ (المؤمنون) (یعنی مرنے کے بعد) پھر تم لوگ قیامت ہی کے دن دوبارہ زندہ اٹھائے جاؤ گے (المؤمنون)، رہا دوسرا عرض اعمالِ درود و سلام کا عقیدہ تو یہ بعض اعمال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتِ الٰہی سے اشتراک اور ذاتِ الٰہی کی جُزوی معطلی کی غمازی کرتے ہوئے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کا انکار ہی ہے۔

یہ بات حق ہے کہ اِس ملک کی دینی تاریخ مکمل نہ ہوگی جب تک حضرت عبدالحق محدّث دہلوی صاحب کا معاملہ بھی سامنے نہ آجائے۔ کیونکہ آپ ہی حدیثوں کی مشہور کتاب **مشکوٰۃ** کے شارح ہیں اور آپ نے اس دینِ اتحاد کو اپنی تحریروں کے ذریعے انتہا تقویت پہنچائی ہے۔ آپ کی مشہور تصنیف "مدارج النّبوۃ" کے مقدمہ کا پہلا صفحہ کھولتے ہی نظر آتا ہے:۔

> **حضورؐ کی شانِ اوّلیت**
>
> اب رہا یہ امر کہ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا اسمِ صفت اوّلؐ کیسے ہے، تو یہ اوّلیت اسی بنا پر ہے کہ آپ کی تخلیق موجودات میں سب سے اوّل ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو وجود بخشا، ۲ یہ کہ آپ مرتبۂ نبوت میں بھی اوّل ہیں چنانچہ حدیث پاک میں ہے کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ (میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم اپنے خمیر میں ہی تھے)

(فوٹو: خود نوشت مقدمہ مدارج النبوۃ مصنفہ عبدالحق محدّث دہلوی مطبوعہ مدینہ پبلشنگ، کراچی)

یہاں بھی وہی اتحادی فلسفہ کام کر رہا ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لئے دو موضوع (گھڑی ہوئی) روایتوں کو استعمال کیا گیا ہے۔ دراصل کہنا یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نور کے ہیں اور آپ کا یہ نور ذاتِ خداوندی کا ایک ٹکڑا ہے۔ اور آپ کے ہم عصر مجدد الف ثانی کے بیان میں گزر چکا ہے کہ کسی اور کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہے۔ اس طرح سے سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ اِتّحاد ثابت کر کے اُمّتیوں کے لئے اس راہ کو کھول دیا گیا۔ حالانکہ یہ ہر شخص جانتا ہے کہ آپؐ اولادِ آدم میں سے ہیں اور جب آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر اس میں پھونک ماری گئی تو اس وقت فرشتے اور ابلیس سب موجود تھے، اور اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ صفت علم میں آپؐ کو اللہ کے برابر کا شریک ٹھہرا دیا گیا۔ ملاحظہ ہو:۔

> **ہر شئی کے جاننے والے**
>
> وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (وہی ہر شئے کا جاننے والا ہے) کا ارشاد بلاشبہ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے۔ کیونکہ وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ (ہر صاحبِ علم کے اُوپر اور زیادہ جاننے والا ہے) کی صفات آپ ہی میں موجود ہیں۔ علیہ

مِنَ الصَّلٰوتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّحِيَّاتِ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا۔

(فوٹو: خودنوشت مقدمہ مدارج النبوة مدینہ پبلشنگ کراچی۔ مصنف عبدالحق محدث دہلوی)

اب کوئی چیختا رہے کہ نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات میں تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ قرآن تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپ یہ اعلان کر دیجئے کہ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں خیر کی کثرت کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی برائی سے سابقہ پیش نہ آتا (لیکن) میں عالم الغیب نہیں ہوں بلکہ صرف نذیر و بشیر ہوں (الاعراف آیۃ ۱۸۸)

اتحاد کی یہ راہ کتنی حسین راہ ہے۔ ایک بار اسے ہموار کر لیا جائے پھر اُلوہیت کا تخت اپنا ہے۔ علم و اقتدار، تصرف و اختیار سب اپنے قبضہ میں۔ اب دیکھیے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب کو کس طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار نامی کتاب لکھ کر اتحاد کی انتہا تک پہنچا دیا ہے۔

نقل ست کہ چون وی متولد شد در نہار رمضان از پستان مادر شیر نمی خورد و در مردم شہرت گردید کہ در خانہ بعضے از اشراف پسری متولد شدہ ست کہ در روز رمضان شیر نمی خورد

(فوٹو: صدا ۱۶ اخبار الاخیار فارسی مطبوعہ مجتبائی مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی)

ترجمہ:۔ روایت ہے کہ آپ پیدائش کے بعد رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت اپنی والدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ حتیٰ کہ سب میں مشہور ہو گیا کہ بعض اشراف کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا۔ یہ تو تھی شیر خواری کے زمانے میں آپ کی کیفیت جب آپ (عبدالقادر جیلانی صاحب) کچھ بڑے ہوئے تو

نقل ست کہ از آنحضرت پرسیدند از کجا باز شناختی تو خود را کہ ولی خدائی فرمود کہ دہ سالہ بودم کہ از خانہ بسوی مکتب می برآمدم و در راہ فرشتگان می دیدم کہ گرداگرد من میرفتند و چون بمکتب میرسیدم می شنیدم کہ صبیان را می گفتند فراخ کنید جای را برولی خدا

(فوٹو: اخبار الاخیار فارسی صلا مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی)

ترجمہ:۔ منقول ہے کہ لوگوں نے آپ سے (شیخ عبدالقادر جیلانی سے) دریافت کیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہو کہ آپ ولی اللہ ہیں۔ فرمایا کہ دس سال کی عمر تھی جب میں مدرسہ جاتا تو راستہ میں فرشتوں کو اپنے گرد چلتے ہوئے

دیکھا، اور جب مکتب میں پہنچ جاتا تو فرشتوں کو یہ بات بچوں سے کہتے ہوئے سنتا کہ اے بچو! اللہ کے ولی کے لئے جگہ کشادہ کرو۔

بڑے ہو کر جب وعظ فرمانے لگے تو تفرخات کا یہ عالم ہو گیا۔

نقل ست

از مشائخ کہ ہرگاہ کہ شیخ محی الدین عبد القادر بکرسی برمی آید وی گوید الحمد للہ خاموش می گردد ہر ولی خدائے کہ بر روئے زمین ست حاضر آو غائباً و ازین جہت ست کہ این کلمہ را مکرر می گوید و درمیان آن ساکت می گردد و اولیا و ملائکہ ازدحام می کنند در مجلس او و آنہا کہ در مجلس او حاضر شوند و نشستہ بیشتر اند از آنہا کہ بنمایند یکی

(فوٹو: صد ۱۳ اخبار الاخیار فارسی مصنف عبد الحق محدث دہلوی)

ترجمہ اردو:-

شرکائے وعظ

مشائخ سے منقول ہے کہ حضرت شیخ جیلانی رح جب وعظ کے لئے منبر پر بیٹھ کر الحمد للہ کہتے تو روئے زمین کا ہر غائب وحاضر ولی خاموش ہو جاتا اسی وجہ سے آپ یہ کلمہ مکرر کہتے اور اس کے درمیان کچھ سکوت فرماتے، بس اولیاء اور ملائکہ کا آپ کی مجلس میں ہجوم ہو جاتا، جتنے لوگ آپکی مجلس میں نظر آتے اُن سے کہیں زیادہ ایسے حاضرین ہوتے جو نظر نہیں آتے تھے،

(فوٹو: ترجمہ صد ۳۸ اخبار الاخیار مصنف عبد الحق محدث دہلوی ترجمہ سبحان محمود صاحب مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

منبر پر بیٹھ کر ایک الحمد للہ کا کہنا اور روئے زمین کے ہر غائب و حاضر ولی کا خاموش ہو جانا کیا کسی انسان کے بس کی بات ہو سکتی ہے۔ اور پھر ذرا ان مجالس میں تمام زندہ اور مُردہ اولیاء اور انبیاء کی حاضری کا نظارہ کیجئے :-

وفرمودہ اند کہ جمیع اولیا و انبیا احیاء باجساد و اموات بارواح وجن و ملائکہ در مجلس او حاضر می شدند و حضرت حبیب رب العالمین صلی اللہ

علیہ وسلم وآلہ اجمعین نیز از برای تربیت و تائید تجلی می فرمودند و خضر علیہ السلام اکثرا وقات از حاضران مجلس شریف می بود و از مشائخ عصر ہر کرا ملاقات می کرد وصیت می نمود بملازمت مجلس شریف او و می فرمود من اراد الفلاح فعلیہ بملازمۃ ہذا المجلس

(فوٹو: صے۱۳ اخبار الاخیار فارسی مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی)

ترجمہ اردو: مشہور ہے کہ آپ کی مجلس وعظ میں تمام اولیا و انبیا جو زندہ تھے وہ اپنے جسموں کے ساتھ اور جو زندہ نہیں تھے وہ اپنی روحوں کے ساتھ موجود ہوتے تھے، اسی طرح آپ کی تربیت و تائید کے لئے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بھی تجلی فرماتے تھے، علی ہذا اکثر اوقات حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کی مجلس میں آتے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کی جس ولی سے بھی ملاقات ہوتی تو وہ اُسے آپ کی مجلس میں حاضر باشی کی نصیحت فرماتے

(فوٹو: صـ۳۹ ترجمہ اخبار الاخیار مترجم مولانا سبحان محمود صاحب استاد الحدیث دار العلوم کراچی مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

سارے زندہ اور مردہ اولیاء اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت کی مجلس حاضر ہونا عجیب بات سہی مگر ایک محدث کو جھٹلانا بھی تو آسان نہیں ہے۔

حضرت عبدالقادر جیلانی صاحب کا اپنی صفات پر سے پردہ اُٹھانا

منم کہ تیغ من شہورست و قوس من موتور و تیر من رسندہ و نیزہ من بخطاست و اسب من بی زین ست من آتش سوزان الٰہی ام من سلب کنندہ احوال من دریای بی کرانم من رہنمای وقتم من سخن کنندہ در غیر خودم وقتے دیگر در حالت بودہ میغیبر بودہ منم محفوظ و منم ملحوظ ای روزہ داران ای شب بیداران ای کوہ نشینان پست باد کوہہای شما ای صومعہ نشینان منہدم باد صومعہ شما پیش آئید امر خدای را امر ما از خداست ای راہ روان ای ابدال ای اوتاد ای پہلوانان ای طفلان بیائید و بگیرید فیض را از دریائے کہ کران ندارد بعزت پروردگار کہ نیکبختان و بدبختان ہمہ عرض کردہ می شوند بر من و نظر من در لوح محفوظ ست منم غواص دریاے علم و مشاہدہ الٰہی من حجۃ خداوندم بر تمامہ شما و نائب رسول اللہ و وارث اویم در زمین و نیز فرمودہ است آدمیان را مشائخ اند و پریان را مشائخ و فرشتگان را مشائخ و من شیخ ہمہ ام

(فوٹو: صـ۱۴-۱۱۵ اخبار الاخیار فارسی مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی)

ترجمہ: اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں شمشیر برہنہ اور چڑھی ہوئی کمان ہوں، میرا تیر نشانہ پر

لگنے والا، میرا نیزہ بے خطا اور میرا گھوڑا بے زین ہے، میں عشق خداوندی کی آگ، حال و احوال کا سلب کرنے والا، دریائے بیکراں، رہنمائے وقت اور غیروں سے باتیں کرنیوالا ہوں، ایک دفعہ آپؒ نے کیفیت حال میں فرمایا کہ میں ہوں محفوظ اور میں ہوں ملحوظ، اسے روزہ دارو، اسے شب بیدارو، اسے پہاڑوں پر بیٹھنے والو، خدا کرے تمہارے پہاڑ بیٹھ جائیں اور اسے خانقاہ نشینو، خدا کرے تمہاری خانقاہیں زمین دوز ہوجائیں، حکم خدا کے سامنے آؤ، میرا حکم خدا کی طرف سے ہے۔ اسے رہروانِ منزل، اسے ابدال، اسے اقطاب و اوتاد اسے پہلوانو، اور اسے جوانو! آؤ اور دریائے بیکران سے فیض حاصل کرلو، عزت پروردگار کی قسم تمام نیک بخت اور بدبخت میرے سامنے پیش کئے گئے اور میری نظر لوح محفوظ میں جمی ہوئی ہے۔ میں دریائے علم و مشاہدۂ الٰہی کا غوطہ خور ہوں، میں تم سب پر اللہ کی حجت رسول کا نائب اور اس کا دنیا میں وارث ہوں، پھر فرمایا کہ انسانوں کے بھی پیر ہیں، جنات اور فرشتوں کے بھی لیکن میں تمام پیروں کا پیر ہوں،

(فوٹو۔ ص۱۴۲ اخبار الاخیار مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مولانا سبحان محمود صاحب استاد الحدیث دارالعلوم کراچی)

شیخ عبدالقادر جیلانی المعروف بغوث الاعظم کا دوسرا ارشاد

و پروردگار من عز و جل بفضل خود وعدہ کردہ است مرا کہ اصحاب مرا و اہل مذہب و تابعان طریق مرا و ہر کہ محب من بود در بہشت در آرد و نیز فرمودہ است البیضۃ منا بالف و الفرخ لا یقوم یعنی بیضہ از ما بہزار ارزد و چوچہ را خود قیمت نتوان کرد و نیز فرمودہ است حق سبحانہ و تعالیٰ مرا سجلی نوشتہ داد کہ در وی نامہائے اصحاب و مریدان من کہ تا روز قیامت باشند ثبت ست و گفت عز و جل کہ این ہمہ را بتو بخشیدم و از مالک کہ خازن آتش دوزخ ست پرسیدم کہ نزد تو ہیچ کسے از اصحاب من ہست گفت لا بعزت پروردگار کہ دست حمایت من بر مریدان من مثل آسمان ست بر زمین اگر مرید من جید نیست من خود جیدم بعزت پروردگار و جلال او کہ از پیش او عز و جل نروم تا مرا با اصحاب من بہشت نبرد اگر مرید من در مشرق بود و پردہ عفت او برافتد و من در مغرب ہر آئینہ بپوشم پردہ او را

ترجمہ اردو:- اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے وعدہ فرمالیا ہے کہ میرے مریدوں، سلسلہ والوں، میرے طریق کا اتباع کرنے والوں اور میرے عقیدت مندوں کو

جنت میں داخل فرمائیگا،

نیز آپ نے فرمایا کہ ہم میں کا ایک انڈا ہزار میں ارزاں اور چوزہ کی قیمت تو لگائی نہیں جاسکتی
نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لکھا ہوا دفتر دیا جس میں قیامت تک آنیوالے میرے احباب
اور مریدوں کے نام درج تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سب کو میں نے تیری وجہ سے بخشدیا،
آپؒ نے فرمایا کہ میں نے داروغۂ جہنم سے جن کا نام مالک ہے دریافت کیا میرے مریدوں
میں سے تمہارے پاس کوئی ہے، جواب دیا، عزت پروردگار کی قسم کوئی بھی نہیں، دیکھو
میرا دستِ حمایت میرے مریدوں پر ایسا ہے جیسے آسمان زمین کے اوپر، اگر میرا مرید اچھا
نہیں تو کیا ہوا، میں تو اچھا ہوں، جلالِ پروردگار کی قسم جب تک میرے تمام مرید بہشت
میں نہیں چلے جائیں گے میں بارگاہِ خداوندی میں نہیں جاؤں گا، اور اگر مشرق میں میرے ایک
مرید کا پردۂ عفت گر رہا ہو اور میں مغرب میں ہوں تو یقیناً میں اس کی پردہ پوشی کروں گا.

(فوٹو: ترجمہ ص۴۹ اخبار الاخیار مترجم مولانا سبحان محمود استاد الحدیث دار العلوم کراچی مصنف عبدالحق محدث دہلوی)

آپ کا تیسرا ارشاد

نقل ست کہ آنحضرت فرمود در زمان حسین بن منصور حلاج کسے نبود کہ او را دستگیری کند
و از لغزشے کہ او را شدہ بود باز دارد و اگر من در زمان او می بودم او را دستگیری می کردم
تا کار او باینجا نمی کشید و من دستگیری می کنم ہر کرا از مریدان من مرکب بلغزد و از پاے در آید
تا روز قیامت و فرمود مرا در ہر طویلہ فحلی ست کہ مقاومت کردہ نشود و خیلے ست کہ مسابقت
کردہ نشود و مرا در ہر لشکر سلطانی ست کہ مخالفت کردہ نشود و در ہر منصب خلیفہ ایست
کہ عزل کردہ نشود و فرمود ہرگاہ از خدا چیزے خواہید بوسیلہ من خواہید تا خواہش شما باجابت
رسد و فرمود ہر کہ استعانت کند بمن در کربتی کشف کردہ شود آن کربت از و ہر کہ منادی کند بنام
من در شدتے گشادہ شود آن شدت از و ہر کہ توسل کند بمن بسوی خدا در حاجتے قضا کردہ شود
آن حاجت مر او را و فرمود کسیکہ دو رکعت نماز بگذارد بخواند در ہر رکعت بعد الفاتحہ سورۂ اخلاص
یازدہ بار بعد از ان درود بفرستد بہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بعد از سلام و بخواند آن سرور را صلی اللہ علیہ
وسلم بعد از ان یازدہ گام بجانب عراق برود و نام ما گیرد و حاجت خود را از درگاہ خداوندی
بخواہد حق تعالی آن حاجت او قضا گرداند بمنہ و کرمہ

(فوٹو: اخبار الاخیار ص۱۹-۲۰ فارسی مصنف عبدالحق محدث دہلوی)

مترجمہ اُردو:- **روایت**

حضرت شیخ رح نے فرمایا کہ حسین بن منصور حلاج کے زمانہ میں کوئی اُن کی دستگیری کرنے والا اور جس لغزش میں وہ مبتلا ہوئے اس سے کوئی بچانے والا نہیں تھا، اگر میں اُن کے زمانے میں ہوتا تو اُن کی دستگیری کرتا اور نوبت یہاں تک نہ پہنچتی، قیامت تک میں اپنے مریدوں کی دستگیری کرتا رہوں گا اگرچہ وہ سواری سے گرے، اور فرمایا کہ ہر طویلہ میں میرا ایک ناقابل مقابلہ سانڈ اور ایک ناقابل مسابقت گھوڑا رہتا ہے، اور فرمایا کہ ہر لشکر پر میرا ایسا تسلط ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں کرتا اور ہر منصب میں ایسا خلیفہ ہے جسے ہٹایا نہیں جا سکتا،

فرمایا کہ جب بھی اللہ سے کوئی چیز مانگو تو میرے وسیلہ سے مانگو تا کہ مراد پوری ہو، اور فرمایا جو کسی مصیبت میں میرے وسیلہ سے امداد چاہے تو اس کی مصیبت دُور ہو، اور جو کسی سختی میں میرا نام لیکر پکارے اُسے کشادگی حاصل ہو، اور جو میرے وسیلہ سے اللہ کے سامنے اپنی مرادیں پیش کرے تو پوری ہوں،

آپ نے فرمایا کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سُورۂ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور میرا نام لیکر اللہ سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی حاجت برآری کرے (ایک روایت میں ہے کہ گیارہ قدم عراق کیجانب چلکر میرا نام لیکر دعا مانگے، لیکن یہ روایت ثابت نہیں ہے)

(فوٹو: صفحہ ۵۰۹ ترجمہ اخبار الاخیار مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی مترجم مولانا سبحان محمود)

دیکھا آپ نے کہ صرف آخری روایت ثابت نہیں ہے باقی سب کچھ ثابت ہے۔

مرض الموت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا ارشاد

نقل ست کہ آنحضرت در مرض موت می فرمود نسبتی نیست میان من وشما و میان من و خلق تفاوت آسمان و زمین ست قیاس نکنید مرا بکسی و کسی را بمن و فرمود من از وراء امور خلقم و من ورای عقول ایشانم یا اہل الارض شرقاً و غرباً یا اہل السماء حق تعالیٰ فرمودہاست وَاَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ من از آنہا ام کہ مرخدا امید اند وشما نمیدانید گفتہ می شود مرا درشب و روز ہفتاد بار وَ اَنَا اخترتک و لتصنع علی عینی گفتہ می شود مرا یا عبدالقادر بحق کہ مرا بہ تست

تکلم کن تا شنیده شود از تو گفته می شود مرا یا عبدالقادر بحق که مرا با تست بخور و بنوش و بگو ایمن ساختم ترا از رد سوگند بخدای عز و جل نکردم و نگفتم چیزی را تا مامور نشدم بدان و فرمود وقتی که تکلم بکنم من بکلامی بر شما باو که تصدیق کنید آنرا که کلام من ناشی از یقینی ست که شک را در وی مجال نیست گویا گردانیده می شوم پس می گویم و داده می شوم پس می بخشم و امر کرده می شوم پس می کنم و عهده بر کسی است که مرا امر کرده است والدیۃ علی العاقلۃ تکذیب شما مر از ہر قاتل ست مر دین شما را و سبب زوال دنیا و آخرت شماست لولا ان ما قال ام یحذرکم اللہ نفسہ اگر نبی بود لگام شریعت بر زبان من ہر آئینہ خبر می کردم شما را بانچہ میخورید و می نہید در خانہای خود من میدانم انچہ در ظاہر و باطن شماست و شما در رنگ شیشہا ئید در نظر من (فوٹو: ص۱۵ اخبار الاخیار فارسی مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی)

توجمہ اردو:- **روایت** ہے کہ حضرت شیخ جیلانیؒ اپنے مرض الموت میں فرماتے تھے کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی نسبت نہیں، میرے اور مخلوق کے درمیان زمین و آسمان کا سا فرق ہے مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرنا، فرماتے تھے کہ میری تخلیق تمام امور سے بالا ہے اور میں لوگوں کی عقل سے ماورا ہوں، اے زمین کے مشرق و مغرب کے اور اے آسمان کے رہنے والو! حق تعالےٰ فرماتا ہے وَاَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) میں اُن میں سے ہوں جنہیں خدا جانتا ہے تم نہیں جانتے، مجھ سے دن اور رات میں ستر بار کہا جاتا ہے اَنَا اخْتَرْتُکَ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ (یعنی میں نے تجھے پسند کر لیا، اور تاکہ تو پرورش پائے میری آنکھوں کے سامنے) مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر میرے اس حق کی جو تجھ پر ہے تجھے قسم ہے ذرا بات تو کر تاکہ سُنی جائے، مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر تجھے میرے اس حق کی قسم جو تیرے اوپر ہے کھا اور پی اور بات کر، میں نے تجھے قسم توڑنے سے مامون بنا دیا، خدا کی قسم جب تک مجھے حکم نہ ہو نہ کچھ کرتا ہوں نہ کچھ کہتا ہوں،

آپ نے فرمایا کہ جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو تم پر اس کی تصدیق ضروری ہے۔ کیونکہ میری بات ایسی یقینی ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں، گویا جب مجھے حکم ہوتا ہے تو میں کہہ دیتا ہوں، جب مجھے دیا جاتا ہے تو بخشش کر دیتا ہوں اور جب مجھے امر ہوتا ہے تو کر لیتا ہوں، ذمہ داری تو اس پر ہے جس نے مجھے حکم کیا ہے (کیونکہ قاعدہ ہے) الدیۃ علی العاقلۃ: (یعنی خون بہا رشتہ داروں پر ہے) میری تکذیب تمہارے لئے زہر قاتل ہے،

دین کے لئے اور دنیا و آخرت کی تباہی کا سبب ہے، میں تلوار باز اور قاتل ہوں اور اللہ تمہیں ڈراتا ہے، اگر شریعت نے میرے منہ میں لگام نہ ڈالی ہوتی تو میں تمہیں بتا دیتا کہ تم نے گھر میں کیا کھایا ہے اور کیا رکھا ہے، میں تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہوں کیونکہ تم میری نظر میں شیشہ کی طرح ہو،

(فوٹو: ترجمہ اردو صفحہ ۴۲ اخبار الاخیار مصنف شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ ترجمہ مولانا سبحان محمود صاحب استاد الحدیث دار العلوم کراچی)

یہ تو شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب کے ارشادات اپنے متعلق تھے، اب شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب کا فیصلہ سُنیئے:-

غرض کہ آپ سے لاتعداد کرامتیں ظاہر ہوئیں، مخلوقات کے ظاہر و باطن میں تصرف کرنا، انسان اور جنات پر آپ کی حکمرانی، لوگوں کے راز اور پوشیدہ امور سے واقفیت، عالم ملکوت کے بواطن کی خبر، عالم جبروت کے حقائق کا کشف، عالم لاہوت کے سربستہ اسرار کا علم، مواہب غیبیہ کی عطا، باذنِ الٰہی حوادثِ زمانہ کا تصرف و انقلاب، مارنے اور جِلانے کے ساتھ متصف ہونا، اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا، مریضوں کی صحت، بیماروں کی شفا، طے زمان و مکان، زمین و آسمان پر اجرائے حکم، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، لوگوں کے تخیل کا بدلنا، اشیاء کی طبیعت کا تبدیل کر دینا، غیب کی اشیاء کا منگانا، ماضی و مستقبل کی باتوں کا بتلانا، اور اسی طرح کی دوسری کرامات مسلسل اور ہمیشہ عام و خاص کے درمیان آپکے قصد و ارادہ سے بلکہ اظہارِ حقانیت کے طریقہ پر ظاہر ہوئیں، اور مذکورہ کرامتوں میں سے ہر ایک سے متعلق اتنی روایات و حکایات ہیں کہ زبان و قلم ان کے احاطہ سے قاصر ہیں، مشائخ نے اس پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں

(فوٹو: ترجمہ اخبار الاخیار صفحہ ۴۵ مصنف عبدالحق محدث دہلوی مترجم سبحان محمود صاحب استاد دار العلوم کراچی)

دیکھا آپ نے کہ عبد و معبود، خالق و مخلوق کے اتحاد نے کیسی کیسی ہستیوں کو جنم دیا ہے۔

بہرحال ہر قصہ میں ایک ہی رنگینی اور ہر ساز میں ایک ہی آواز ہے۔ اب بھی اگر کسی کا کہنا یہ ہے کہ شریعت و طریقت دونوں ایک ہیں تو عقل و خرد کے ماتم کے علاوہ کیا کیا جا سکتا ہے۔ ہر چیز سامنے ہے اور پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ شریعت کا حق دینِ طریقت کا باطل ہے۔ اس کا حرام اس کا حلال ہے۔ ان دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے اور یہ دو ایسے کنارے ہیں کہ ایک دوسرے سے کبھی نہیں مل سکتے۔ ایک کی زندگی دوسرے کی موت ہے۔

آج ہر طرف یہی آوازیں آ رہی ہیں کہ مسلمانوں کو جمع کرو۔ مسلمانوں کو جمع کرو۔ سوال یہ ہے کہ آخر ان کو کس چیز پر جمع کیا جائے۔ اگر موجودہ دین پر جو اتحادی دین ہے تو اس اجتماع سے فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کبھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوگی بلکہ ہر آن اس پر عذاب کے ڈونگرے برستے رہیں گے۔ ہاں اگر اس موجودہ دین سے برأت کا

اعلان کر کے خالص قرآن و سنت کا قصد کیا جائے تو یہ اجتماع مبارک اور صحیح معنوں میں حبل اللہ کو مضبوطی کے ساتھ مل کر پکڑنا ہو گا۔ اسی اجتماع سے مالکِ حقیقی کا وعدہ ہے کہ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ، تم ہی سربلند، تم ہی کامگار، تم ہی (دنیا اور آخرت کے) تابدار ہو گے، اگر تم مومن بن جاؤ ـــ اس زمین کی خلافت تمہارے ہاتھوں میں ہو گی۔ اور امن و سلامتی تمہارے قدم چومے گی۔

رہے ہم، تو ہماری ساری دَوڑ دھوپ انشاء اللہ اسی مقصد کے لئے وقف ہے اور وقف رہے گی۔ اب کوئی بُرا مانے، چراغ پا ہو، گالیاں دے، جان و مال کا دشمن بن جائے تو یہ چیزیں تو آنی جانی ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ کل مالک کے دربار میں اپنی نجات کا کیا بنے گا۔ اس لئے ہم فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ کے حکم پر عمل کر رہے ہیں اور اس یقین کے ساتھ کہ آسمان و زمین کا اکیلا مالک ہماری کفایت کے لئے بس ہے۔

ابھی ایک آخری بات تو باقی ہے یعنی یہ فریاد کہ لوگو! اگر اللہ کا دینِ توحید تمہارے دل کو اپیل نہیں کرتا تو کم از کم اس دینِ اتحاد کو اپنی ذات تک ہی محدود رکھتے مگر تم نے یہ کیا غضب کیا کہ صدیوں سے اس کی تبلیغ و ترویج کے لئے خانقاہیں بنا رہے ہو، مدرسے قائم کر رہے ہو، تم نے اپنی متحرک خانقاہیں دنیا کے کونے کونے میں بھیج رکھی ہیں جو تمہارے دینِ اتحاد کا پرچار کرتی ہیں، تمہارے اخبار، تمہاری کتابیں، تمہارے رسالے، اسی ایک بات کو پھیلا کر مالکِ کائنات کے تحمّل کو آزما رہے ہیں۔ لِلّٰہ اس کھیل کو اب تو ختم کر دو، بہت ہو چکا، کیا کہا؟ یہ بات غلط ہے، تمہیں یقین نہیں آتا۔ اچھا ٹھہرو، اور خود نظارہ کرو:-

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے خیالات و افکار گذشتہ صفحات میں گذر چکے ہیں اب دارالعلوم دیوبند کے اپنے ماہنامہ "دارالعلوم" کے کارنامے ملاحظہ فرمائیے:-

دارالعلوم

بزِ غالہ زندہ شد! شاہ عبداللہ قریشی جن کا تعارف شیخ محدث نے کراتے ہوئے لکھا ہے کہ "از اولاد شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا است" انہیں شاہ عبداللہ کے آباء و اجداد ملتان سے دہلی آگئے تھے، بے مثل علوم و فنون کے ساتھ سلوک و احسان کے مراحل بھی طے کئے تھے، اور اس راستہ میں محنت و ریاضت سے وہ مقام حاصل کیا کہ خود ہی سنگ میل بن گئے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ مردان حق ریاضت و مجاہدہ سے ایسی قوتیں و ملکات بھی حاصل کر لیتے ہیں جو خداوند ذوالمنن کی خاص قدرتوں سے مشابہ ہوتی ہیں حالانکہ مؤثر حقیقی اس وقت بھی خداوند تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ ورنہ بشریت کے ارتقائی حدود سے

یہ چیزیں باہر ہیں۔ انہیں شاہ عبداللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ:۔

"ایک روز جذب کے عالم میں بکری کے بچے کو زمین پر پٹک کر شاہ عبداللہ نے دے مارا بکری کے بچے کی بساط ہی کیا وہیں ڈھیر ہوگیا۔ لوگوں میں اس کا چرچا ہوا، اور معترضین و بد اندیش لوگوں کی زبان طعن و تشنیع دراز ہوگئی، کہ شاہ عبداللہ نے یہ کیا غضب کیا عوام الناس کے انہیں بے ہودہ دل خراش طعنوں سے تنگ آکر لکھا ہے کہ شاہ عبداللہ مرے ہوئے بکری کے بچے کے پاس آکر بولے اٹھ اللہ کے بندوں کو کیوں بدنام کرتا ہے؟ یہ کہتے ہوئے اپنا پاؤں بھی اس کے جسم سے مس کیا، اتنا کہنا تھا کہ قدرت الٰہی سے، بکری کا بچہ زندہ ہوگیا۔"

(اخبار الاخیار ص ۲۰۳)

نوٹ: ص ۳۳ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند جوری ۱۹۵۶ء نگراں اعلیٰ قاری محمد طیب صاحب مدیر ازہر شاہ میر انور سید محمد از ہر شاہ میر

یہ دارالعلوم دیوبند جیسی دینی درس گاہ کا رسالہ ہے۔ اور خود ان حضرات کے کہنے کے بموجب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس مدرسہ کی داغ بیل ڈالی تھی اور کبھی کبھی آپؐ وہاں حساب کتاب کی جانچ پڑتال کے لئے اپنے خلفاء کو ساتھ لیکر آیا بھی کرتے تھے اور میل جول بڑھ جانے کی وجہ سے آپؐ اردو زبان بولنا بھی سیکھ گئے تھے۔ ایسے رسالے میں یہ لکھنا کہ "مردانِ حق ریاضت و مجاہدہ سے ایسی قوتیں حاصل کر لیتے ہیں جو خداوند ذوالمنن کی خاص قدرتوں سے مشابہ ہوتی ہیں، حالانکہ موثر حقیقی اس وقت بھی خداوند تعالیٰ ہی ہوتا ہے"۔ ایسی بات ہے کہ جس پر جتنے بھی آنسو بہائے جائیں کم ہیں، اور ہوشیاری تو دیکھئے کہ لکھتے ہیں" حالانکہ موثر حقیقی اس وقت بھی خداوند تعالیٰ ہی ہوتا ہے"۔ یعنی ایک طرف اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہے کہ میری قدرتوں، اور میری صفات میں کسی کا کوئی حصہ نہیں، اور دوسری ان اقدارِ مشترکہ کو وہ خود زندگی اور موت پر اختیار مرحمت فرما دیتا ہے۔ زندہ باد!

ذرا اس واقعے کے اصل لکھنے والے صاحب پر نگاہ ڈالئے۔ یہ ہمارے اور آپ کے شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں ان اُلوہیت کی حامل بزرگ ہستیوں کا ذکرِ خیر کیا ہے۔ آپ خود ہی انصاف فرمایئے کہ ایک طرف قرآن و حدیث کا دینِ بندگی ہے اور دوسری طرف "فلسفۂ اتحاد" کا یہ دینِ خدائی۔ آخر یہ مخلوق کیا کرے۔ کیسے "دینِ خدائی" کو دینِ بندگی پر قربان کر دے۔

ایک اور مہربانی اس علمی درسگاہ کے ماہنامہ کی ملاحظہ فرمایئے۔ قرآن و حدیث کی تعلیم اس درسگاہِ دیوبند کی تاسیس کی ایک غرض بیان کی جاتی ہے مگر یہ رسالہ ایسے مضامین شائع کرتا ہے جو قرآن و حدیث کی کھلی توہین اور ان کا از کار رفتہ ہونا ثابت کرتے ہیں۔ آپ خود دیکھئے:۔

بچپن کی عبادتیں!

حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ اپنے وقت کے ممتاز بزرگ ہوئے ہیں، آپ کے جد امجد شیخ صفی الدین سید اشرف سمنانیؒ کے مرید تھے۔ شیخ صاحب اپنے سوا ماہ کے فرزند کو لئے ہوئے حاضر خدمت

ہوئے سید صاحبؒ نے بچے کو پیار کر کے فرمایا کہ یہ بھی مرید ہے اور اس کے صلب سے ایک قطب عالم پیدا ہوگا۔ آپ نے ہوش سنبھالتے ہی روضۂ شیخ کی جاروب کشی شروع کردی، ایک روز بیٹھے ہوئے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے کہ اندر سے حق حق کی آواز آئی، سنتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ دیکھا کہ شیخ فرما رہے ہیں کہ "علم ظاہری حجاب اکبر ہے" اب تو اصل کام میں مصروف ہو۔ پھر کیا تھا، لکھنا پڑھنا ترک کر کے عبادات و مجاہدات میں مصروف ہو گئے، پوری پوری راتیں عبادت میں بسر کر دیتے، غنودگی طاری ہوتی تو شیخ کو بیدار کرتے دیکھتے۔ کیوں نہ ہو بچپن ہی سے اشتیاق غالب تھا، سب سے پہلے مسجد میں جا کر صف اول میں بیٹھ جاتے اور ہٹتے ہٹتے پیچھے آجاتے اور نماز کے بعد نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کر کر کے رکھتے۔ (لطائف قدسی)

(بحوالہ: صد ۱۴۱ ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند جون ۱۹۶۰ء نگران اعلیٰ قاری طیب صاحب مدیر ابن الانور سید محمد ازہر شاہ قیصر)

دیکھا آپ نے کہ کس چابکدستی کے ساتھ قرآن و حدیث نے علم کو علم ظاہر کا نام دے کر حجاب اکبر ٹھیرا دیا۔ اور "دینِ اتحاد" کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو گئے۔ اور مولانا روم کے اس مصرع کی تشریح و ترجمانی بھی فرمادی کہ "استخواں پیشِ سگاں انداختیم" یعنی مغز ہم نے لیا ہے اور علمِ ظاہر کو ہڈیوں کی طرح کتوں کے آگے ڈال دیا ہے۔ اس طرح کتابی علم کے رد میں گویا مولانا روم کا یہ شعر پڑھ دیا ہے

علم جوئی از کتبہا اے فسوس ذوق جوئی تو زحلوائے سبوس

(یعنی تو کتابوں میں علم تلاش کرتا ہے ہائے افسوس۔ تو بھوسی کے حلوے سے مزہ چاہتا ہے

اب انہی قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی صاحب کی قوتِ تصرف [illegible] فرمایئے:۔

ہندو جوگی سے مقابلہ!

جس وقت آپ تکمیل علوم باطنی کے بعد گنگوہ تشریف لائے ہیں اس وقت یہاں ایک باکمال جوگی رہتا تھا، جس کی کٹی نہایت وسیع اور پرفضا تھی، آپ کو یہ جگہ بہت پسند آئی اور قیام کی خواہش پیدا ہوئی۔ اندر جا کر چیلوں سے پوچھا کہ بتلایئے تو کہ آپ کے گروجی کہاں ہیں؟ بولے کہ وہ تو گپھا کے اندر گئے ہوئے ہیں، ایک سال گذر چکا ہے، ہوا کے لئے صرف ایک روزن ہے، کس کی مجال ہے جو اس کے قریب جا سکے۔ آپ اس روزن کے قریب ہی بیٹھ گئے۔ مراقبہ جو کیا تو معلوم ہوا کہ وہ حبسِ دم کئے ہوئے بیٹھا ہے اور اپنے کام میں مصروف ہے، آخر آپ نے اس کی روح کو حرکت دی، ساتھ ہی وہ ہوشیار ہو گیا، پوچھا، تو کون ہے؟ اور اندر کس طرح آگیا؟ فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اسی کی قدرت سے اس سوراخ کے ذریعہ اندر آگیا ہوں۔ مگر یہ تو بتا کہ تو کس حد تک ترقی کر چکا ہے؟ بولا، کافی ترقی کر لی ہے، جو صورت چاہوں اختیار کر سکتا ہوں۔ دیکھو ابھی پانی بنتا ہوں۔ چنانچہ وہ اسی وقت پانی ہو گیا۔ آپ نے فوراً ہی اس پانی میں دھجی تر کر کے رکھ لی، اس کے ہوش میں آتے ہی فرمایا کہ اب میں پانی ہوتا ہوں، تو اس میں ایک کپڑا تر کر کے رکھ لینا، اس کے بعد یہ کپڑے سونگھے گئے، تو ایک میں بدبو تھی اور دوسرے میں خوشبو! ایک کی بدبو سے دماغ پریشان ہوا جاتا تھا اور دوسرے کی خوشبو سے معطر! (اقتباس الانوار)

بولا کہ میں تو اپنے فن و ہنر میں کامل تھا ہی آپ بھی کامل ہیں مجھے صرف خوشبو اور بدبو کا فرق رہا۔ فرمایا کہ یہ کفر و اسلام کا فرق ہے۔

چنانچہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا، اور مرید ہو کر جلد

تکمیل کرلی، اُس کے تمام چیلے بھی مسلمان ہو گئے۔ اُس جوگی کو آپ نے صاحب ولایت مقرر کر کے کہیں اور بھیجدیا۔ حضرت کا روضہ اسی جگہ ہے، وصال کے بعد بھی قلب سے ذکر و حرکت بلکہ مصروف تھا۔

(نوٹو: صہ ۲۴ ماہنامہ دارالعلوم (دیو بند) جنوری سنہ ۱۹۶۰ء نگراں اعلیٰ قاری طیب صاحب مدیر ابن الانور سید محمد از پیر شاہ قیصر)

آپ کہیں گے کہ اس شعبدہ گری سے ایمان و اسلام کا کیا واسطہ تو جواب یہ ہے کہ آپ نے عجلت فرمائی یہ ایمان اور اسلام کا معاملہ ہے ہی نہیں، یہ تو خدائی کا مقابلہ ہے آج تم جیتے کل میدان اُس کے ہاتھ رہا۔

یہاں پہنچ کر میں آپ سے درخواست کروں گا کہ میں بھی اس بات کا اعتراف کرتا ہوں اور آپ بھی اعتراف کریں کہ بنوری صاحب نے اِس "دینِ اتحاد" کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا ہے۔ ایک بھی بات اس پورے مضمون میں ایسی نہیں ہے جس میں انہوں نے اِس دین کے جزئیات تک سے سرِمُو انحراف کیا ہو۔

آخر میں چاہتا ہوں کہ یہ بیان مفتئ اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب کے اس مضمون پر ختم ہو جو انہوں نے اپنے رسالہ "البلاغ" میں لکھا تھا تاکہ دُنیا کو معلوم ہو جائے کہ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں جو اس دینِ خدائی کے دفاع میں کٹ مرنے سے بھی دریغ نہ کریں گے۔

خود حضرت مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ دستور تھا کہ جو رقم آپ کے پاس اپنی ذاتی صرفہ کی ہوتی اس کے تین حصے کرتے، ایک حصہ سب سے پہلے صدقہ ہو جاتا باقی میں سے پھر تین حصے کرتے اور اس میں سے ایک حصہ اپنے تصرف میں لاتے تھے، باقی گھر بھیج دیتے اور یہ عمل کوئی مشکل نہیں ہے انسان اگر اپنی خواہشات کو کنٹرول کر کے اور حاجت ضروریہ پوری کیا کرے تو بہت کچھ اس کا نفس اس کے قابو میں آسکتا ہے نفس کو قابو میں کرنا اور اسکو خدا کی اطاعت میں لگانا اور طریقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زندگی گذارنا ہی کامیابی ہے دین اور دنیا دونوں جگہ کی۔ پھر ایسے لوگوں کو خدا کی مدد حاصل ہوتی ہے اور اس سے رسولؐ خوش ہوتے ہیں ان کو رسول پاک کی زیارت نصیب ہوتی بلکہ حضورؐ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ حضور پاکؐ کے دربار میں جا کر اللہ والے سلام کرتے ہیں تو جواب ملتا ہے، اور اس قسم کے بیشتر واقعات ہم نے کتابوں میں پڑھے ہیں اسی قسم کا ایک واقعہ ہے کہ یمن کے ایک عالم تھے جو ہر سال حج بیت اللہ کو آتے اور ہر سال ایک قصیدہ لکھ کر لاتے اور حضور کے دربار میں کھڑے ہو کر سناتے اور یہی نہیں بلکہ قصیدہ میں حضور کے ساتھ حضرات شیخین کو یعنی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی خطاب فرماتے۔ اتفاق سے ایک شیعہ بھی وہاں موجود تھا اس کو یہ قصیدہ صحابہ کرام کی شان میں کب گوارا ہوتا چنانچہ قصیدہ کے بعد وہ ان عالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو دعوت کے بہانہ اپنے گھر لے گیا وہاں جا کر اس بے ہودہ نے ان کے ساتھ یہ زیادتی کی کہ ان کی زبان کاٹ ڈالی کہ اب کیسے ذکر صحابہ کر سکے گا۔ وہ عالم مطلق پریشان نہ ہوئے بلکہ وہ کٹی ہوئی زبان کا ٹکڑا ہاتھ میں لئے ہوئے وہاں سے آگئے اور دربار پاک میں اسکو دکھایا منہ سے کچھ بول نہ سکتے تھے اسی حالت میں گھر واپس چلے گئے اللہ والوں کو اسی حالت میں بھی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا چنانچہ نیند آگئی تو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ ٹکڑا اپنے ہاتھ سے ان کی زبان میں جوڑ دیا جب آنکھ کھلی تو دیکھا زبان بالکل صحیح سالم ہے

اور کوئی خراش تک نہیں بلکہ پہلے سے زیادہ نصیح ہوگئی. ایک ملنے والے بزرگ کا ابھی حال ہی میں انتقال ہوا ہے وہ طیر کالونی میں دفن ہیں. فرماتے ہیں میں ایک دفعہ دربار نبوی میں حاضر تھا رات کا وقت تھا لوگ جا چکے تھے ایک افریقی شخص لمبا چغہ پہنے داخل ہوا اور دربار کے پاس آکر کہا السلام علیک یا رسول اللہ تو دربار کے اندر سے آواز آئی وعلیک السلام. وہ بزرگ فرماتے ہیں خود میں نے اپنے کانوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی۔

ایک اور بزرگ کا واقعہ ہے ان کے ایک مرید مدینہ زیارت کو جارہے تھے خود شیخ نہ جا سکے تو مرید سے فرمایا حضور سے ہمارا اسلام کہدینا. چنانچہ مرید جب دربار میں حاضر ہوئے تو اپنے پیر کا سلام پیش کیا. وہاں سے جواب ملا. اپنے بدعتی پیر کو ہمارا بھی سلام کہدینا چنانچہ مرید جب واپس ہوئے تو پوچھا ہمارا اسلام بھی کہا تھا. جواب دیا جی ہاں سلام پیش کر دیا تھا اور حضور نے آپکو بھی سلام کہا ہے. پیر صاحب نے فرمایا نہیں وہی الفاظ کہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے مرید نے کہا میں نے آپ کی تعظیم اور ادب کی وجہ سے وہ الفاظ نہیں کہے تھے لیکن آپ کو خود اسکا علم ہوگیا اب میرے کہنے کی کیا ضرورت ہے فرمایا نہیں تم کہو میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں چنانچہ مرید نے کہا کہ یہ فرمایا ہے کہ اپنے بدعتی پیر کو بھی ہمارا اسلام کہدینا یہ سن کر شیخ کھڑے ہوکر ناچنے لگے اور فرمایا اس طرح میں جو مزہ میں نے سنا وہ کوئی کیا جانے یہاں پر ایک نکتہ کی بات یہ ہے کہ شیخ صاحب سماع یعنی قوالیاں سنتے تھے. چنانچہ قوالیاں سننا اگر یہ کہنے والا اور سننے والا دونوں باوضو ہوں یا باشرع ہوں اور عورت یا لڑکا نہ ہو اور رباب و چنگ مقصود نہ ہو اور حمد و نعت کا بیان ہو تو مباح ہیں لیکن بدعت اسوجہ سے فرمایا کہ اسکو عوام جس رنگ میں لیتے ہیں وہ کسی طرح جائز نہیں انہیں سے کسی چیز کا بھی اہتمام عام لوگ نہیں کر سکتے اس لئے ایسی چیز جسکا ہم پورے طور پر اہتمام نہ کر سکیں اس سے بچنا ہی اچھا ہے۔ (فوٹو: ص۱۰۰ اور ۱۰۱ ماہنامہ "البلاغ" صفر المظفر ۱۳۹۴ھ

زیر سرپرستی مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نام مضمون "امن وسکون کا راستہ" لکھنے والے مفتی اعظم صاحب

محترمی۔ آپ نے مجھے تبصرہ کرنے کا حکم دیا تھا، میں نے اپنی سعی کر دیکھی۔ ابتدا تو ہوگئی ہے باقی مضمون پر تبصرہ کسی دوسرے موقع پر پیش کروں گا، چاہے اور کچھ نہ ہوا ہو مگر یہ بات تو ہوئی۔.. کہ دونوں دین آپ کے سامنے آگئے ہیں۔ اب آپ کو اختیار ہے جس کو چاہیں گلے کا ہار بنائیں اور جس کو چاہیں پیروں کی بیڑیاں سمجھ کر کاٹ ڈالیں۔

شائع کردہ: محمد حنیف، مسجد توحید، توحید روڈ۔ کیماڑی۔ کراچی

ہم اپنی کتابوں پر نہ تو کوئی قیمت وصول کرتے ہیں اور نہ کسی پر ان کی طباعت واشاعت کے سلسلہ میں پابندی لگاتے ہیں۔

فون نمبر: ۲۷۰۵۳۲